

ہیں۔ ملکہ گھبرا گئی۔

"بس آپ قسم کی بات تونہ ہی کریں، یکونکہ کوئی ایک قسم کی بات ہو تو کبھی بھی جائے۔ فاروق نے منہ بنایا۔

"پہلے فرحت اور فرزانہ آئی تھیں نا۔ ملکہ نے جلدی سے کہا۔

"باکل آئی تھیں۔ آپ نے انھیں ٹکا سا جواب دے دیا تھا۔ اور وہ اپنا سامنہ لے کر روٹ گئی تھیں۔ اور جب وہ ہمارے پاس آئی تھیں تو ان کے منہ لٹکے ہوتے تھے۔ بلکہ قدم بھی بوجھل بوجھتے تھے۔

"توبہ ہے تم سے۔ آفتاب نے جمل کر کہا۔

"اب یہ بھے سے توبہ کر رہے ہیں۔ حالانکہ توبہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ سے کی جاتی ہے۔

"میرا دماغ ہل جاتے گا۔"

"اس بات کا فکر ہمیں بھی ہے۔ اللہ کوئی ایسی ترکیب سوچ لیں گے کہ آپ کا دماغ نہ ہے۔"

"آپ کی مہربانی۔" اس نے جلدی سے کہا۔

"اصل بات تور وہ ہی گئی۔ آفتاب نے گویا یاد دلایا۔

"اور وہ کیا؟"

"یہ کہ آپ کا تعلق کس ملک سے ہے؟"

"ارے میاں جاؤ۔ یوں تو پوچھ کرے تم لوگ۔" اس نے

ذرا لڑکھڑاہست ہیئی۔ باقی ناموں پر وہ فرد اگھنی۔  
”شکریہ۔ ہمارا انٹرویو پکوڑا ہو گیا۔“

”کیا معلوم کیا؟“  
”اندازہ لگایا ہے۔ کہ آپ کا تعلق کس ملک سے ہے۔“  
”اچھا۔ ذرا بتانا تو۔“ اس کے لمحے میں حیرت تھی۔  
فاروق نے وہ نام بتایا۔ جس پر وہ لڑکھڑائی تھی۔  
”واہ۔ کیا بات ہے۔ میں یہی دیکھنا چاہتی تھی کہ  
آپ دونوں سنتے عقل مند ہیں۔ اس نام پر میں جان بوجھ  
کر لڑکھڑائی تھی۔“

”کوئی بات نہیں۔ یونہی سہی۔“ فاروق نے جمل کر کہا اور  
پھر دونوں والپس آگئے۔

”کیوں بھئی۔ کیا رہا؟“  
”ہم نے ایک حد تک اندازہ لگایا ہے۔ بشرطیکہ وہ  
جھوٹ نہ کل رہی ہوں۔“

”کیا مطلب؟“ ان کے منہ سے ایک ساقھہ نکلا۔  
فاروق سانحی ترکیب کا ذکر کیا۔ اور وہ نام بھی  
بتا دیا۔ جس پر وہ لڑکھڑائی تھی۔ اس کا جواب بھی  
مندا دیا۔

”ہو سکتا ہے۔ وہ پس کر رہی ہو۔“

”تنک کر کہا۔“  
”تو پھر وہ طریفہ بتا دیں۔ جس کے ذریعے ہم معلوم  
کریں۔ فاروق بولا۔“

”تب بھی نہیں بتاؤں گی۔“

”اچھا تو پھر ہمیں اندازہ لگانے کی احتیاط دیں۔“

”کیا مطلب؟“ اس نے حیران ہو کر کہا۔  
”مطلوب یہ کہ ہم آپ کے سامنے چند ناموں کے نام  
لیتے ہیں۔ آپ ہاں یا نہ میں جواب دیتی جائیں۔“

”پہ بھی تو بتانا ہو گیا، اس سے بستر ہے، میں خود  
بتا دوں۔“ اس نے بھٹکا کر کہا۔

”یہ ضروری نہیں کہ ہمارے منہ سے آپ کے ملک کا  
نام نکل ہی جاتے۔“

”اچھا خیر۔ ذرا شروع تو کر کے دیکھو۔“ اس نے دلچسپی  
لینے والے انداز میں کہا۔

فاروق اور آفتاب کے چہروں پر چمک دوڑ گئی۔

”آپ کا تعلق شارجہان سے تو نہیں؟“

”نہیں۔“ اس نے فوراً کہا۔

وہ ایک ایک ملک کا نام لئے چلے گئے اور وہ نہیں  
نہیں کرتی چلی گئی۔ صرف ایک بار اس کی نہیں میں

"تب پھر ایک تجربہ، ہمیں بھی کرنے کی اجازت دیں۔"  
آصف نے کہا۔

"تم بھی حسرت پوری کر لو۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"ہاں ہاں! اجازت ہے۔"

آصف اور محمود ملک کے کمرے میں داخل ہوتے۔

"معلوم ہوتا ہے۔ آپ لوگ مجھے آدم نہیں کرنے دیں گے۔"

"آپ شوق سے آدم کریں۔ ہم پھر کسی وقت آجائیں گے۔" محمود نے جلدی سے کہا۔

"نہیں! آپ بھی پوچھ لیں۔ کیا پوچھنا ہے۔"

"آپ کا کہنا ہے کہ آپ اس ملک کے نام پر جان بوجھ کر لڑکھڑائی تھیں۔"

"ہاں! یہی بات ہے۔"

"لیکن ہماری معلومات کے مطابق فارسی زبان دُنیا میں صرف چند ملکوں کی زبان ہے۔ ان میں سے ایک ملک وہ بھی ہے۔ جس کا نام سن کر آپ کی زبان لڑکھڑائی تھی، سوال یہ ہے کہ اس ملک پر کیوں لڑکھڑائی۔ جس کی زبان فارسی ہے۔"

"پتا نہیں۔" اس نے کندھے اچکائے۔

"دیسے آپ اردو بہت اچھی بولیتی ہیں۔"

"میں اور بھی کئی زبانیں بہت اچھی طرح بول سکتی ہوں۔"

تو پھر اس سے کیا ہوتا ہے؟"

"ہر ملک کے اپنے کچھ آداب ہیں، طریقے ہیں۔"

بولنے کے، چلنے پھرنے کے، رہنے سہنے کے۔ آپ کا انداز، طور، طریقہ اسی ملک جیسا ہے۔ جس ملک کے نام پر آپ لڑکھڑائی تھیں، یعنی بازنطیان جیسا۔ اس نے کہا۔

"اگر آپ مجھے بازنطیان کی ملکہ خیال کر رہے ہیں، تو کرتے رہیں، مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" اس نے بے نظری کے انداز میں کہا۔

"شکریہ! آؤ بھی چلیں۔"

"بس۔ کریا معلوم۔" اس کے لمحے میں حیرت تھی۔

ہاں! بالکل معلوم کر لیا۔ آپ کا تعلق بازنطیان سے ہے، اور ہم اسی بات کو ثابت کر دیں گے۔"

"اس نے میں آپ لوگوں کو مان جاؤں گی۔" جس دن

آپ مجھے بازنطیان کی ملکہ ثابت کر دیں گے۔ وہ مسکائی۔

"شکریہ! دو نوں ایک ساتھ بولے اور باہر نکل آئے۔"

جب وہ سب لوگوں کے پاس پہنچے تو انپکٹر جسید

نے پوچھا:

"ہاں! تم کیا کہتے ہو؟"

"ہمارا بھی یہی خیال ہے۔ وہ بازنطیان کی ملکہ ہے۔"

"شوکی برادرز۔ تم جانا پسند کرو گے؟"

"اگر آپ پسند فرماتے ہیں تو ہم بھی ہو آتے ہیں۔"

شوکی نے کہا۔

"اجازت ہے۔"

"لیکن ہم چاروں جانبیں گے۔"

"اچھی بات ہے۔"

اب وہ ملکہ کے کمرے میں داخل ہوتے۔

"یا اللہ رحم۔ یہ سلسہ ختم بھی ہو گایا نہیں ہے۔"

"شش۔ شش۔ شاید ہم آخری آئے ہیں۔"

"تو ہمکلا کیوں رہے ہو؟" اس نے ہنس کر کہا۔

"آ۔ آپ ملکہ ہیں نا۔ ملکاؤں کے سامنے ہمکلنا

ہی چاہیے۔"

"آپ چار کیوں آئے ہیں۔ پہلے تو دو دو آتے

رہے ہیں۔"

"ہم چاروں بھائی ہیں۔"

"اچھی بات ہے۔ اب آپ کیا طریقہ اختیار کریں

گے، میرے ملک کا نام جاننے کے لیے۔"

"چھوڑیں ملک کا نام۔ ہم نے سا ہے۔ آپ مسلمان

ہیں۔" شوکی نے کہا۔

"اہ بائلکل۔"

"تب ہماری ایک درخواست ہے۔"

"وہ کیا؟"

"آپ نماز پڑھا کریں۔"

"اور یہ آپ سے کس نے کر دیا کہ میں نماز نہیں پڑھتی۔" اس نے بڑا مان کر کہا۔

"لیکن آپ باقاعدہ نہیں پڑھتیں۔"

"باقاعدہ پڑھتی ہوں، لیکن جب سے قید ہوئی ہوں، نہیں پڑھ سکی۔ مال اب آسانی ہوئی ہے۔ اب پڑھوں گی۔" اس نے کہا۔

"شکریہ، ہمیں اجازت دیں۔"

"آ۔ آپ یہی کہنے آئے تھے۔"

"آپ کے ملک کے لوگ بھی نماز پڑھتے ہیں؟" شوکی نے جیسے اس کا جملہ سٹاہی نہیں۔

"نہیں۔ مال اس نے ہمکلا کر کہا۔"

"یہ کیا بات ہوئی۔ نہیں مال۔ اسے ہم نہیں خیال

کریں یا مال؟"

"جو جی میں آتے، خیال کر لیں۔" وہ مسکرانی۔

"نہیں ایک بات۔ آپ کے ملک کے لوگ نماز پڑھتے ہیں؟" شوکی بولا۔

"عام طور پر نہیں پڑھتے۔"

"شکریہ۔ ہم جان چکے ہیں۔ آپ کا تعلق بازنطیان سے ہی ہے۔"

"آپ لوگوں کو غلط فہمی ہو گئی ہے۔ خیر۔ مجھے اس سے کیا۔"

"یہی تو ہمیں حیرت ہے۔ اگر ہم نے نام غلط پوچھا تھا تو آپ کو تو فوراً کہ دینا چاہیے تھا کہ ہاں یہی ہے۔ میرے ملک کا نام۔ کیونکہ حقیقت میں تو وہ آپ کے ملک کا نام نہ ہوتا۔ اور اس طرح آپ ہم سب کو اپنی عقل کے ذریعے شکست دے سکتی تھیں، لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا۔ اور مار کھا گئیں۔ آپ کے ملک کا نام بازنطیان ہی ہے۔"

"یہ تو وقت بتائے گا کہ ملک کا نام کیا ہے۔"

"چلیے خیر۔ ہم بھی وقت سے پوچھ لیں گے اور شکریہ بھی اسی کا ادا کر دیں گے۔"

"وہ ان کے پاس والیں آئے اور اپنی کارروائی سنائی۔ انپکٹر جیشید اور انپکٹر کامران مزا مکرا دیے۔"

"اس کا مطلب ہے۔ وہ بازنطیان کی ہی ملکہ ہے۔ لیکن خیر۔ ہمیں اس بات کو اپنے ملک رکھنا ہے۔"

"لیکن انکل، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم ۷ پانچ دن کس طرح گزاریں؟"

"تم لوگوں کے لیے پانچ دن کیا زیادہ ہیں۔ باقی کے طوفان اٹھاؤ، محاذرات کا سیلاب لاو۔ ضرب الامثال کی جگہیں لڑو۔"

"لیکن اتنی بہت سی خوف ناک چیزیں یہ جہاز کس طرح برداشت کر سکے گا۔ فاروق نے گھبرا کر کہا۔

"نکر دکرو۔ یہ جہاز اتنا بھی کمزور نہیں ہے۔ اس کی پھلی منزل میں بہت پالی لوگ قید ہیں۔ انپکٹر کامران مزا مکرا تے۔"

"اُن کا مطلب تو پھر یہ ہوا کہ آپ ہمیں کھلی چھپی دے رہے ہیں۔" اصفت نے کہا۔

"اس جہاز پر ہم اور کہ بھی کیا سکتے ہیں۔ بند چھپی تو دستے سے رہے۔" انپکٹر جیشید بے پیارگی کے عالم میں بولے۔

"یوں بھی جھیڈ۔ اگر تم اخیں بند چھپی دو گے تو کیا یہ اس پر کار بند رہیں گے۔" خان رحمان مکرا تے۔

"یہی تو مشکل ہے۔"

"مشکلات کو آسان کرنے والا تو بس اللہ ہے۔" اشراق نے فوراً کہا۔

"اس میں کیا شک ہے؟" پروفیسر داؤڈ بولے۔

"تو انکل! ہم ایسی بات کریں گی کیوں، جس میں شک پایا جائے۔" آصف نے کہا۔

"مم۔ میں نے یہ کب کہا۔" پروفیسر داؤڈ نے گھبرا کے ہوئے انداز میں کہا۔

"آپ نے تو نہیں کہا۔ لیکن کہا تو ہم نے بھی سی۔

پھر یہ بات کہاں سے ٹیک پڑی؟" آصف نے جیران ہو کر کہا۔

"اوٹ پینگ باتوں کے اس ٹاک سے جو تم نے اپنے دماغ میں بھر رکھی ہیں۔" آفتاب نے جل کر کہا۔

"اے۔ تم میرے دماغ کی شان میں گستاخی کر رہے ہو۔ آصف بولا۔

"اے باپ رے۔ باتوں کے طوفان کی بجائے یہ تو کسی اور قسم کا طوفان نظر آ رہا ہے۔ ایسے میں انھیں خان رحمان کی آواز سنائی دی۔"

سب فوری طور پر انہیں روم کی طرف متوجہ ہو گئے۔ خان رحمان آنکھوں سے ڈور بین لگائے کھڑے تھے:

"تم کیا دیکھ رہے ہو خان رحمان؟"

"بب۔ بتا نہیں سکتا۔ وہ ہکلا کئے۔"

"بہت بہت شکریہ انکل۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"تل۔ یہیں کس بات کا؟ وہ جیران ہو کر بولے۔"

"اس بات کا کہ آپ بتا نہیں سکتے۔"

بننا کر کہا۔

"خود ہی آگر دیکھو تو۔"

آصف فوراً آگے بڑھا۔ خان رحمان ڈور بین کے

آگے سے ہٹ گئے۔ آصف نے جو نہیں اس میں دیکھا،

بچلا کر پیچھے ہٹ گیا۔

بچلا تھیں کیا ہوا؟ فاروق نے بوکھلا کر پوچھا۔

"بب۔ بتا نہیں سکتا۔" اس نے خوف زدہ انداز میں کہا۔

"کمال۔ آخر کون بتا سکے گا۔" انپکٹر کامران مرزا

نے جل کر کہا اور آگے بڑھ کر آنکھیں ڈور بین سے

لگا دیں۔

پھر وہ بھی اچھل کر پیچھے ہٹ گئے۔ ان کے چہرے

پر بھی خوف نظر آیا۔

"آپ - آپ کیا کہتے ہیں؟ فرازان نے بے قرار ہو کر کہا۔

"بب - بتا نہیں سکتا۔" انپکٹر کامران مرزا کے مذہ

سے نکلا۔

"ارے باب رے۔" انپکٹر جنی بوکھلا اٹھے اور جلدی سے آگے بڑھے، پھر انہوں نے بھی یہی کہا:

"بتا نہیں سکتا۔"

سب نے باری باری اس پیزیر کو دیکھا... لیکن وہ کسی کی سمجھ بھی نہ آ سکی... انھیں بس یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے سمندر میں اچانک کوئی سیاہ رنگ کی چٹان ابھر آئی ہو، یا پھر ہو سکتا ہے کہ وہ چٹان پسے سے دہاں رہی ہو، جب تک ہم اس کے نزدیک نہیں پہنچ جاتے... اس وقت تک کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ کیا ہے؟ "خان رحمان نے گھبرائی ہوتی، آواز میں کہا۔

اور اس کے نزدیک پہنچنے میں ہی خطرہ ہے... میں تو کھلتا ہوں... اس سے کھنچ کرنا کہ نکل چلتے ہیں۔" انپکٹر کامران مرزا نے جلدی سے کہا۔

"بالکل ٹھیک۔" پروفیسر داؤڈ بولے۔

"لیکن پھر ہمارے ذہنوں میں یہ الہمن رہتے گی کہ وہ کیا بلा تھی۔" محمد نے بڑا سامنہ بنایا۔

ااب ہم صرف یہ معلوم کرنے کے لیے کہ وہ کیا پڑھے  
ہے... خطرہ تو مول نہیں لے سکتے: انپکٹر جشید بولے۔  
لیکن انکل... مول لینے کی کیا ضرورت ہے... یہاں  
تو بالکل مفت مل رہا ہے۔ "آفتاب مسکراۓ۔  
بالکل مفت بھی نہیں چاہیے... وہ خطرہ ہے... کوئی  
لڑد نہیں: انپکٹر کامران مرتضیٰ نے اسے تھوڑا۔  
صحیح... جیسے آپ کی مرضی: شوکی نے جلد کہاے کہ  
خان رحمان... جہاز کو ایک چکر دو اور اسکے  
دور رہتے ہوئے پھر اسی راستے پر آ جاؤ۔"  
اوے کے؟ خان رحمان بولے۔

اور پھر انھوں نے ایسا ہی کیا... اس طرح وہ اس سیاہ  
چیز سے کافی آگے نکل گئے... سب مڑڑ کر اس کو  
دیکھتے رہے... اچانک انھوں نے ایک اور محیب منظر  
دیکھا... وہ سیاہ چیز پانی میں غائب ہو گئی تھی...  
ارے باپ رے... یہ... یہ... تو شاید وہیں مجھلی ہے۔

تجھی ڈیکھی لگا تھی ہے۔"

"چلو شکر کرو... جان چھوٹی... وہیں مجھلی سے ٹھر  
لینا ہمارے بس کی بات نہیں... جہاز پر موجود سارا  
اسلمہ ختم ہو جاتا... تب بھی اس کا کچھ نہ بگوٹا۔" خان

رحمان نے خوش ہو کر کہا۔

"ہاں واقعی پروفسور داؤڈ نے ان کی تائید کی۔

"ارے ٹائش... اودہ... یہ کیا۔" خان رحمان زور سے اچھے  
اور پھر ان کی آنکھوں میں ان سب کو خوف ہی خوف نظر آیا۔  
ااب کیا ہوا؟" کئی آوازیں ابھریں۔

"وہ مدد وہ سامنے۔" انھوں نے کاپ کر کہا۔

ان کی نظریں سامنے اٹھ گئیں... اور پھر ان میں سے  
کئی ایک کی تو پچھیں نکل گئیں... وہیں مجھلی اب ان کے  
بالکل سامنے موجود تھی...  
اوف... وہ پوری ایک چنان تھیں... اس کا منہ کہاں  
بھٹکا... دم کہاں تھی... کوئی اندازہ ہیں لگایا باسکتا

خان رحمان... جہاز کو فوراً گھماوٹ... اور چکر لگا  
کر نکل پڑا۔

"اچھے... اچھے بات ہے... انھوں نے گھبرا کر کہا اور  
پھر جہاز کو سورج نکلے... ایسے میں انھوں نے دہیں مجھلی  
کو بھی حرکت میں لے دیکھا... اور وہ سب یہ دیکھ کر  
حریان رہ گئے... کہ وہیں مجھلی بھی اسی حساب سے مڑ  
رہی تھی... گویا ان کے چکر کاٹنے کے باوجود وہ

ان کے سامنے آتی ...

"مارے گئے، خان رحمان چلائے۔"

"خان رحمان ... لگبرانے سے بکھر نہیں ہو گا،" انپکٹر  
جمشید سرد آواز میں یوں سمجھتا۔

"تم نہیں جانتے جمشید... یہ تم خود دلیل ہے...  
اس نے ہماری بُو پالی ہے... اب یہ جس طرف بھی  
جائیں گے... یہ ہمارا تعاقب کرے گی۔ دور پورے  
جہاز کو ہڑپ کر جائے گی۔"

"نہ... نہیں... شوکی اور مکھن ایک ساتھ چلائے۔  
اب تو ان کے رنگ اڑا گئے..."

"ایک منٹ... میں پکستان سے پوچھ کر آتا ہوں...  
کہ ایسے موقعوں پر کیا کیا جا سکتا ہے؟" انپکٹر جمشید  
نے یہ سچتے ہوئے نیچے کی طرف دوڑ لگا دی۔

"جلد سی کرنا جمشید... پروفسر داؤڈ چلائے۔  
ان کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا... لیں وہ دوڑ  
چلے گئے... پھر محمود بھی ان کے نیچے دوڑ پڑا۔

"تم کہاں جا رہے ہو،" فاروق چلایا۔  
"ان کے ساتھ... نیچے بھی کم از کم دو آدمی ہوتے  
چاہیں،" وہ بولا۔

"تو پھر ہم بھی نیچے چلتے ہیں۔" آصف نے کہا۔  
آصف اور فرزاد بھی نیچے کی طرف دوڑ پڑے...  
باقیوں کی نظر کی دلیل چھکی ~~گولہ~~ بھی میں... وہ اس جہاز سے  
کہنی لگا بڑی تھی... اچانک انہوں نے اس کا منہ دیکھ  
لیا... دیکھ اس لیے لیا کہ اس نے منہ کھولا سکتا... انہیں  
یوں لگا جیسے چنان میں ایک بہت بڑا غار نظر آگیا  
ہو۔...

"اب اس نے ہمیں نگلنے کی تیاری کرنی ہے؛  
انہیں... اس کے منہ میں گولہ اتار دیں؟"  
"اسی طرح یہ اور غصتے میں آ جائے گی..." خان  
کھاک یوں۔

یعنی ہمیں اس کے خلاف بکھر نیچے تو کرنا ہو گا۔"  
جبکہ جمشید اور نہیں آ جاتا... اس وقت تک  
میں کوئی قدر نہیں اٹھا دیں گا۔" خان رحمان نے کہا۔  
"یہی بہتر ہے،" انپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"تو پھر جہاز کو نیارہ تیزی سے چیچے لے جائیں۔"  
"یہ اس وقت پوری رفتار پر ہے۔"  
"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا۔

وہ یہ بات بالکل صاف طور پر محسوس کر چکے تھے

کتاب تک دہیں اور جہاڑ کے درمیان فاصلے میں قطعاً  
کوئی نکی واقع نہیں ہوئی تھی ...

ادھر انپکٹر جیشید بلا کی رفتار نے سیرھیاں اترے  
پنچی منزل میں پہنچے اور اس کرے کا دروازہ کھول ڈالا،  
جس میں کپتاں کو بند کیا گیا تھا... انھوں نے اس کے  
منڈ پر سے ٹیپ اتاری... عین اسی وقت سمجھ، آصف  
اور فرزانہ بھی دہاں پہنچ گئے ...

ایک دہیل ہمارے مقابلے پر آگئی ہے ... وہ  
راستا نہیں دے رہی ہے۔  
”عن... نہیں“ وہ بہت زور سے چلایا۔  
”اب ہم کیا کریں؟“

”کہنا کیا ہے ... لیں ... اس کا نوالہ بن جاؤ ... یا پھر  
اس سے بچتے کی صرف یہ صورت ہے ... کہ سمندر میں  
چلانگیں لگا دو ...“

”اس صورت میں بھی موت ہے：“  
”تم نے ہمارے ساتھ اچھا نہیں کیا ... اس لیے“

وقت دیکھا پڑا۔ ”کپتاں پاگلوں کی طرح ہنا۔  
”یہ بات نہیں ... تم نے سورتوں پر ظلم کی اشتکر  
رکھی تھی ... اس لیے آج تھیں یہ وقت دیکھنا پڑا۔“

اور تم بھی تو ساتھ میں رکھ لے جاؤ گے۔“ وہ پھر  
ہنسا۔

”نہیں ... میں نے ترکیب سوچ لی ہے：“  
”یہ گل ... کیا ... کیا ترکیب سوچ لی ہے：“  
”ہم تم سب کو اوپر لے جائیں گے ... اور دہیل کے  
منڈ میں پھینک دیں گے：“  
”عن ... نہیں“ وہ چلایا۔

”میکوں ... کیا تم عورتوں کے ساتھ اس سے زیادہ بڑا  
سلوک نہیں کرتے رہے ہو ... اس طرح ہو سکتا ہے ... وہیں  
کاپٹ بھر جائے، اور وہ ہماری طرف رخڑ کرے؛  
”عن ... نہیں ... نہیں ... اس طرح اس کا کاپٹ نہیں

بھر گا۔“

”تو بھر ... تھا تو ... کس طرح بھرے گا؟“  
”میں کیا بتا سکتا ہوں ... میری زندگی میں یہ پلا  
موقع ہے کہ ہماں میں نظر آئی ہے：“  
”اوہ! اچھا ... پہلے تو میں تھیں ہی اوپر لے جاتا  
اکوں“ انپکٹر جیشید بولے۔

انھوں نے کہا اور جھک کر اسے کھٹک پر لاد لیا  
اور اوپر کی طرف دوڑ پڑے ...

تو ان لوگوں کے پیر کھول کر کیوں نہ اوپر لے چلیں؟  
محمود نے کہا۔

«اوپر لے جا کر پھر ان کے باؤں باندھنا پڑیں، اور  
وہیں ہمیں اتنا وقت نہیں دے دیں۔»

اس طرح انھیں اٹھا کر لے جانے بھی تو آسان  
کام نہیں انکل۔ آصفت نے کہا۔

«تم تین آدمی ایک وقت میں تین آدمیوں کو تو اوپر  
لاہی سکتے ہیں... تم بھی دو دو یا تین تین مل کر ایک  
ایک آدمی کو اوپر لا سکتے ہو... یہ ہی کہتے... بارہ  
تو کل ہیں۔»

«بارہ آدمیوں سے کیا وہیں کا پیٹ بھر جائے گا؟  
ہاں... میرا خیال ہے... بھر جائے گا۔»

انھیں نے بھی ایک قیدی کو اٹھایا اور اوپر کی  
طرف دوڑ لگا دی... اوپر جا کر انھیں نے اپنا یہ پروگرام  
سب کو بتا دیا... لیں پھر کیا تھا... سب یقینے دوڑ کے  
خان رحمان نے چماز کا سٹریٹنگ پروفیسر داؤڈ کے حوالے  
کر دیا...»

جلد ہی وہ سب قیدیوں کو اوپر لانے میں کامیاب  
ہو گئے... انھیں نے دیکھا... وہیں اب ان کے اور

### قریب اگئی تھی...»

سب سے پہلے ہم وہیں کو پکتان کا تحفہ دیں گے...  
انپکٹر جمشید مسکاتے۔

اب انپکٹر جمشید اور انپکٹر کامران مرزا نے جل کر لے  
اٹھایا...»

«نہ... نہیں... نہیں... یہ ظلم نہ کرو!»

وہیں اپنی زندگیاں بچانے کے لیے ایسا کرنا پڑے  
کہ... یوں بھی تم کسی اچھے سلوک کے حق دار نہیں ہو،  
تم نے وہ ظلم کیا ہے... جو اس دنیا میں بہت کم  
لوگوں نے کیا ہو گا... عورتوں کی تجارت... تو یہ...»  
اب وہ دونوں اسے جھوٹا دینے لگے... وہیں منہ کھلے

جھٹکے سے نزدیک ہونے کی برابر کوشش کر رہی تھی۔  
چماز تیری سے بیچھے ہٹ رہا تھا... اور پھر انھیں  
نے پکتان کو اچھا دیا... اس کی آخری بیخ بہت بی

تھی... وہ یہ دھیان دھیل کے منہ میں جا گرا...  
پکتان سے شاید دھیل کی داری بھی یگلی نہیں  
اونی۔ فاروق نے کاپ کر کہا۔

وہیں کی داری... بھی وہ... خان رحمان مسکلتے  
اب انھیں نے دوسرے قیدی کو اسی طرح اٹھایا،

اور جھلانے لے... وہ بھی نہیں سنبھال سکتا ہوا میں اچھا دیا گیا اور سیدھا دہیل کے پیٹ میں اتر گیا۔ ایک ایک کر کے انھوں نے تمام قیدی اچھاں دیے۔ انھوں نے دہیل کے منہ میں چلتے دیکھا۔ گویا وہ انھیں چاہی تھی۔ جہاز پر سورج پیچے بیٹھ رہا تھا۔

"ارسے... یہ کیا؟" خان رحمان کے منہ سے نکلا۔  
"مک... پکھ اور نظر آگیا۔"

"من... نہیں... دہیل کا اور جہاز کا سیاہی لات  
ہر لمحے بڑھ رہا ہے۔"

"ہر کوئی... اس کا مطلب ہے... یہ دہیل نہیں۔ مک کی سوت میں عذاب کا فرشتہ تھا۔"  
"جی... کیا مطلب... کئی آوازیں اچھیں۔

"یہ مزا اللہ تعالیٰ نے انھیں دی ہے۔ کہ انھیں قہلا کا لقہ بنا دیا۔ درد نہ اتنے سے انہوں نے دہیل کا پیٹ ہرگز نہیں بھر سکا۔ یہ تو پورے جہاز کو نکل جائے۔ ... لیکن اب اس نے جہاز کی طرف بڑھنا چھوڑ دیا ہے۔ ... یہ لو... وہ پانی میں اتر رہی ہے۔ میرا خیال ہے... خان رحمان... اب تم اپنے راستے پر ہو تو  
"بہت بہتر"

جو... دیکھ لیں انکل... کہیں وہ پھر نہ سامنے آ جائے۔  
"اگر اسے سامنے آتا ہوتا... تو چیخے نہ ہٹتی... پانی میں خود نہ لگاتی۔"  
انھوں نے جہاز کا رخ پھر اس طرف کر دیا۔ وہ پھر آگے بڑھتے لگے۔ یہاں تک کہ اس مقام سے بھی آگے نکل گئے۔ جہاں انھیں دہیل نظر آئی تھی۔ میکن اب دہیل کہیں بھی نظر نہ آئی۔  
"یا اللہ تیرا شکر ہے۔"

ان سب نے کہا اور پھر ان کی آنکھوں میں آنبو آگئے۔ یہ شکرانے کے آندھے۔ واقعی اس وقت انھیں اللہ ہی نے بچایا تھا۔ اللہ کے سوا اس دہیل سے انھیں کون بچا سکتا تھا۔  
مسلسل پانچ دن کے سفر کے بعد انھیں ساحل کے آثار قبرانے لگے۔

"یہ... ساحل۔ اپکٹر جیش کے منہ سے نکلا۔" میں مطلقاً نہیں۔ اپکٹر کامران مزا نے چونکر کہ۔  
"آپ... آپ اسی ساحل کو دیکھ رہے ہیں۔"  
"یاں... دیکھ رہا ہوں۔"  
"یہ... تو اپنے مک کا ساحل نظر نہیں آتا۔"

”اہل ہم ضرور اس وقت چنگاپور میں ہیں۔  
من... نہیں... نہیں۔“

”خیر۔ ابھی ان سے بات کر لیتے ہیں...“ انھوں نے  
کما اور پھر آنے والوں کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے  
انھوں نے کہا:

”پکتان اور اس کے حامی ساتھی تو جناب دہیل چھل کے  
پیٹ میں اتر گئے... ایک دہیل مقابلے میں آگئی تھی:  
اور آپ لوگ کون ہیں... آپ کیوں کر دہیل سے پچ  
گئے۔“

”جی... وہ... بس... دہیل کا پیٹ بھر گیا تھا۔  
کیا کہا... دہیل کا پیٹ بھر گیا تھا... دماغ تو نہیں  
چل گیا۔“

”جہاز بر آنے والا عملہ انگریزی میں بات کر رہا تھا۔  
لہذا انھیں بھی انگریزی میں بات کرنا پڑ رہی تھی۔  
پوری بات چاہو۔“

سب نے ایکٹر جھشید کی طرف دیکھا۔ جیسے کہ ہے  
ہوں... آپ جواب دیں۔ انھوں نے ایک لمبے کے لیے  
سریا۔ پھر دلے:

”اہم سمندر میں بے یار و مردگار بھٹک رہے تھے۔“

”میرا بھی ہی خیال ہے... شاید ہم غلط سمت میں  
اگئے ہیں۔“

”ہرگز نہیں... ہم بالکل اسی سمت میں آئے ہیں، جس  
سمت میں جہاز کے ڈرائیور نے سونی کو مقرر کیا تھا:  
پیپ... پتا نہیں... پھر کیا چکر ہے۔“

ان سب کی نظریں ساحل پر جم سکیں... ساحل کے  
لوگ... پوری طرح جہاز کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔  
”جمشید... شاید ہم پھنس گئے۔“  
”ابھی پچھے نہیں کہا جا سکتا۔“

”بھر جو نہیں جہاز ساحل پر لگا... مقامی حکام جہاز  
پر آگئے... بلند آواز میں ان میں سے ایک نے کہا:  
”پکستان سلومن کو میرا سلام پہنچے... لیکن وہ نظر کیوں  
نہیں آرہے... اسی بارہ مال کیا آیا ہے۔“  
”لگ... کیا مطلب... پکستان...“ ایکٹر جمشید دھک  
سے رہ گئے۔

”کیا ہوا آیا جان۔“  
”ہمارے ساتھ بہت بڑا دھوکا ہوا ہے... خان رجمان  
جہاز کے ڈرائیور نے تھیں دھوکا دے ڈالا۔“  
”لگ... کیا۔“

لائچ پر... ایسے میں یہ جہاز نظر آگیا... ہم نے جہاز پر  
بنناہ لے لی۔  
”یہاں تک تو بات سمجھ میں آتی ہے... آگے کوئی  
اقصر نہ کہا۔

”پھر راستے میں وہیں نظر گئی... پکستان اور اس  
کے ساتھی دہیل کا شکار ہو گئے۔  
”لیکن کیسے... آپ لوگ کیوں پنج ٹکڑے  
پکا نہیں... یہ تو اللہ تعالیٰ جانتے یہاں کہ دہیل  
انھیں کھانا کیوں پسند کیا اور ہمیں کیوں کھانا پسند نہ  
کیا؟ انھوں نے کہا۔  
”کہاں کچھ چھی نہیں... تم لوگ ضرور کچھ چھپا رہے  
خیر... محکمہ سراغ رسالی تم لوگوں سے پوچھ کچھ کرے  
گا... تم زیر حوصلت ہو۔“

”لیکن جناب... ہمیں اپنے ملک کے سفارت خانہ  
ملک تو جانے دیا جائے؟“

”ضرور جانے دیا جائے گا... بشرطیک محفاہے ملک  
سے ہمارے سفارتی تعلقات ہوئے... ملک کا نام کیا  
پاک یعنی؟ وہ بولے۔  
”ہمیں... انھیں میرے دفتر لے چلو بھئی... اے

ہاں... ٹھہرو... ابھی ہم نے مال کے بارے میں تو پوچھا ہی نہیں  
دیکھا ہی نہیں... چلو چیک کرو۔  
اسی کے ماتحت جہاز پر پھیل گئے اور پھر تمام دیکھوں  
اور خود تو ہم کو لے آئے۔

”میں یہ کیا... ان کے ہاتھ پیر بندھے ہوئے نہیں ہیں۔۔۔  
اور نہ مٹڑا۔ اقصر نے حیران ہوا کہ کہا۔

”ہم نے لکھوں دیدے تھے... کیوں کہ سمندر میں ان کے  
فراد ہونے کا کوئی خطرہ تو تھا نہیں؟

”اگوں! اسی جہاز پر کوئی زبردست گزینہ ضرور ہو جائے  
ہے... مشریقِ دنگ... تم الپکٹر چارلی کو فون کر دو... دو  
گزینے دفتر آ جائے... جیسے وہ ان سے پوچھ گھو کرے  
کہا تو ان کے دماغ بہت جلد درست ہو جائیں گے۔

”اکھر الپکٹر پس نکرے میں لا کر بیٹھا دیا گیا...  
کچھ کچھ ہوا... ہمیں تو اپنے ملک پہنچا تھا  
اور پہنچے تھے ملک کا۔“

”دراصل... جو کے دراصل کو حالات کی تبدیلی کا  
علم ہو گیا... تھا... لہذا اس سے خان و م汗 کے آئے  
سے پہلے ہی جہاز کا رخ بدل دیا تھا، اور خان

کافی معقول ادمی لگتے ہیں۔ آفتاب نے جل کر کہا۔  
اس میں کیا شک ہے... آپ لوگ اپنے نام بتائیں  
گے یا مجھے خود انکلوانا ہوں گے؟

ہناموں میں ایسی کیا بات ہے... کہ ان کو بھی انکلوایا  
جاتے... انکلوانے کے لیے اور تھوڑی چیزیں ہیں۔ فاروق  
نے بھتنائے ہوئے لجئے میں کہا۔ اسے بہت غصہ آ رہا  
تھا۔ اچھی بھلی بھلی سب سائی بازی کا پانسہ بالکل پڑ کر  
دہ گیا تھا۔

تو پھر بتائیں جلدی... میرے پاس زیادہ وقت نہیں  
ہے۔" اسپکٹر چارلی نے کہا۔

"اوہر اچھا۔ یہ جان کر حیرت ہوئی۔ "اصفت کے  
لئے میں حیرت تھی۔

"یہ کہا۔ حیرت ہوئی۔" لیکن کس بات پر۔ اس کے  
لئے میں بھی وقت تھی۔

"یہ جان کر آپ کے پاس وقت نہیں ہے۔  
امارے ہلک میں تو پیزیر بے بھاؤ ملتی ہے۔" اصفت  
نے کہا۔

"کیا پیزیر بے بھاؤ ملتی ہے۔"  
وقت... اور کیا... وقت کی ہی تو بات ہو رہی

کے سامنے جب اس نے پرلا تو دراصل اس وقت اس  
ذ رخ چنگا پور کی طرف کیا تھا۔ اس وقت تو  
اسے دہمیں کا شکار بننے کا پتا نہیں تھا۔ اس نے  
تو یہ اس لیے کیا تھا کہ ہمارا جہاز پر قبضہ ہو جانے  
کے باوجود ہم ان کے یقیدی بن چکیں اور انھیں کوئی  
فرق نہ پڑے۔ اسپکٹر کامران مرزا نے ملدی جلدی کہا۔  
"مال! یہی بات ہے۔" اسپکٹر جمیشہ سے ہمراہ آہ بھر کی  
آدھ کھنٹے بعد وہی آفیسر اندر داخل ہوا۔ اس کے  
ساتھ ایک پولیس آفیسر بھی تھا۔

مشتری چارلی... یہ ہیں وہ مجرم... ساری حقیقت ان  
سے انکلوں اب آپ کا کام ہے... میں ذرا مال کے  
سلیکے میں صروف ہوں... آدھ کھنٹے تک آؤں گا۔

"اوہ کے سر۔" اسپکٹر چارلی نے کہا۔  
وہ تو چلا گیا۔ اسپکٹر ان کی طرف مردا...  
پہلے تو میں تم لوگوں کے نام جانتا چاہوں گا۔  
اس سے پہلے آپ ان صاحب کا نام بتائیں... وہ  
ایسی ابھی نہیں تھیں۔

یہ ہمارست عزیز بھارت کے سینکڑوں نوئی گارڈن  
کیوں... کیوں ڈاں نہ کہا۔

”پتا نہیں... آپ لوگ کس قسم کے ہیں... بات کو ادھر ادھر لے جاتے ہیں... میں بھاگ کر رہا تھا کہ اپنے نام بتائیں... اور آپ پتا نہیں کیا ہے۔“  
”لے بیٹھنے کی بھی ہماری عادت خامی ہے... اور کھنڈیں تو پان چھاییں ہی لے بیٹھنے ہیں۔“ فاروق بولا۔  
”یہ کیا چیزیں ہیں؟“  
”بہت عجیب اور منے کی... کسی دن آپ کو کھنڈیں لے گئے۔“

”آپ لوگ شاید باتوں کے بھوت نہیں ہیں... آپ کے لیے ڈنڈوں کا استعمال کرنا پڑے گا؛  
بھی نہیں... میرا نام انپکٹر جمیش۔“ انپکٹر جمیش بولے۔  
”کیا کہا... انپکٹر جمیش... کیوں مذاق کرتے ہیں؟“  
”اس میں مذاق کی بھلا کیا بات ہے جناب... میرا نام انپکٹر جمیش ہی ہے۔“

”اور ہم محمود، فاروق اور فرزانہ ہیں۔“  
”اور ہمیں ہوں انپکٹر کامران حمزہ... یہ ہیں آفتاب آصف اور فتحت... باقی ہے ہیں ہمارے ساتھی... خان رحمن، پروفیسر ماؤن... اور شوکی برادرز...“

”ایک منٹ... ایک منٹ...“ اس نے الجن کے عالم میں لہا... پھر وہ تیزی سے اٹھا اور باہر تکل گیا... جلد ہی اس کی واپسی ہوئی... اس کے ہاتھ میں ایک فائل موجود ہی... وہ جلدی جلدی فائل کے درق اللہ رحمۃ اللہ علیہ اسی عالم میں وہ کرسی پر آ کر بیٹھ گیا... اب اس کی نظری ک پر جویں تھیں... آخر اس کا منہ کھلا۔

”اس میں شک نہیں کہ آپ لوگ وہی ہیں... جو نام پتے بتائے ہیں... لیکن آپ کو یہاں دیکھ کر بہت سرت ہو رہی ہے...“ سربانی فرمایا کہ پوری کہانی سننا ہے... اس وقت ہم آپ لوگوں کے بارے میں غور رہیں گے۔

انپکٹر جمیش نے چند لمحے سوچا اور پھر ساری کہانی ستائی... صرف یہ بتایا کہ وہ جان چکے ہیں... انھیں کس دل کے صدر نے کہہ سونپا تھا... ان کی کامل کہانی سننے والپکٹر چارلی سوچ لیکہ دُوب گیا... آخر اٹھتے ہوئے بولا:

”یہ معاملہ بہت الجھن والا ہو گیا ہے۔“

”کیوں... کیا آپ کے ہلک میں یہ تجارت پوری چھپے رکھتی ہے...“  
”نہیں... ہم یہ کام اعلانیہ کرتے ہیں... پوری دنیا“

”ابھی بات ہے... یونہی سی۔“  
 ”آپ لوگ فرار ہونے کی کوشش نہیں کریں گے...  
 ملٹری اور پولیس کو آپ کے بارے میں یہ ہدایات میں  
 جا چکی ہیں کہ جب تک آپ لوگ فرار ہونے کی کوشش  
 نہ کریں... آپ کو کچھ نہ کہا جائے... لیکن اگر فرار ہونے  
 کی کوشش کریں تو فوری طور پر گولی چلا دی جائے۔“  
 ”شکریہ! ہم سمجھ گئے۔“

”اب میں چلتا ہوں... شام کو ملاقات ہوگی۔ اطلاع  
 عرض کر دوں... اب یہ ساری عمارت ملٹری کے زیر دست  
 گھیرے میں ہے... طیارہ شکن توپوں پر بھی آدمی بیٹھ  
 گئے ہیں... شہر کی فضा پر ہیلی کا پڑھ چکر رکارہا ہے۔  
 کوئی بھی ہنگامی صورت ہوئی تو بھون کر رکھ دیا جائے  
 گا... لیکن فرار نہیں ہونے دیا جائے گا۔“

”بین الہ اور نہ ڈرامیں... ہم لوگ بھلے ہی دل  
 کے بہت مکروہ ہیں...“ شوکی نے کھبرا کر کہا۔

اس نے بڑا سامنہ بنایا اور نکل گیا...  
 ”یہ ہم کس مصیبت میں پھنس گئے۔“ پروفسر داؤڈ  
 بڑھا کر

”اللہ کی مریضی... ہم کہ ہی کیا سکتے ہیں؟“ اشFAQ

جانشی ہے... ہمارے ملک میں عورتوں کی منڈی ہے...  
 جہاں عورتوں کی خرید اور فروخت ہوتی ہے... یا پھر  
 جہاں دینا بھر سے عورتیں انداز کر کے لائی جاتی ہیں۔  
 ہمارا ملک زیادہ بڑا تو نہیں۔ بلکہ ہمارے ملک کی  
 مدد بڑے بڑے ہاک کرنے کے لیے تیار ہیں... اس لیے  
 کہ ہم ان کی بہت بڑی ضرورت پوری کرتے ہیں۔“

”ہوں... میں سمجھ گیا... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں...  
 انپکٹر کامران مرا باولے... سماقہ میں انپکٹر جسے بھی  
 مسکراتے ہیں...“  
 ”کیا سمجھ گئے؟“

”یہ کہ ہمارا ملک آپ کے ملک پر کوئی دباو  
 ڈالنے کی پوزیشن میں نہیں ہے... یعنی آپ چاہیں تو  
 ہمیں ہمارے ملک کے حوالے نہ کریں... یہی بات ہے  
 تا...“ انھوں نے کہا۔

”ہاں! لیکن ابھی ہم اس بات کا فیصلہ کریں گے۔“  
 کہ آپ لوگوں کا کیا کیا کیا جائے... آپ کے بارے میں  
 اچ شام بڑے آفیسرز کی میٹنگ ہوگی... اور آپ کا  
 موجودگی میں ہوگی... جو بھی فیصلہ ہوا... اسی پر عمل  
 کی جائے گا۔“

نے کہا۔  
”اب شام کو یہ لوگ نہ جانے کیا فیصلہ کرتے ہیں؟  
اصف نے کہا۔

”بھئی... تم لوگ اپنے بارے سوچ رہے ہو۔ جبکہ  
میں ان عورتوں کے بارے میں فکر نہ ہوں... میں نے  
تو انھیں خوشخبری سنائی تھی کہ انھیں ان کے گھر  
پہنچا دیا جائے گا... اب وہ کیا سوچ رہی گول گی...  
اور پھر ان میں ہمارے اپنے ملک کی عورتیں بھی  
شامل ہیں۔“

”وہ ہمیں گرفتار حالت میں اپنی آنکھوں سے دیکھ  
چکی ہیں... انھیں بھی معلوم ہو گیا ہے کہ ہم اپنے  
ملک کی بجائے... اس ملک میں آگئے ہیں... جہاں کہ  
انھیں نایا جانا تھا۔“

”کم از کم... میں ان کو رہائی ملائے بغیر یہاں سے  
نہیں جاؤں گا۔“

”وہ تو شاید اب تک منڈی میں بھی پہنچ چکی ہوں  
گی...“

”اوہ نہیں... اس قدر جلدی نہیں... ابھی تو وہ  
یہاں آئی ہیں... سفر کی تھکن سے نہ ہمال ہیں... وہ

تو انھیں تردود تازہ بنا کر پیش کرتے ہوں گے:  
”اُف ماںک... اس دنیا میں کیا کچھ ہوتا ہے؟  
”میرا تو مارے پریشانی کے بڑا حال ہے... کچھ  
بجھائی نہیں دیتا۔“

”بھئی عقل لڑاڑ... خور کرو... فکر کرو... پریشان ہوتا  
مسئلے کا حل نہیں ہے...“ پروفیسر داؤڈ بولے۔

”ماں! یہ تو ہے۔“  
وہ سب سوچ میں ڈوب گئے... اور پھر شام کے  
چھ بجے دروازہ کھلا۔....

ہیا ہم منڈی میں نہیں جا سکتے۔" اسپکٹر جھثید نے کہا  
، ضرور جا سکتے ہیں... لیکن عورتوں کو آزاد نہیں  
کر سکتے... یہ قریب قریب تاہمکن ہے۔"  
، آخر لیکوں...، اسپکٹر کامران مزرا بولے۔  
اس لیے کہ ہمارے یہاں کے انتظامات اسی اس  
تم کے ہیں:

"اگر ہم انھیں آزاد کرائیں... تو یہ خان رحمان نے  
منہ بنایا۔

"تو عورتیں آپ لے جا سکتے ہیں... لیکن یہ سُن لیں  
منڈی میں کوئی بھی غلط حرکت کی گئی تو اس کا انجام  
موت ہو گا؛"  
شکریہ! ہم دیکھیں گے کہ ہم وہاں کیا کر سکتے ہیں  
اور یہاں کہ سکتے ہیں؟"

"آپ آپ جو کچھ بھی کریں گے... اپنی ذستے داری پر  
کیلیں گے... حکومت کا حکم یہ ہے کہ اگر آپ لوگ ہمارے  
کی معاملے میں ٹھوٹ اندازی نہیں کرتے تو آپ کو کچھ  
نہ کہا جائے... اگر لاتے ہیں تو اپنے ملک کا قانون  
پوری طرح استعمال کیا جائے؟"

"بہت خوب... بات واضح ہو گئی... ایک بات یہ  
سکے گا۔"

## خفیہ عمارت

ٹھیک چھپے تجھے اسپکٹر چارلی اندر داخل ہوا۔ اس کے  
چڑھے پر دوستادہ مسکراہٹ سقی...  
، آپ لوگوں کے بارے میں حکومت کی بات حکومت  
سے ہوتی ہے... آپ اگر اپنے وطن جانا چاہیں، تو  
جا سکتے ہیں؟"

"جی... کیا مطلب؟"  
، اب آپ پر کوئی پابندی نہیں... پوری طرح آزاد  
ہیں؟ اسپکٹر چارلی بولا۔  
، تب پھر ہم یہاں کچھ دن سیر و تفریح کر کے جائیں  
گے؟"

"لیکن آپ لوگ ان عورتوں کا خیال دل سے نکال دیں،  
آپ انھیں آزاد کرنے کے چکر میں ہیں... ایسا نہیں ہو  
سکے گا۔"

بھی معلوم ہوئی کہ ہماری حکومت کے آپ کی حکومت سے دوستاز تعلقات ہیں۔ اسپکٹر جمیش نے حیران ہو کر کہا۔

”یہ آپ کی غلط فہمی ہے۔“

”وہ کیسے؟“ پروفیسر داؤڈ نے ٹونک کر کہا۔  
”ایسے کہ آپ کی حکومت نے ہمی دوسری حکومت کے ذریعے ہماری حکومت سے بات کی تھی۔ ہماری حکومت تو آپ کی حکومت سے بات تک تھے کہ یہ سیار نہیں ہے۔“

”کیوں؟“

”اس یہے کہ آپ کی حکومت اس تجارت کے بہت خلاف ہے۔“

”اور ہونا بھی چاہتے۔“

”جب کہ ہماری حکومت چل ہی اس تجارت کی بنیاد پر رہی ہے۔“

”اللہ اپنا رحم فرمائے... اور کوئی آپ کو منیں یوچتا۔“

”نہیں! بڑے بڑے ملکوں کے بڑے بڑے لوگ ہماری منڈی میں آتے ہیں۔“

”اُن ملکوں! ان میں سے کوئی ایک کے منہ سے نکلا۔“

”دروازے اب آپ کے لیے کھلے ہیں... کوئی پابندی نہیں... آپ جہاں چاہیں جا سکتے ہیں...“

”ہم اپنے ملک سے دولت یہاں منتگرا سکتے ہیں۔“

خان رحمان نے کچھ سوچ کر پوچھا۔

”ضرور... کیوں نہیں؟“

”شکریہ؟“

ادرود اس جگہ سے باہر نکل آئے... سب سے پہلے ایک پبلک فون بوکھہ پہنچے... خان رحمان نے اپنے بینک میخبر کو فون کیا... اسپکٹر جمیش نے بھی اور اسپکٹر کامران مزرا نے بھی اپنے بینک میخبر سے فون پر بات کی... پروفیسر داؤڈ نے بھی الیا ہی کیا... شوگر برادرز کے بینک میں تو تھا ہی کیا...“

دو گھنٹے بعد وہ ایک بینک میں پہنچے... میخبر نے اٹھ کر ان کا استقبال کیا اور یو لا:

”آپ کے چیک تیار ہیں؟“

”یہاں سے منڈی کس طرف ہے... اور کتنے فاصلے پر؟“

”آپ کا مطلب ہے... گورتوں کی منڈی۔“

”جی ہاں؟“

ہاں ایسے تو ہے:

سب تو آپ اپنی یہ ساری دولت یہی تاریخی کے بہتر ہو گا کہ اس کو لے کر سیدھے منڈی پچے جائیں اور اس دولت سے بیس تیس عورتیں خریدیں ہیں۔

بیس تیس صرف۔

ہاں اس دولت سے تو بیس تیس عورتیں ہی خریدی جاسکیں گی۔

ارے باپ رے... اس قدر قیمت میں فروخت ہوتی ہیں... حیرت ہے:

قیمت چیز دیکھ کر لگانی جاتی ہے نا... اس نے بینش کر کہا۔

میر بانی فرم ا کہ جوئے خانوں کے پتے بھی لکھوا دیں۔

میر انتہا نہیں... یہ حاجت نہ کریں۔

آپ پتے لکھوڑا دیں۔ ایک جشید نے کہا۔ اس نے پتے لکھوڑا دیے...

ایک بات اور... آج جو عورتیں لائی گئی ہیں... انھیں منڈی میں کس وقت لایا جائے گا؟

گل سے پہنے نہیں... کیوں کہ سفر میں ان کی

اس نے راستا بتا دیا۔ ...

”یہاں کچھ بڑنے جوئے خانے بھی ہیں۔“

”ہاں! یہاں تو دن رات جوا ہوتا ہے... اور قانوناً ہوتا ہے... تھوئے پر کوئی پابندی نہیں ہے۔“

”آپ کے خیال میں... یہ جو دولت ہم نے اپنے علاک سے منگوانی ہے... اس سے ہم کتنی عورتیں خرید سکتے ہیں؟“

”اوہ! تو آپ عورتیں خریدیں گے۔ اس کا بچے میں خیرت بھی۔“

”ہاں! اگر ہو سکا تو؟“

”اور اس سے پہنے جوا کھیل کر اس دولت میں اور اضافہ بھی کرنا چاہئے ہیں۔“

”ہاں!“

”آپ کا یہ خواب پورا نہیں ہوگا۔“

”وہ کیوں؟“

”پہلی بات تو یہ کہ یہاں کے جواری میں الاقوامی چالاک قسم کے جواری ہیں... ان کے آگے دوسرے جواریوں کی دال نہیں گلتی... آپ تو شاید عادی جواری ہیں بھی نہیں۔“

حالت بہت خراب ہو جاتی ہے۔  
”ہوں! بہت بہت شکریہ۔“

اب انھوں نے جوئے خالوں کا رخ کیا...  
”کیا آپ واقعی جوا کھیلیں گے؟“

”ان عورتوں کو بچانے کے لیے اب ہمارے پاس  
حرفت دو راستے ہیں... ایک تو یہ کہاں کھیل کر اس قدر  
دولت جیت لی جائے کہ اور کوئی دولت مدد عورتیں  
خریدنے کے قابل نہ رہ جائے ... اور دوسرا طریقہ ہے  
رڑائی بھردائی کا... رڑائی بھردائی والے طریقے میں اصل  
مثال ہے عورتوں کو نکال لے جانے کا... ہم لوگ  
نکل جائیں گے... عورتیں پھر بھی رہ جائیں گی... لہذا اس  
کیوں نہ اس علاج کے قانون کے مطابق پہلے عورتوں  
کو حاصل کیا جائے ... اور اس کے بعد اس پوری  
 تنظیم سے ٹکرایا جائے۔“

”جی... کیا مطلب... تنظیم سے؟“

”ہاں! یہ تنظیم اس علاج تک ہی نہیں ہے، لہتی  
اور علاقوں تک بھی پھیل ہوئی ہے... سہیں اس کی جزوں  
تک پہنچنا ہو گا۔“  
”ویری گز... یہ ہونی نابات!“ خان رحمان نے

خوش ہو کر کہا.  
وہ ایک بڑے جوئے خانے میں داخل ہوئے... یہاں  
ہر طرف میزوں پر دولت کے انبار بنتے تھے... پہلے انھوں  
نے گھوم بچھر کہ کھینچنے کے تمام طریقوں کا جائزہ یہاں  
بچھر چند چیک کیش کرنے کا  
بھی انتظام تھا... دولت کے چیک لیئے جا سکتے تھے  
اور چیک دے کر دولت لی جا سکتی تھی... میزوں پر  
چیک بھی نظر آ رہے تھے... گریا چیکوں کے ذریعے  
بھی کھیلا جا سکتا تھا... لیکن اس کے لیے شرط یہ  
تحریر تھی کہ بنک میکنر تصدیق کریں گے... اور یہ تصدیق  
اس جوئے خانے کا میکنر لیتا بھا... پھر وہ چیکوں پر  
اپنے دستخط کر دیتا بھا... اس کے بعد وہ چیک بھی  
یہاں پہنچنے تھے...“

تو پھر انہوں نے بہت بڑے داؤ لگائے... اور یک دم وہ جیت لگئے... ان کی اس جیت کو جواریوں نے ایک آفقة بھاگا... اور پھر بڑے داؤ لگائے گئے... وہ پھر جیت لگئے... اب مقامی جواری چونکے اور انہوں نے خوب سنبھل کر لھینا شروع کیا... لیکن اس وقت تک وہ کھیل کے داؤ پیچ خوب بھاگ کے تھے... لہذا ان کی دال نہ گلنے دی... اور مقامی جواری نارتے چلے گئے... یہاں تک کہ اس جوا خانے کے تمام جواری خالی ہو گئے، انہوں نے جوستے خانے کے مالک سے قرض پر قرض لیا... لیکن پھر بھی ہار گئے... اب جبکہ جوانے خانے مالک کو مقابلے پر آتا پڑا... لیکن وہ بھی ہارتا چلا یا... ایک لگھنے کے اندر اندر سارے شہر میں یہ خیشہ شور ہو چکی تھی... کہ چند غیر ملکی جواریوں نے ملکی جواریوں کے پیچھے چھڑا دیا ہے... اور انہیں بالکل خالی کر دیا ہے... اب انہوں نے دوسرے جوستے خانے کا رخ کیا... ان کی شہرت ان سے پیچے داں پیچھے چکی تھی... لہذا جواری بھی خوب سنبھل انہیں کھینا ولینا نہیں (آتا)... جب انہوں نے دیکھا کہ وہ یہ بات اپنی طرح ان کے ذہنوں میں بھٹا پککے ہیں لوگوں نے یہ ضرور محسوس کی کہ وہاں کے جواری یہ ایمان

جھشید نے ایک میز کا رخ کیا... اپنکا کامران مرزا نے دوسری کا... اور خان رحمان نے تیسرا کا... چار بچے ایک میز پر، چار دوسرے پر اور دو بچے اور پروفیسر حبیب تیسرا پر نگرانی کے لیے مقرر ہو گئے... پروفیسر داؤ نے ایک سختا سا آلہ نکال کر اپنے کافروں کے پاس لگایا... یہ آلہ بے کار چیز بھکر کر ان کا جیپ میں ہی رہنے دیا گیا تھا... درستہ بے ہوشی کے دریان لوگ محمد کا چاقو تک نکال لیا گیا تھا...

اور پھر جوا شروع ہوا... شروع میں ہمتوں نے جھپٹے داؤ لگا کر بھرپور حاصل کیا اور کئی بار ہارتے چلے گئے پھر وہ سنبھل کر لھینے لگے... کئی بار ہارتے اور کئی بار چلتے... اتنی دیر میں انہوں نے اور بھرپور حاصل کر لیا... اب انہوں نے بڑے داؤ لگائے... لیکن ایک بار پھر ہار گئے... یہ بازی بھی وہ جان بوجھ کر ہارتے رہتے... اپنے پروگرام کے مطابق ہی وہ کھیل رہے ہیں یہ بات بھٹا پککے تھے... کہ وہ اناڑی ہیں، اور انہیں کھینا ولینا نہیں (آتا)... جب انہوں نے دیکھا کہ وہ یہ بات اپنی طرح ان کے ذہنوں میں بھٹا پککے ہیں

رقم کا شیئن :-

بھارے دس روپے مھارا ایک روپیہ برابر سمجھا گا... گویا تم جتنی رقم داؤ پر لگاؤ گے، تھیں سے دس گنا لگانا پڑے گا... کیا اس شرط پر تھیں کھیلانا پسند کرو گے؟

اس شرط پر ہمیں منظور ہے۔“ انھوں نے خوش رکھا۔

ایک بارہ پھر مقابلے شروع ہو گئے... اب یہ اور  
نی خیز ہو گئے تھے... اس لیے کہ مقابلہ ایکس اور  
کا تھا... ہر داؤ بید ایکس وس گنا رقہ لکھنا پڑ  
تھا... تاہم یہاں بھی ان کا ہی پتہ بھاری رہا...  
مقابلی جو کوئی نے منہ کی کھانی... ۰

اب ان کے پیاس دولت کا ایک اینار جمع ہو گیا  
... وہ اس ایسا کو لے کر بنک پہنچے ... اس وقت  
یعنی بھی خبریں چکا سمجھا اور پھر وہ اس کے  
پہنچے تو وہ اخفیں اس طرح اُنکھیں پھٹاڑ پھٹاڑ  
دیکھ رہا سمجھا ... جیسے وہ کسی دوسری دُنیا کی

۱۰۰

نہیں تھے... کسی نے بھی بے ایمانی نہیں کی.... اور  
انھیں تو بے ایمانی کرنا ہی نہیں آتی تھی... دوسرا  
جواہار بھی خالی ہو گیا... اب ان کی شہرت پر  
لگا کر اڑ گئی... اور وہ آن کی آن میں سارے شہر  
میں مشور ہو گئے... تینسرے جو نے خداوند کے جواریوں  
نے ان کے ساتھ کھینچنے سے انکار کر رکھا قرانپکھ  
جمشید نے اعلان کیا :

”اگر یہ بات ہے تو ہمارے بچوں سے مقابلہ کرو۔  
بچوں سے کھینچنے کے لیے وہ لوگ تیار اور مکمل  
ان کا خیال رکھا کہ بچوں کو تو وہ بہت جلد خالی  
کر دیں گے... لیکن ان کا یہ خیال سرفہرست غلط کی طرح  
غلط ثابت ہو گیا... بچوں نے اپنی اپنی میز پر  
انھیں وہ نگفت دی کہ ان کی آنکھیں کھل گئیں  
وہ اصل وہ اس سے پہلے بغور ہر بات کا جائزہ لیتے  
رہے تھے... اس جوئے خانے کو خالی کرنے کے  
بعد انہوں نے اسکے جوئے خانے کا رخ کیا، لیکن  
وہاں کے جواریوں نے کاؤں کو ٹاٹھہ لکھایا... اس  
پر انپکٹر جشتیہ نے اعلان کیا :  
”مقابلہ ایک اور دس کا ہو جائے... برابر برابر کی

اپ... اپ آخر ہیں کیا چیز؟  
اس بات کو چھوڑتے... نہ رقم لگوائئے اور ہیں ان  
کے چیل دے دیجئے۔  
میخ بر کو اپنا سارا عذر اس کام پر لگانا پڑا... کئی کھٹکے  
سلک لگتی ہوتی رہی... اور آخر اپنی بہت سے چیل  
دیے گئے...  
اب آپ کا کیا خیال ہے... ہم ان گورتوں کو

خرید سکتے ہیں یا نہیں؟  
اب تو آپ ہمار آنے والی کئی بار کی غورتوں  
کو خرید سکتے ہیں۔ اس نے کہا۔  
”بہت بہت شکریہ... ہم ابھی اور اسی وقت منڈی  
جا رہے ہیں... دیے منڈی کے کوئی اوقات ہیں یا  
نہیں؟“ انھوں نے پوچھا۔

”باہل ہیں... صبح نہ تا بارہ اور ہیں... پھر تمام  
دن منڈی نہیں لگتی۔“

”گویا آج کا دن تو گزر گیا ہے... یوں بھی اب  
وہ عورتیں کل پیش کی جائیں گی... لہذا ہم اب کل  
ہی وہاں جائیں گے۔“

”اب وہاں کم ہی لوگ خریدنے آئیں گے؛ میخ  
انھیں یہ بات سمجھادی کہ ہمارا سے گورتوں کو

مکایا۔

”کیوں؟“

”زیادہ تر خریداروں کو تو آپ لوگوں نے کنگال  
کر دیا ہے... دوسرے بلکوں سے آنے والے الجہتہ والے  
ضرور جائیں گے... لیکن آپ ان سے بہت زیادہ دام  
لگا سکتے ہیں... اب آپ اس پوزیشن میں ہیں:  
”شکریہ؟“ وہ مسکلتے۔

دوسرے دل دہ نہ بچے منڈی پیش کئے... منڈی  
کے ایک طرف ایک بڑا اور اونچا سا سیچ بنا تھا...  
سامنے کریاں تھیں... ان کریوں پر خریدار بیٹھے تھے،  
انہوں نے پہلے ہی آگئے تھے... ابھی سیچ پر کوئی  
ستین تھا... پھر ملوہ کا ایک دروازہ کھلا اور عورتیں  
اندر آنے لگیں... ان کے ہاتھ کمر کے چیلے بندھے ہوئے  
تھے... منڈی کے چاروں طرف فوج کا پڑہ تھا۔

چاروں کو نوں کہ تو پیں ملک نصب تھیں... منڈی کے  
اندر بھی جگہ جگہ جلکہ سیچ فوجی کھڑے تھے... منڈی کافی  
لبی چوڑی تھی... اس کی فصیل پر بھی مسلح فوجی نظر کئے  
اس قدر بڑی تعداد میں فوجی اور سخت انتظامات نے  
ہی وہاں جائیں گے۔

نکال لے جانا واقعی قریب ناممکن تھا... ان پر چاروں طرف سے نہایت آسانی سے قاترگ کی جا سکتی تھی، جواب میں فوجی بالکل محفوظ رہتے... کیوں کہ وہ اپر بھی اور نیچے بھی مورچوں میں تھے... اخنوں نے دیکھا... یہ وہی عورتی تھیں... جنہیں وہ یہاں تک لانے کا سبب بن گئے تھے... یہ پاکل تازہ مال آتا ہے... ایک الٹے کوسا من لایا چائے گا... اور بولی دی جائے گی... سب سے پڑھ کر بولی دینے والے کے نام ہی بولی ختم ہےگی، نقد پیسے وصول کیے جائیں گے... اس شر کی ایر پورسک مک اس عورت کو پہنچانا ہماری ذمے داری ہوگی، بلکہ جہاز پر سوار کرنے مک... اس کے بعد ہماری ذمے داری ختم ہے:

یعنی پھرے لےے قد کے ایک بھارتی بھرم کم آدمی نے اعلان کیا اور پھر ایک عورت کو لایا گیا: "ہم چوں کہ ان سب سے وعدہ کر پچھے ہیں... اس یے سب کی ہی بولی دینا پڑے گی۔" ان پرست جمیش نے کہا:

"ٹھیک ہے جمیش"

بولی شروع ہوئی... اخنوں نے بولی میں حصہ لیتا شروع کیا... ان سے کوئی آگئے نہ بڑھ سکا... لہذا عورت کی بولی ان کے نام چھوڑ دی گئی... اس طرح آہستہ آہستہ ایک ایک کر کے تمام عورتیں ان کے نام چھوڑ دی گئیں... ہر عورت کی قیمت ان سے ساتھ ساتھ وصول کی گئی... ساتھ میں وہ اپنی دولت کا جائزہ بھی لیتے رہے... لیکن وہ ابھی بے تحاشا موجود تھی، کچھ تو اخنوں نے بھی اپنی تمام دولت اپنے گھروں سے یہاں منتگوا لی تھی... اس سے کئی سو گنا اخنوں نے جوئے سے اکٹھی کی تھی... آخر تمام عورتوں کی بولی ہو گئی... اس میں اس صدر کی بیوی بھی شامل تھی... سب عورتوں نے جب ان سب کو دیکھا تو وہ کھل ٹھیں...

"ہم سوچ بھی نہیں سکتی تھیں کہ آپ لوگ گرفتار ہو جائے کے بعد بھی یہاں آ سکیں گے؟" صدر کی بیوی نے کہا:

"بس یہ اللہ کا احسان ہے... اب ہم یہاں سے روانہ ہوں گے... پہلے ہم آپ سب کو اپنے ملک لے جائیں گے... وہاں سے آپ سب کے گھروں میں"

"بہت خوب"

وہ منڈی سے باہر نکلے... مٹڑی کے جوان ان کے گرد چل رہے تھے... ایسے میں ان کے سامنے انپکٹر چارلی آگیا:

"آپ لوگوں نے جو کام تھا کہ دھکایا... ہمارا جوتا ہمارے ہی سرمار کر یہاں سے دھنست ہو رہے ہیں... جان گیا میں تو آپ کو:

"کبھی آپ ہمارے ملک آئئے... آپ کو اور جو منوانے کی کوشش کریں گے؟ فاروق مسکرا کر بولا۔  
"ضرور ضرور... کیوں نہیں؟"

"یہ لوگ ہمیں ایر پورٹ تک پہنچائیں گے... کیا ہمیں وہاں کوئی جہاز مل جائے گا؟"

"ہاں... کیوں نہیں... آپ کی جیب میں کرایہ ہوتا چاہیے... ہر وقت جہاز مل سکتا ہے۔ اور جیسیں تو ایسی تک آپ کی بھری ہوئی ہیں؟"

"انپکٹر چارلی... میری ایک درخواست ہے: ایسے میں انپکٹر جیشید نے مجیب سے اہماز میں کہا۔

"فرمائیں:

"آپ بھی ہمارے ساتھ ایر پورٹ تک چلیے۔ یہاں

وغیرہ کے سلسلے میں آپ ہماری مدد کریں:  
"ضرور... کیوں نہیں، یہ تو میری ڈیلوی ہے، اس نے کہا۔

"شکر ہے: وہ باتے۔

آخر وہ ایر پورٹ تک پہنچ گئے... چارلی کو یہاں کے یہ پیسے دے دیے گئے... ان کے لیے پورا ایک جہاز لیا گیا... اور پھر چارلی ان کے پاس آیا:

"آپ کا جہاز تیار ہے:

"مٹڑی چارلی... یہ چیک وصول کر لیں:

"یہ... یہ... یہ کیا؟ وہ دھک سے رہ گیا۔

"مٹڑی چارلی... جو حرام ہے... ہم جوئے کی کہاں نہیں کھا سکتے... ہم صرف وہ رقم یہاں سے لے کر چاہیے ہیں... جو ہم نے اپنے ملک سے منگوانی تھی، پاکی قائم رقم واپس آپ کے حوالے کر رہے ہیں... آپ اس کا کیا کرتے ہیں... آپ جائیں... چلیے سرکاری خزانے میں جمع کر دیں... چاہے ان جواہروں کو واپس کر دیں... چاہے خود رکھ لیں:

"آپ... آپ جانتے ہیں... کیا کہ رہے ہیں... اور یہ رقم کتنی ہے؟ اس نے کاٹ کر کہا۔

”پھیں اس سے غرض نہیں... یہ کتنی ہے... ہم تو صرف یہ جانتے ہیں کہ یہ جوئے کی کمائی ہے... اور تا جائز ہے... یہ تو ایک مجبوری بھتی... کہ ہمیں یہ کام کرتا پڑتا... کیوں کہ اس کے سوا راستا ہی کوئی نہیں، حتاً... اور مسئلہ تھا عورتوں کو چھپڑا بخے کا اور انھیں ان کے گھروں تک پہنچانے کا؛“  
”آپ لوگ تو بالکل پاگل ہیں“ وہ بول اٹھا، ”ہاں! ہم پاگل ہیں... آپ یہی کو لیں... ہمیں کوئی اعتراض نہیں：“

چیک اس کے ہاتھوں میں سفرا کر وہ جہاز کی طرف چل پڑے... ان پکڑ چارلی پتھر کا بٹ بنا ان کی طرف دیکھ رہا تھا... شاید وہ یہ خسوس کر رہا سفرا کر اس قسم کے لوگوں کو وہ زندگی بھر نہیں دیکھ سکے گا اور وہ جہاز پر سوار ہو گئے...  
”مبارک ہو میری بہنو! ہم تمھیں اس دوزخ سے نکال لائے۔“

”آپ... انسان نہیں... فرشتے ہیں: کئی حور یہیں بولیں،“... آپ ہمیں انسان ہی رہنے دیں... شکریہ فاروق نے لگھرا کر کہا۔

اپنے ملک پہنچ کر وہ سیدھے ایران صدر پہنچے... ان تمام عورتوں کو بھی ساختہ لے گئے... اخباری غایبیوں کو بلا یا گیا... ان میں غیر ملکی بھی تھے... ان سب کو ساری کمائی سنائی گئی... پھر ان عورتوں کے گھروں میں فون کیے گئے... ان کی واپسی کا سامنا کیا گیا... اس کام میں انھیں دو دن لگ گئے... دو دن بعد وہ پانچ گھر کی طرف روانہ ہوئے... صرف صدر کی بیوی کو وہ نہیں بھیج سکے تھے... اس کے ملک کا نام الگچہ انھوں نے منوم کر دیا تھا... لیکن وہ اسے بھیج نہیں سکتے تھے... اس لیے کہ اس صورت میں اس ملک کے جاہوں اپنیں ختم کرنے کے چکر میں پڑ جاتے...“

”میری ایک تجویز ہے،“ ایسے میں فرزانہ نے کہا۔  
”لوگ وہ کیا؟“  
”اصلی ہم گھر نے لے جائیں... بلکہ کسی خفیہ مقام پر پہنچا دیں،“ ان کے ساختہ ہیں گے... آپ گھر جائیں... اور وہ انھیں کہ ان کو یعنی کون آتا ہے،“

اب تک انھیں اطلاع تسلی ہی چکی ہو گی：“  
”سوال یہ ہے کہ ہم انھیں گھر کیوں نہ لے کر جائیں... ملک کا نام تو ہم معلوم کر ہی چکے ہیں：“

۳۶۴  
”ایسی حالت سے کیا مراد؟“

”جس طرح کھڑے ہیں... مطلب یہ کہ کوئی سہیار نکالنے کی کوشش نہ کریں... نہ کوئی اور حرکت کریں، ان کی ہدایت یہی ہے۔“

”اپھی بات ہے: انھوں نے کہا اور اندر قدم رکھ دیے... خان رحمان اور پروفیسر داؤڈ مجھی اندر داخل ہو گے... ساتھ ہی دروازہ بند کر دیا گیا، اب تک انھوں نے دیکھا... اندر وس کے قریب خندے موجود تھے... لیکن یہ وس کے وس غیر ملکی تھے... غاباً بازن طبقی تھے...“

”ارے... ان کے ساتھ تو وہ خاتون نہیں ہیں: کس خاتون کا ذکر کر رہے ہیں آپ لوگ: اپکر میں آئیں۔“

جمشید بھی سکون آوانہ میں یوں کہا: ”جس کو لانے کی ٹیکوٹی آپ کے ذمے نگانی لگئی بھتی۔“

”وہ خاتون اپکر ہیں... لیکن ہم آپ کے حوالے انھیں کس طرح کر دیں... یہ سکتا ہے... آپ انھا کرنے والوں میں سے ہوں... اور انھیں پھر سے افرا کرنا چاہتے ہوں۔“

”انھیں دوبارہ بھی تو انخوا کرنے کی کوشش کی جا سکتی ہے: راودہ ہاں! اس بات کا امکان ہے... فرزانہ کی تجویز پر ہی عمل کرنا پڑے گا:“

”تو پھر چلیے...“ اپکر کامران مرتضیٰ بولے۔ صدر کی بیوی کو خفیہ اڈے پہنچ لایا گیا... چھوٹی پارٹی کو اس کے پاس چھپوڑا گیا... اور پھر وہ گھر پہنچے... اپکر جمیشید نے دستک دی... پھر جو حصہ انھوں نے قدموں کی آواز سنی... وہ پونک اٹھے...“

”اندر ضرور خطرہ ہے... اپکر کامران مرتضیٰ اپکر میں چلے جائیں... آپ چھت کے راستے بعد میں آئیں۔“

”او کے: انھوں نے دبی آواز میں کہا اور پائیں بلاغ میں سرک لگئے... اسی وقت دروازہ کھلا اور پیغم جمیشید کا خوف زدہ چہرہ نظر آیا...“

”خیر تو ہے پیغم...“

”ہمارے گھر پر دشمن قابض ہیں... اور اگر آپ اسی حالت میں اندر نہ آگئے تو یہ لوگ مجھے سوٹ کر دیں گے:“

”مشر اپکٹر جمیڈا ہماری اطلاعات کے مطابق آپ ان خاتون کو لانے میں کامیاب ہو گئے ہیں... اب آپ وعدے کے مطابق خاتون کو ان کے حوالے کر دیں... یہ سونی صدد درست آدمی ہیں... آپ میری آواز پہچان سکتے ہیں۔“

”بھر بھی... آپ کے پاس کوئی ثبوت تو ہوتا از بند ہو گئی تو اپکٹر جمیڈ نے کہا:

”یہ کوئی ثبوت نہ ہوا۔“

”ہم ثبوت ساختہ لائے ہیں... لیکن خاتون کمال میں ہجراں ہو کر کہا۔“

”تم لوگ جانتے ہو... خاتون کون ہے؟“  
”نہیں... جانتا ہمارا کام نہیں ہے... ہم تو صرف ہیں! اس لیے کہ اس آواز کی نقل تو کوئی بھی عکم کی قابل کرنا جانتے ہیں۔“

”پہلے ثبوت پیش کریں... بھر ہم خاتون کو آپ کے، الفاظ اب نکلیں گے۔“

خواتے کے دیں گے... وہ بھی اگر خاتون نے اس بات اتفاک کر کر انھوں نے آواز کی نقل شروع کر کو پسند کیا... اپکٹر جمیڈ نے کہا۔

”اپنی بات ہے... وہ سمجھا کیوں پسند نہیں کریں وہ خاموش ہو گئے...“

”... یہ کہ کر اس نے جیب سے ایک چھوٹا سا اب آپ کیا کہتے ہیں۔“ اپکٹر جمیڈ مسکارے۔  
”بیپ ریکارڈر نہ کرلا... اور اس کا ہن آن کر دیا۔“ ہم ہجراں ہیں کہ ہم کیا کہیں... بہر حال ہم کمانڈر اس پر آواز سنائی دینے لگی... انھوں نے صاف محسوس، رابطہ قائم کرتے ہیں... اور یہ صورت حال انھوں نے ہیں۔“

”جس خفیہ طریقے سے آپ لوگوں کو یہ کام سونپا گیا اور جس احتیاط سے آپ کو انخوا کیا گیا... اس کے بعد بھی آپ یہ کہ رہے ہیں... اس بات کی تو کسی کو کانوں کاں خبر نہیں... لہذا یہاں غلط آدمی کس طرح آسکتے ہیں۔“

”بھر بھی... آپ کے پاس کوئی ثبوت تو ہوتا از بند ہو گئی تو اپکٹر جمیڈ نے کہا:  
پایا ہے：“

”ہم ثبوت ساختہ لائے ہیں... لیکن خاتون کمال میں ہجراں ہو کر کہا۔“

”تم لوگ جانتے ہو... خاتون کون ہے؟“  
”نہیں... جانتا ہمارا کام نہیں ہے... ہم تو صرف ہیں! اس لیے کہ اس آواز کی نقل تو کوئی بھی عکم کی قابل کرنا جانتے ہیں۔“

”پہلے ثبوت پیش کریں... بھر ہم خاتون کو آپ کے، الفاظ اب نکلیں گے۔“

”اپنی بات ہے... وہ سمجھا کیوں پسند نہیں کریں وہ خاموش ہو گئے...“

”بیپ ریکارڈر نہ کرلا... اور اس کا ہن آن کر دیا۔“ ہم ہجراں ہیں کہ ہم کیا کہیں... بہر حال ہم کمانڈر لیا کہ آواز کمانڈر کی ہے...“

"ہاں! یہ سمجھیک رہے گا... جب تک ہمارا اٹلینا  
ہو جاتا... اس وقت تک ہم خاتون کو آپ (وہ)  
کے حوالے نہیں کریں گے!"

وہ چلے گئے... اسپکٹر جمیش نے فوری طور پر  
عمارت کا نمبر ملا دیا... دوسری طرف سے محمود کی آمد  
نامی دی... لیکن وہ بہت گھبرائی ہوئی تھی اور  
آواز بند ہو گئی... وہ کچھ کہنے کی کوشش میں مبتلا ہو گئی تھی  
کہ نہ سکا... اسپکٹر جمیش اچھل کر کھڑکے ہو گئی تھی اور

نظر آرہی تھی... خود اس کے ارد گرد بیٹھ گئے۔  
اُر آپ کو ہماری باتوں سے گھبراہٹ محسوس  
کا امکان ہو تو ہم باہر جا کر بیٹھ جائیں:

نیا مطلب؟ اس نے چونکہ کہ پوچھا  
طلب پر کہ اب ہم ذرا ادھر ادھر کی باتیں کیں  
جب ہم قادر ہوتے ہیں تو اس وقت اپنی  
کو اکرام سے سوچ بیٹھنے دیتے؟ قاروq نے مسکراتے  
کہا۔

بڑا خیال ہے... زبان کے لیے بیٹھنے کا لفظ غلط  
لیٹھنے کا لفظ بولنا چاہیے تھا: آفتاب نے  
کہا۔

”جب تم یہ جملہ بولو... تو لیٹنے کا لفظ شامل /“ پہلی بات تو یہ کہ تم لوگ مجھے ملکہ دکھان کو اور ہری بات یہ کہ میرا خیال ہے... تم لوگوں کی اتوں سے مجھے...“ فاروق نے آنکھیں تکالیں...  
”بلکہ فاروق کی طرف سے تو تم چاہے سونے مجھے کچھ مزا سا آنے لگا ہے... لہذا سر میں درد نہیں ہو گا۔

لفظ استعمال کر لینا“ محمود بول اٹھا۔  
”گویا ہم میں بیٹھ کر آپس کی باتیں کر سکتے ہیں:  
بات میری طرف سے اور کہ رہے ہو تم“ ”فزور... کیوں نہیں اُوہ مسکراہی۔

”میں بات تو کر رہے تھے... باہر کرنے یا اتوں کے میدان میں کو د سکتی ہیں:  
کی... نہیں بلکہ ان کی موجودگی میں یا باہر جا کر اوتون کا میدان... لیکن یہاں میدان کہاں ہیں:  
کرتے کی بات کر رہے تھے اور یے بیٹھے کہا  
”اُوہ... شاید آپ اردو اچھی طرح نہیں سمجھ سکتیں:  
پاں! یہ تو خیر ہے... دیے یہ میں گزارا فزر کر آقاب نے جلدی جلدی کہا۔

”بس یوں نکتا ہے... جیسے ہم صرف بات ہوئیں“  
”شوکی نے سرزی کیا“  
”چلیے!“ ... ہم مجھی آپ کے ساتھ گزارا کرنے لے بیٹھے ہیں اور کچھ بھی نہیں۔“ شوکی نے سرزی کیا۔  
مجھے کو شش کرے گے۔“

”ایک منٹ! پہلے ہم بلکہ صاحب سے اجازت دیا مطلب ہے...“  
”کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم ان کے سر میں کر دیں اور بعد میں انھیں افسوس ہو کہ ان کے الفاظ سے بال بال بچنے کی کوشش کریں گے...  
ہمیں کیوں اجازت دی۔“ فرزانہ بولی۔

”ہاں ہاں بالکل! ان کی اجازت بہت ضروری“ یہی خاک کرشم کر دے گے... یہ بال بال بچتا جو دریاں کیوں ملکہ صاحبہ؛ فرحت نے کہا۔

بیں لے آئے؟ آفتاب نے بھٹا کر کہا۔  
”بیں میں نہیں لایا... آگیا ہے۔“ فاروق نے اے  
لھوڑا۔

”اے اے... آپ لڑنے کا ارادہ تو نہیں کر رہے  
دیے یہ بال بچنا کیا ہوتا ہے؟“  
”جی... بالکل بچنا... صاف پسچ جائیں... ہر لمحات سے  
محفوظ رہتا ہے...“ وغیرہ وغیرہ۔ ”خود نے معافی بتا  
اور آپ بالکل بے غمکر رہیں... اوقل تھام لڑنے  
کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے... اور اگر ہم لڑ جائیں  
تو پھر بھی آپ کا بال تک بیکا نہیں ہو گا...“ اصل  
نے جلدی جلدی کہا۔  
”بال تک بیکا نہیں ہو گا... لیکن میرے بال سید  
کب ہیں؟“

”یہی... اب بال بیکا ہونے کا مطلب بتائیئے؟“  
”مطلب یہ کہ آپ کو کوئی چوٹ دوٹ نہیں آتا  
گی... آپ بالکل بے غمکر رہیں؟“  
”لیکن جب آپ لوگوں کا درلنے کا ارادہ ہی نہیں  
 تو آپ روی گے رہی کیوں؟“ اس نے پوچھا۔  
”آپ حصیک کرتے ہیں... لیکن آپ کو نہیں معلوم

مکھن نے ہنس کر کہا۔  
”میں حصیک کھتی ہوں... اور مجھے نہیں معلوم یہ  
کیا بات ہوتی؟“

”ہمارے ساتھ یہ بڑی مشکل ہے... کہ بات نہیں  
ہوتی؟“ فرزانہ نے منہ بٹایا۔  
”اب تو میں بھی محسوس کہ رہی ہوں کہ میرے سر  
میں درد ہو جائے گا،“ وہ بخشی۔

”تب پھر ہم باہر جا کر بیٹھ جاتے ہیں؟“  
”نہیں... خیر... ایسی بات بھی نہیں... میں بہت  
چپکی بھی تو محسوس کر رہی ہوں اور اس بھاؤ سر  
کا درد ہمنگا نہیں۔“

”لیکن... اب تو سر کا درد خریدنے کے لیے بھی تیار ہو  
گئیں... جبکہ کہ ہیاں بے بھاؤ بے تحاشا ملتا ہے؟“ فاروق

”نے فرما کہا۔“  
”حد ہو گئی زبان ہے کہ سوکھومیٹر کی رفتار سے  
بھی آگے جا رہی ہے۔“ آفتاب نے جھلا کر کہا۔

”یاد تم رفتار مانپنے کا آله کب سے بن گئے؟“ فاروق

کے لیے میں حیرت مختی۔  
سب کی بھسی نکل گئی... آفتاب نے کھا جانے والی

نظرول سے اسے دیکھا... اور بولا :

جب سے تھاری زبان نے تیز رفتار گاڑیوں کو پیچھے چھوڑنا شروع کر دیا؟

ایک بار پھر سب ہنس پڑے۔ لکھ بھی ہنس رہی تھی... اچانک فرزانہ چونک کر بولی:

”ارے ہاں! جب ہم نے آپ کے اکٹھ ہٹ کا

جاہزہ لیا تھا... جس میں سے آپ کو افول کیا گیا

تھا... تو ہم نے وہاں چڑیوں کا ایک چجزہ دیکھا تھا، صدر صاحب نے ان چڑیوں کو دیکھ کر اچانک لکھا تھا... ارے... اس میں تو ایک چڑیا کم ہے... آپ

بتاسکتی ہیں... ایک چڑیا کم ہوئی تھی：“

یہیے! کیا باقیں ہو رہی تھیں اور ان محترمہ نے چڑیا

کی بات چھیر دی...“ آفتاب نے منہ بنایا۔

”واقعی فرزانہ... اس پر میں بھی سوچتی رہی ہوں؟“

”تو اب بھی سوچ لو... روکا کس نے ہے... بھی ہو گئی ہو گی بیمار... نکال کر پھینک دی ہو گی.“

”ہاں بالکل یہی بات ہے... وہ مر گئی تھی...“

”ولیے اس میں تو کوئی شک نہیں ہے نا... کہ

آپ کا تعلق بازنطیان سے ہے:“

”ہاں ایہ ٹھیک ہے... لیکن یہ بات میں نے آپ لوگوں کو نہیں بتائی: اس نے گھبرا کر کہا۔

”آخر اس میں چھپانے کی کیا بات ہے؟“  
”میں کسی پر یہ ظاہر نہیں کر سکتی کہ میرا تعلق کس علاک سے ہے... ورنہ صدر صاحب جھ سے ہمیشہ کے لیے ناراض ہو سکتے ہیں.“

”خیر... آپ فکر نہ کریں...“ محمود بولا۔

”ارے! چڑیا والی بات تو رہ یہی گئی۔“ شوکی بولا۔

”رہی کہاں ہے... رہ تو جناب کی یادداشت گئی ہے،

اکھنوں نے بتایا تو ہے کہ مر گئی تھی۔“

”اور آپ نے اسے پنجرب سے نکال کر باہر پھینک دیا تھا۔“

”ہاں بود یوں۔“

”اور پھر آپ بے ہوش ہو گئی تھیں...“

”مگر آپ یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ اوہر میں نے چڑیا باہر پھینکی... اوہر میں بے ہوش ہو گئی... ایسی کوئی بات نہیں۔“

”نہیں! میں یہ نہیں پوچھنا چاہتی تھی... خیر چھوڑیں، نہم بھلی کیا بیب... با... باقیں لے...“

فرازناہ کی آنکھوں میں حیرت اور خوف سما گیا۔۔۔ پھر

”انھی کو تو یہاں سے اغوا کر لیا گیا ہے۔۔۔  
لکھا کیا؟۔۔۔ وہ دھک سے رہ گئے۔۔۔

”ہاں! تم لوگوں کو گیس اسی یہے سُنگھاری گھنی تھی؟۔۔۔  
یا اللہ حرم۔۔۔ یہ تو کی کرانی محنت ضائع ہو گئی۔۔۔  
فرحت نے حضرت زدہ انداز میں کہا۔۔۔

”نہیں خیر۔۔۔ محنت تو ضائع نہیں ہوئی۔۔۔ وہ یہ رقصہ  
چھوڑ گئے ہیں۔۔۔

”رقصہ آں سب کے منہ سے نکلا۔۔۔  
انپکٹر جمیش نے رقصہ ان کے سامنے کھڑا۔۔۔ اس پر  
لکھا کہا۔۔۔

”انپکٹر جمیش!

”چچے لوگوں کا بہت بہت شکریہ۔۔۔ آپ نے جو  
معاہدہ کیا تھا۔۔۔ اسے ہر طرح پورا کیا۔۔۔ بس  
ایک وعدہ خلافی کی کہ ملکہ کو میرے آدمیوں کے  
خالے نہیں ہا۔۔۔ لیکن یہ بات ہم پہلے ہی جانتے  
تھے۔۔۔ بک آپ لیتا کریں گے۔۔۔ اسی لیے ہم نے  
پہلے ہی سارا انتظام کر رکھا تھا۔۔۔ ہم نے اندازہ  
لکھا لیا تھا کہ آپ ملکہ صاحبہ کو اپنے لھر میں

فرازناہ کی آنکھوں میں حیرت اور خوف سما گیا۔۔۔ پھر  
وہ چکرا کر گری۔۔۔ اس سے پہلے اس نے اپنے تن  
چار ساتھیوں کو اور گرتے دیکھا۔۔۔ ملکہ کی جنخ بھی اس  
نے سنی۔۔۔ عین اسی وقت فون کی گھنٹی بجی۔۔۔ بے ہوش  
ہونے سے پہلے اس نے دیکھا۔۔۔ محمود ڈی میشکل سے  
ریسیور اٹھا پایا تھا۔۔۔ اس نے کچھ سخن کی پوری کوشش  
کی۔۔۔ اس کے منہ سے گھٹی گھٹی سی آنکڑیں نکلی، اور  
پھر ریسیور اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔۔۔  
ہوش آیا تو بڑی پاری ان کے گرد جمع تھی۔۔۔  
ان کے چہروں پر خلکیں مسکراہیں تھیں۔۔۔ ڈاکٹر دل خا  
ایک پوری یقین اس کمرے میں موجود تھی۔۔۔

”ہمیں کیا ہوا تھا ابا جان؟ فرازناہ بولی۔

”بہت زیریں گیس سُنگھاری گھنی تھی۔۔۔ میرے بچو۔۔۔ اللہ  
کا شکر ہے کہ ہم وقت پر پہنچ گئے۔۔۔ اور احتیاطی  
تم ایس کر لی گیں۔۔۔ ساتھ ہی ڈاکٹر صاحب جان بھی فوراً  
پہنچ گئے۔۔۔ ورنہ شاید تم لوگوں میں سے ایک بھی  
ذندہ نہ پہنچ سکتا۔۔۔

”اوہ۔۔۔ اوہ۔۔۔ ان کا کیا حال ہے؟

”ان کا۔۔۔ کن کا۔۔۔ انپکٹر جمیش نے پوچھا۔

منڈی میں بکھری رہیں... ماں باپ بھائی... اپنی بچوں  
یا بخوبی وغیرہ کے لیے لوگ روتے رہیں... تڑپتے رہیں  
اور ہمیں... جن کو یہ سارے حالات معلوم ہو چکے ہیں،  
چکھ بھی کرنے کی ضرورت نہیں۔ انپکٹر جمیش نے جملے  
کے لمحے میں کہا۔

”نہ... نہیں... نہیں۔“ فاروق چلادیا... اس کا  
چہرہ سرخ ہو گیا۔

”جاوہو... ابھی آپ ان سے اس قسم کی باتیں نہ کریں،  
یہیں کا ابھی ان پر اثر ہے...“ ایک ڈاکٹر نے بھرائی  
ہوئی آواز میں کہا۔

”نہیں... ایسی کوئی بات نہیں... مجھے افسوس ہے۔  
میں نے ایسی بات کیوں کی... ہم ان منڈیوں کو ختم  
نہ کے لیے جان کی بازی تک لگا دیں گے: فاروق  
نے جذباتی آواز میں کہا۔

”بس تم لوگ چلتے پھرنا کے قابل ہو جاؤ۔ پھر  
ہم کام شروع کریں گے۔“ انپکٹر کامران مرزا نے کہا  
ایک دن بعد وہ سب بالکل بھیک ہو چکے تھے...  
”اب کیا پروگرام ہے؟“  
”میرا پروگرام ہے ہے کہ ہم بازن طان میں تین طرف

لے جائیں گے... لہذا بچتے ہی تمام راستے بگرانی  
کے خفیہ انتظامات کر لیے گئے تھے... جن اطراف  
میں آپ کے خفیہ ٹھکانے ہیں... ان ہلات میں  
اپنے آدمی پسے ہی مقرر کر دیے تھے... لہذا  
ہم ملکہ صاحبہ کو لے جا رہے ہیں... آپ کا کام  
اس کیس کی حد تک ختم ہو گیا... اب آپ  
خود کہ اس معاملہ سے بالکل الگ رہ لیں...  
اب یہ معاملہ ملکہ کی والپی کے بعد ختم ہو  
گیا ہے۔“

صلدر!

انھوں نے رقصہ پڑھ کر ایک درس سے کی طرف دیکھا  
”ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے... کہ وہ اس قدر  
چالاک ثابت ہوں گے۔“ فاروق نے سرد آہ بھری۔  
”تو اب سوچ وو۔ آفتاں مسکایا۔“

”اب تو ہمیں یہ سوچنا ہے کہ ہمیں کرنا کیا ہے۔  
وہ تو رقصے سے ظاہر ہے... کچھ نہیں کرنا ہے۔“

ملکہ اپنے ملک پہنچ گئی اور بس:  
”گویا تم چاہتے ہو... عورتوں کی منڈیاں اسی طرح لگتی  
رہیں... عورتیں پوری دنیا سے اخوا ہوتی رہیں... اس

Uploaded BY Nadger For UrduFanz.com

”وَالْأَقْعُدِ وَعَلَيْكُمُ الْسَّلَامُ ... يہ کیا بات ہوئی؟“

”پتا نہیں... میں نے تو بس سلام کا جواب دیا ہے۔“

”یکن آپ اچانک کس طرح آگئے؟“ فرحت ان سے ہفتھے

ہوئی بولی۔

”بیس جھٹ میں یہی خرابی ہے... کہ اچانک آ جاتا ہوں“  
وہ مسکانتے۔

”یکن بھائی اس مرتبہ تو حمال ہو گیا...“ ازپکٹر کامران  
مرزا نے کہا۔

”وہ کیسے؟“

”ہم نے ابھی یہ ذکر کیا تھا کہ تین پارٹیاں بنائی  
جائیں۔“ اس پر کسی نے کہا کہ اس طرح تو پھر بارہ  
بھائی ہونے چاہیں، اور منور علی خان آ جائیں تو یہ کمی  
پوری ہو جائے... ادھر یہ الفاظ کہے گئے... ادھر تم  
تھے گھٹتھی بجا دی؟“

”یہ سب اللہ کی کاری گری ہے۔... بندہ کس لاثت ہے؟  
منور علی خان نے خوش ہو کر کہا... پھر چونکہ بولے:

”یکن ہم کیا ملاجیش ہے۔“

”پہلے پیو ہو... پچھہ کھا پی لو...“ پتا نہیں کہتنے دن کے  
سفر کے بعد یہاں پہنچے ہو گے... ویسے تم نے بتایا نہیں

سے داخل ہوں... یعنی ہماری تین پارٹیاں بنیں۔“

”چودہ آدمیوں کی تین پارٹیاں... کیوں نہ ہم ایک  
اور آدمی شامل کر لیں؟“

”منور علی خان کی کمی محسوس ہو رہی ہے... کاش وہ  
آ جائیں۔“ ازپکٹر کامران مرزا سرد آہ بھری۔

”ہمیں؟“ فرحت جلدی سے بول کر  
عین اسی وقت دروازے کی گھٹتھی ہوئی... ان سب  
کے چروں پر حیرت دوڑ گئی... کیوں کہ انہاں منور علی  
خان کا سہتا... انھوں نے دوڑ کر دروازہ کھولا تو وہاں  
واقعی منور علی خان موجود تھے...“

”کمال ہے؟“ ان کے منہ سے نکلا۔

”نہیں تو... میں منور علی خان ہوں... کمال ہے...“  
انتہے بہت سے لوگ موجود ہیں... اور بھی پہچان ہی  
نہیں رہے، انھوں نے شوخ آواز میں کہا۔

”یہ بات نہیں... انکل، فاروق مسکرایا۔“

”تو پھر... جو بات ہے... وہ بتاؤ؟“

”پہلی بات تو یہ ہے کہ السلام علیکم!“

”اوہ ناں واقعی... وعلیکم السلام،“ منور علی خان  
نے بھرا کر کہا۔

کہ یہاں آنے کا خیال کیسے آگیا؟

”پتا نہیں... اچانک میری روح مجھے مجبور کرنے لگی۔ شلیل اللہ تعالیٰ اس حم میں مجھ سے پچھہ کام لینا چاہتے ہوں گے۔“

”ہوں!“ انہوں نے ہنگامہ بھرا۔

آؤ وہ گھنٹے بعد جب وہ ناشتاں پکے تو انھیں ساری کہانی سنائی گئی... کہانی سن کر وہ جھکا اُٹھا۔

”اُن مالک! اس قدر ظلم... عورتوں کی تجارت۔“

وہ بھی غیر علکی منڈیوں کے ذریعے... ایسے لشکر کہ تو لگا دینی چاہیے۔ آگ!“

”یہ صرف ایک آدمی کو ختم نہیں کریں گے... بلکہ ہر منڈیوں کو آگ لگانے کی صورت نہیں! اس کا سلسلہ لک کے سرفراز کو ختم کریں گے... اور تمام ملکوں کا جو سادا طریقہ یہ ہے کہ اس تنظیم کا خاتمه تکلیل طور پر کر دیا جائے ہے... اس کو بھی ختم کریں گے... یا تو رہ جائیں دیا جائے... جس کے ساتے میں یہ سارا کام ہوا رہا گے۔ سطح کے کارکن... انھیں تو ہر علاج کی مقابی پولیس ہے... زان منڈیوں سکن خورتیں پہنچیں گی...“ نہ وہاں پہنچا سکتی ہے۔“

”میری تھی کچھ کچھ میں نہیں آ رہا... کہ یہ سب کام آخر فروخت ہو سکیں گی۔“

”لیکن بھی... یہ تنظیم تو پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے... یہ... ہم پوری دنیا سے ان لوگوں کو کس طرح ختم کر سکیں گے...“

”ہم سے جو بھی ہو سکے گا... کریں گے... ویسے میرا ہم کل پندرہ ہیں... ہر پارٹی میں پانچ افراد شامل ہوں گے۔“

ایک آئیا ہے: اسپکٹر کامران مرزابولے۔

”اور وہ کیا؟“

”اگر ہم تنظیم کا مرکز تلاش کر لیں تو کامیاب ہو جائیں گے... اس کے سرفراز کو ختم کر دو... تنظیم خود ٹوٹ جائے گی... وہ بونے۔“

”نہیں بھی... اس طرح یہ نہیں ٹوٹ سکے گی“ منور علی خان نے کہا۔

”کیوں... مطلب... کیوں نہیں ٹوٹ سکے گی؟“

”کہنی دوسرا آدمی سرفراز بن جائے گا۔“

”یہ صرف ایک آدمی کو ختم نہیں کریں گے... بلکہ ہر منڈیوں کو آگ لگانے کی صورت نہیں! اس کا سلسلہ لک کے سرفراز کو ختم کریں گے... اور تمام ملکوں کا جو سادا طریقہ یہ ہے کہ اس تنظیم کا خاتمه تکلیل طور پر کر دیا جائے ہے... اس کو بھی ختم کریں گے... یا تو رہ جائیں دیا جائے... جس کے ساتے میں یہ سارا کام ہوا رہا گے۔ سطح کے کارکن... انھیں تو ہر علاج کی مقابی پولیس ہے... زان منڈیوں سکن خورتیں پہنچیں گی...“ نہ وہاں پہنچا سکتی ہے۔“

”میری تھی کچھ کچھ میں نہیں آ رہا... کہ یہ سب کام آخر فروخت ہو سکیں گی۔“

”ہو گا کس طرح“ فرزانہ نے بے تباہ انداز میں کہا۔

”میر اور خو صدے ہے ساختہ۔“

”پہلے مر جئے پہ ہم تین پارٹیوں میں تقسیم ہوں گے،“

”ہم سے جو بھی ہو سکے گا... کریں گے... ویسے میرا ہم کل پندرہ ہیں... ہر پارٹی میں پانچ افراد شامل ہوں گے۔“

گے... اپنی اپنا پسند کی تین پارٹیاں خود بخود بن جائیں...  
انپکٹر جمیل نے اعلان کیا.

”یہ کام بھی آپ اسی کر جیں“  
”میں... بھی... پارٹیاں اپنی اپنی مرضی کی۔ وہ بولا  
”اچھا لیں... مذاق نہیں... ایک صاحب اور آجائیں“  
فرزانہ نے کہا.

”میں آ گیا۔“ آصف نے فوراً کہا.  
”تم... تم بھلا کس طرح شروع کرے۔“ آصف  
”ایک پارٹی تو گئی بن... اب دوسری پارٹی کی  
نے حیران ہو کر کہا.

”تیکوں! اس میں کیا مشکل ہے... یہ لوگوں میں یاد یادی ہے۔“  
”اس کی ابتدا میں کرتا ہوں...“ فاروق نے کہا.  
”سے ایک طرف ہو کر کھڑی ہو گئی... میرے ساتھ کون  
”میں تھارا ساتھ دوں گا۔“ آفتاب نے کہا اور اس  
”تین شامل ہونا پسند کریں گے۔“

”ایک بیس“ فرحت نے کہا اور فرزانہ کے ساتھ ملک، اشراق اور اخلاق بھی ان کے ساتھ آکھڑے  
”جدا کھڑی ہوئی۔“

”تو پھر میں بھی تم دونوں کے ساتھ“ شوکی نے کہا تو...  
”وو پارٹیاں کن گئیں... تیسرا کو بننے کی ضرورت نہیں،  
اور ان کی طرف آ گیا۔“

”اگر تم تینوں پسند کرو تو میں بھی تھارے ساتھ کو  
”مطلب یہ کہ تمام بڑوں کی ایک پارٹی بن گئی...  
”ارے ہائیں... تو اس میں ڈرے ڈرے انداز میں کو  
”ور تمام چھوٹوں کی دو... چلو اچھا ہے... خوب گزدے  
کیا ضرورت ہے؟“ فرزانہ نے خوش ہو کر کہا.  
”... جو مل بیٹھیں گے... دیوانے پانچ پانچ.

”مجھے تو رہ رہ کر ملکر کا خیال آ رہا ہے: انپکٹر بھول گئے شاید... کیا کہا... نہیں... بھولے نہیں تھے جمیش نے پڑا سارہ اندازہ میں کہا۔  
 اچھا... رپورٹ ملنے میں دیر ہو گئی... خیر بتاؤ... کیا جی... کیا مطلب... ملکہ کا خیال... بیکم جمیش نے رپورٹ ہے: انھوں نے کہا... پھر دوسری طرف کا باورچی خانے سے نکلتے ہوئے ہمایا... وہ کھانے پینتے جواب سنتے ہی ان کے منہ سے نکلا:  
 کی چیزوں کی ڈالی و حکیمتی چلی آئی ہی میں...  
 ”تم غلط ہیں بیکم... دراصل اس ہے چاری کو ایک بار پھر اخواکد لیا گیا ہے۔“  
 ”اب آپ کیا کہ رہے ہیں... امیں تو الہ کے ملک والے لے گئے ہیں... آپ کو وہ رقصہ یاد کیں  
 محمود نے جریا ہو کر پوچھا۔  
 ”ہاں! تم بھی تھیں کہتے ہو اور میں بھی: ”اللہ جمیش مسکراتے۔

”یہ کیا بات ہوئی جمیش؟“ خان رحمان بولے۔  
 ”اس ملک کی کہانی بھی عجیب ہے... اسے ہاں! میں نے اکرام کے ذمے ایک کام لگایا تھا... اس کی رپورٹ اس نے نہیں دی اب سکے... ایک سنا انھوں نے کہا... اور فون کا رسیور اٹھا کر غیر ڈائل کرنے لگا... سلسلہ ملتے ہی وہ بولے،  
 ”ہاں اکرام... رپورٹ کے بارے میں فون کرنا

## محمد ریس کھا

پھر انہوں نے حیرت زدہ انداز میں محمود رکھ دیا:  
 "کیا کوئی خاص اعلان ملی ہے اب؟ جائیں۔" فرزانہ  
 بے چین ہو گئی۔  
 "ماں! میرے خیال میں تو خاص ہی ہے ..."  
 ہو گا ... جب ہم نے ملکہ کے پست کا جائزہ  
 لے جان ہو کر کہا۔  
 "میں نہ اس جگہ سے قالین کو ہی کاٹ لیا سکتا  
 اور اس کو اپنی جیب میں محفوظ رکھ دیا سکتا۔"  
 "بالکل یاد ہے ... تو پھر؟" محمود نے فروٹ کہا۔  
 "خون کا وہ وصفہ انسانی ثابت نہیں ہوا ہے ...  
 یہی مطلب ... وہ خون انسانی نہیں سکتا ... لیعنی شام  
 صاحبہ کا نہیں سکتا ..."  
 "ماں! نہیں سکتا ..."

"تو پھر... آخر کس کا سکتا؟"

"چڑیا کا!"

"کیا کہا... وہ خون چڑیا کا سکتا...?" فرزانہ نے چلا  
 کر کہا۔

"یا اللہ رحم ... چینے چلانے کا سلسلہ گھر سے ہی شروع  
 ہو گیا ہے؟" فاروق نے جھبرا کر کہا۔

"ماں! وہ خون چڑیا کا سکتا؟"

"حیرت ہے ... اخوا کے اس معاملے میں جھلا چڑیا  
 کا خون وہاں کہاں سے پک پڑا۔"

"اور ملکہ نے تو بتایا سکتا کہ چڑیا مر گئی تھی؟  
 "کیا کہا... اس نے یہ بتایا سکتا؟" انپکٹر کامران مرا

نہیں

"جگہ ماں! خفیہ عمارت میں ہم نے ان سے چند  
 باتیں کی تھیں ..."

"بہت خوبی، ملکہ کا بیان ہے کہ چڑیا مر گئی تھی،  
 خون کی روپرٹ بھی ہے کہ خون چڑیا کا ہے ...  
 آخر کس بات کو درست سمجھیں ... چڑیا اگر مر گئی تھی  
 تو اس کا خون قالین پر کہاں سے آگیا؟"

"اوہ ... سیدھی سی بات ہے ... ہو سکتا ہے،"

چڑیا زخمی ہو گئی ہو۔

”یکن اس وقت تک یہاں نہیں ہیں... ورنہ کام کے سوال ان سے ضرور پوچھتے۔“

”خیر... کوئی بات نہیں۔“ دیکھا جائے گا، خان رحمان بولے۔

”اب یعنیوں پارٹیوں کے لیے کیا ایسیات ہیں؟“

”پہلی پارٹی کھانے کے بعد نکل جائے اور جیسے بھی ہو سکے... بازن طان میں داخل ہو جائے۔“

”آؤ بھائی چلیں۔“ مجدد نے کہا۔

”پس یہ تو چلو چھ لیں کہ جا کر کتنا کیا ہے؟“

”سرغنا کا سراغ... یا ہیڈ کوارٹر کا سراغ لگانا ہے۔“

”آپ کو اس بات پر یقین کس طرح ہے... کہ

ہیڈ کوارٹر بازن طان میں ہی ہے۔“

”اکھنوں نے جس ہمارت سے ہمیں افوا کروایا،

اس پر غور کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں۔“

کہ وہ سارا نظام صرف ہمیں افوا کرنے کے لیے

تو تیار کیا نہیں گیا تھا... سیدھا۔“ اس راستے

سے عورتیں افوا کر کے آگے بھیجا تھا۔ مطلب یہ

کہ بازن طان بھیجا تھا... اگر یہ بات درست ہے

تو بازن طان میں اگر ہیڈ کوارٹر نہیں ہے... تو بھی اہم

دفتر ضرور ہو گا... اور اس کا بھی سراغ لگانا ہے۔“

”ہم وہاں قانونی طور پر داخل ہوں یا غیر قانونی طور پر۔“

”غیر قانونی طور پر... ورنہ سب کی نظریں ہم پر لگ جائیں گی... وہ لوگ ہمیں اچھی طرح پوچھتے ہیں۔“

”تب تو بھر ہم پہلے میک آپ کر لیتے ہیں۔“ پھر

آپس میں ملاقات کی جلیں اور خفیہ کوڈ وغیرہ بھی طے ہو جانے چاہیں۔ اسکرچ جمیشہ بولے۔

سب کے میک آپ کیے کئے... اب نزدیکی لوگ بھی

اچھیں نہیں پہچان سکتے تھے... باقی چیزیں بھی فوٹ کرائیں۔

لیکن... بازن طان میں ان کے محلے کی ایک خفیہ جگہ

بھی بھی... اس خفیہ جگہ کو ملاقات کا یا پیغامات کا

مرکز بنا لیا گیا... اور پھر پہلی پارٹی گھر سے نکل گئی...“

محمود کی پارٹی... بھی... باہر نکل کر اخنوں نے ایک ٹیکسی

پکڑی... اور سرہے ساحل پر پہنچے... یہاں ایک دفتر

کرائے کی لاچوں کا بھی تھا... اخنوں نے سیدھا اس

دفتر کا رخ کیا...“

”ہم سندھ کی لمبی سیر کرنا چاہتے ہیں۔“ محمود بولا۔

”اس کے لیے تو بہت اخراجات ہوں گے؛ اخراج

نے منہ بنانکر کما... شاید اس کے خیال میں یہ پچھے لمبی سیر کے اخراجات ادا نہیں کر سکتے تھے۔

”آپ خرچ بتائیں؟“

”آپ لوگ جائیں گے کماں تک“  
”آپ ہمیں زیادہ سے زیادہ کلام تک کی سیر کر سکتے ہیں؟“

”وائیں طرف ہم بازن طان کی سمندری حدود تک جا سکتے ہیں... باہمیں طرف دنیاں کی اور جنوب کی طرف نکل جائیں تو شارجتان کی حدود آ جاتی ہیں... آپ جس طرف جاتا پسند کریں... لیکن اخراجات؟“

”اخراجات کی بات بھی کریتے ہیں... ہم بازن طان کی سمندری حدود تک سیر کریں گے... کیوں دوستو، کیا خیال ہے؟“ محمود نے ان کی طرف دیکھا۔

”بالکل صحیح ہے... مزار ہے گا۔“

”ہاں تو جتاب! اب آپ اخراجات بتائیں؟“ محمود نے کہا۔

”صرحت آئیں گے اور جائیں گے اور بس... دریاں میں رکیں گے تو ہیں؟“

”آس پاس کوئی جزیرہ وغیرہ ہے؟“

”جزیرے سے بہت ہیں...“ اس نے کہا۔

”بازن طان کے آس پاس بھی“ فرزانہ نے پوچھا۔

”ہاں بالکل... قدم قدم پر جزیرے ہیں：“

”بت تروہ بہترین تفریح گاہ ثابت ہوتے ہوں گے؛“

”یہیں جھوٹ نہیں بول سکتا... وہ بالکل ہے آباد جزیرے“

”یہ... ان میں کوئی دل کشی نہیں... لبیں نام کے جزیرے“

”یہیں... ان پر اندر ضرور جایا جا سکتا ہے... لطف نہیں“

”یا جا سکتا؟“

”خیر... کوئی بات نہیں... ہم گزارا کریں گے...“

”اب آپ کرایہ بتائیں؟“

”تین ہزار روپے؟“

”ڈرائیور کے بغیر کرایہ بتائیں؟“ محمود نے کچھ سوچ کر کہا۔

”ڈرائیور کے بغیر... کیا مطلب ہے؟“

”ہم لاپکھنہوں لے جانا چاہتے ہیں“ شوکی نے فرمایا۔

”آپ کو لائچ چلانا آتا ہے؛ اس نے جیران ہو کر کہا۔“

”ہمیں... اگر چلانا نہیں آتا تو ہم لاپکھ کس طرح

لے جا سکتے ہیں... ہمیں ڈوبنا ہے کیا سمندر میں؟“

فرحت نے انکھیں نکالیں۔

یکن میں آپ کو لائچ کس طرح دے سکتا ہوں...  
آپ لے کر بھاگ جائیں تو میں کیا کر لوں گا۔  
”بھی ٹھیک ہے... تو پھر لائچ کی قیمت رکھ  
لیں۔“ فرزانہ نے کہا۔

”قیمت رکھ لوں... آپ کے پاس اتنے پیسے ہیں۔“  
اس کے لحو میں اور بھی حیرت دُر آئی۔  
”لائچ کی قیمت کیا ہے؟“

”پانچ لاکھ روپیے۔“

”میں اتنی سی بات... فرزانہ چیک لکھ دو۔“  
”ہاہاہا۔“ لائچ والا ہنسا۔

”کیا ہوا... یہ ہنسی کیسی؟“

”بنک میں کسی کے چند روپے بھی نہ ہوں... تب بھی  
وہ چیک کروڑوں کا کاش سکتا ہے... میں اتنا سیدھا  
نہیں۔“ وہ بولا۔

”ہمارا بھی یہی خیال ہے۔“ محمود نے منہ بنایا۔

”لگ ک... کیا خیال ہے؟“

”یہ کہ آپ اتنے سیدھے نہیں ہیں... اسی لیے ہم ڈرافٹ  
لے کر چلے ہیں... اپن ڈرافٹ... آپ جس وقت چاہیں  
آن کو کیش کر سکتے ہیں... اگر ہم آپ کی لائچ نہ

لائیں تو آپ اس رقم سے دوسری نئی لائچ خریدیجیے گا  
اور اگر آگئے تو اپنا کرایہ کاش کر رقم ہمیں دے  
دیجیے گا۔“

”تو آپ مجھے ساتھ لے چلیں نا... اس کی ضرورت  
ہی نہیں رہ جائے گی۔“

”نہیں... ہم سیر کے دوران دوسروں کی موجودگی  
پسند نہیں کرتے... معاف یکھیے گا۔“

”اچھی بات ہے... ڈرافٹ دکھائیں ذرا۔“

محمود نے لائچ لاکھ روپے کے ڈرافٹ اس کے حوالے  
کر دیے... وہ انھیں غور سے دیکھتا رہا... پھر بولا:  
”اس میں بھی کوئی دھکو کا ہو سکتا ہے... پسے میں  
بنک سے تصدیق کر دوں گا۔“

”فرزاد... آئیے ہم خود آپ کو بنک لے جائتے ہیں...  
یکن ایک بات ثبوت کر لیں... آپ ہمارا قریب قریب  
ایک بیفتہ مکمل انتظار کریں گے۔“

”میں پندرہ دن ہے پسے لائچ نہیں خریدوں گا...  
آپ فکر نہ کریں... یکن کرایہ پندرہ دن کا لوں گا...  
اس صورت میں۔“

”ہم جتنے دن بعد آئیں گے... اتنے دن کا کرایہ

ادا کریں گے:

”بالکل صحیح۔ اس نے کہا۔

وہ اسے اسی وقت بٹک لے گئے۔ میخیر نے ان

کا استقبال گرم جوشی سے کیا۔

”آپ ذرا ان کا اطمینان کراؤ۔

”لک... کیا اطمینان؟“

”تم ان کی لائچ لے جانا چاہتے ہیں۔“ تم نے انھیں

ڈرافٹ دے دیے ہیں۔ مقامی ڈرافٹ... یہ اطمینان

چاہتے ہیں کہ اس معاملے میں کوئی چکر تو نہیں ہے۔

مطلوب یہ کہ اگر تم ان کی لائچ لے کر بھاگ جائیں

تو انھیں ان ڈرافٹوں کی رقم مل جائے گی تا۔۔۔ محمود

نے وضاحت کی۔

”توبہ توبہ... آپ اور کسی کی لائچ لے کر بھاگ جیں کی زندگی ہوں گے۔“

”ویکھا جائے گا... دو پارٹیاں ہمارے پیچے بھی آ

گے۔۔۔ چاہے ابھی لے لیں۔“

”یہ زیادہ بہتر ہے۔“ لائچ والا بولا۔

”کیا مطلب ہے؟“

”یہی اسی وقت لینا پسند کروں گا۔“

”آپ کی مرضی۔۔۔ میخیر نے کہا۔

”رقم لے کر وہ والپس ساحل پر آئے۔۔۔ اب چاہی

ان کے پاس تھی...“

”آپ اس پر بازن طان کی سخت فکس کر دیں۔“

”بہتر بہتر...“ اس نے کہا۔۔۔ اور سمت فکس کر دی۔

اور دوسری معلومات بھی انھیں رے دیں۔۔۔

اب وہ روانہ ہوئے۔۔۔ لائچ محمود چلا رہا تھا۔۔۔

”واہ... کتنا مزا آتا ہے سمندری سفر میں۔۔۔ جب

لائچ چلتی ہے۔۔۔ شوک نے خوش ہو کر کہ کہا۔

”مزا تو ابھی آگئے آئے گا۔۔۔ بازن طان پیش کرو۔۔۔“

سلکیا۔۔۔

”کیا مطلب؟“

”تم اس قدر آسان ثابت نہیں ہوگی۔۔۔ ان کی

ہمندی حدود میں داخل ہونے کے بعد تم ہر لمحے خطرے

کی زندگی ہوں گے۔۔۔“

”ویکھا جائے گا۔۔۔ دو پارٹیاں ہمارے پیچے بھی آ

رہی ہیں۔“

”کیا وہ بھی الگ راستے سے آئیں گی؟“

”نہیں۔۔۔ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔۔۔ دیلےے میرا خیال

ہے۔۔۔ وہ ہوائی راستا اختیار کریں گے۔“

”اس طرح تو انھیں ایر پورٹ پر روک دیا

جائے گا۔

”یہ ان کا کام ہے ... وہ کس طرح بازن طان پہنچے۔ ملک نے بتایا تو ہے ... کہ چڑیا زخمی ہو گئی تھی، میں ... ہمارا کام یہ ہے کہ بازن طان پہنچ جائیں ... میں بلکہ مرگئی تھی۔“ فرحت بولی۔ اور اپنا کام مژدوع کر دی۔ لیکن ہم کشم حکام سے ”گویا پہلے وہ زخمی ہوئی... سپر وہ مرگئی، اور پہنچ کر شر پہنچ جاتے ہیں ... تو یہ فوری طور پر گرفتار کرنے کے لئے اس کو باہر پھیٹک دیا۔“ آصفت بھی ان کی کامیں کوئی خطرہ نہیں ... آخر ہمارا پاس جعلی تکوں میں شامل ہو گی۔ کاغذات موجود ہیں ... اور ان کا خداوت کو آسانی سے ہال! اس میں عجیب بات کیا ہے آخر؟“ محمود پہنچانا نہیں جا سکتا۔“

”اس قسم کی خشک باتوں کی بجائے ... ہم دلاتیں کیوں نہ کر لیں ... یہ وہاں پہنچ کر دیکھ لیں گے۔ تھا بھی میں نہیں آتا... وہ تو بہت نفسیں پہنچ رکھتا ہے اور کیا نہیں کرتا۔“ فرحت نے کہا۔“ شوکی نے کہا۔“ اس بھرے سمندر میں تر باتیں لایں کہاں سے،“ دلachi... یہ بات الجھن پیدا کر رہی ہے۔“ اگر ہم میں الجھن محسوس کرنے لے تو آگے جا تر باتوں والے تو یہں بھی بالکل الگ پارلی بنائیں تو پتا نہیں کیا ہو گا۔“ شوکی نے منہ بتایا۔“ وہی ہو گا۔“ حج و منظور خدا ہو گا۔“

عین اسی وقت اعتمدی ایک نبردست جھٹکا لگا اور جھٹکا اخجن بند ہو گیا۔“ یہ کیا ... سمندر میں کوئی گڑھا آگیا کیا؟“ آصفت بھرا ہو کر کہا۔“ ایک بات میری بھی میں اب تک نہیں آئی ...

”سندھی گڑھا... یہ... یہ تو کسی تاول کا نام“۔ ”نیز دیکھا جائے گا... کوئی لانچ گزرے کی... تو اس سے مدد میں کرے... یا کوئی جہاز۔“

اور شاید اس لیے ہو سکتا ہے... کہ فاروق یہ "اُس پاس کوئی جزیرہ ہی مل جاتا۔  
مارے... وہ رہا جزیرہ... بہت خوب لائیج تو  
نہیں ہے۔" آصف نے منہ پہنچایا۔

توہم نے کافی تعداد میں لے ہی یاکے ہے۔ توہم کا اسی وجہ سے یہ ہمیں نظر نہیں آیا تھا۔ ”محمد دیکھو۔ پیڑوں نہ ختم ہو گیا۔ زائد پسراں وچہ سے یہ ہمیں نظر نہیں آیا تھا۔“ ان اسی جزیرے کے پاس رکی ہے... اپنی چھالوں میں بند ہو گیا ہے۔

اکھوں نے پیش روں کی تینگی کو چیک کیا... اس اکھوں نے سامنے دیکھا... واقعی ایک عدد جزیرہ درہاں میں پیش روں موجود تھا... جو رکھتا... لیکن سوال یہ تھا کہ لاپیٹھ کو اس تک

”نہیں... کوئی اور خرابی ہے۔“

اکھوں نے ابھن کو چیک کرتا شروع کیا ... لی مختصر ہو رہی تھی ... کجھی اُدھر ...  
نہ پتا چلا ... ابھن کا اخفیس تجربہ بھی نہیں تھا ... ہم جبک کر اپنے ہاتھوں سے پتوار کا کام لے  
لیے تو بردا ہوا ... اب ہم سمندر میں موجود یہکہ ہیں ... اُو کوشش کریں:

اور ہماری اپنے خراب ہو گئی ہے۔

اس سے تو بہتر تھا... ہم لاپچ والے کو سامنے رکھ کیا... لانچ بھت آہنہ آہن جزیرے کی طرف آئے۔ آصف نے منہ بنایا۔

ایسے ہے ایسے ... اور پھر ساحل سے جاتی ... امہول سے  
لبیں! اس وقت میں نے سوچا تھا... کہ اس کی رسمی کھوبی اور اسے پکڑ کر ساحل پر چھلانگیں

موجودگی میں ہم بازن طان میں کس طرح داختے تھے جو اور کس طرح دس میں پڑھ پڑیں  
دیں ... جزیرے پر بیگوں کے درخت موجود تھے ...  
درخت سے رسی کو باندھ دیا گیا ... انہوں نے  
ہموں لے گئے ۔

پس تو سمندر میں چاروں طرف نظریں دوڑائیں... بھم... «بھتی واہ! بہت ہی محض جواب دیا ہے، فرحت نے خوش ہو کر کہا۔

لیکن پیر کرنے لے گے...  
جنری سے کا چکر کاٹ کر وہ پھر اس طرف آئے...  
قم... مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے... جیسے... جن طرف لاپچ باندھ کر گئے تھے...  
کہتے کہتے رک گئی۔  
«بس رہنے دو... جو بھی محسوس ہو رہا ہے...» یار آصفت... تم نے کیا کہا... تھاری نظر کمزور  
نہ منہ بنایا۔  
لیکیوں... کیوں... آخر سُن یہنے میں کیا حرج۔ «ہاں بالکل... لیکن کیوں... کیا تھیں میری نظر کی  
کمزوری کا کوئی ثبوت مل سکتا ہے؟  
آصفت نے مسکرا کر کہا  
«اسے جو بھی محسوس ہو رہا ہے... اس سے نہیں... اب تو مجھے اور بھی زیادہ یقین ہو گیا  
ہے، محمود نے کہا۔  
اور ہمی بڑھے گی۔

دھست تیرے کی۔ فرزان نے جھلک کر کہا... کس بات کا؟  
ساختہ میں محمود کی ران پر ایک ناگھ بھی رسیدا۔  
ساختہ میں محمود کی ران پر ایک ناگھ بھی رسیدا۔  
«حد ہو گئی... ایک تو میرے سکیہ کلام پر... وجدیت میرا خیال ہے... میری نظر بالکل خراب  
ڈالا... اپر سے مجھے مار بھی دیا ہے... یار آفکار گئی ہے۔  
ایہ تم کیا کہا کے مجھے پڑ گئے... فرحت لے  
تم دیکھ رہے ہو۔»

اس وقت ایک تو دن کا وقت ہے... دوسرے جھلک کر بولی۔  
کہ میں نے آنکھیں بند بھی نہیں کر لیجیں... تیرے میں غلط نہیں کر رہا... مجھے یقین ہو چلا ہے... کہ  
کہ میری آنکھیں ہیں بھی بالکل سٹھیک... لہذا میرے نظر بالکل خراب ہو گئی ہے۔  
آخر کیسے... کیا ہم تھیں نظر نہیں آ رہے؟ آصفت  
نہ دیکھوں؟

## گوریلا

میرا خیال ہے... پہلی باری جسے ہم آئندہ محمود پارٹی کے نام سے یاد کریں گے... سمندر کے ذریعے منزل کا رخ کرے گی۔ فاروق نے دنی اواز میں کہا... وہ اس وقت ایک ٹیکسی میں بیٹھے تھے۔

تو پھر تم کیا چاہتے ہو... وہ ہماری جہاز کے ذریعے حاجی آفتاب نے منہ بنایا۔

”زیادہ منہ بنانے کی ضرورت نہیں... تم اس کے بغیر بھی بات چیز کر سکتے ہو... سوال یہ ہے کہ ہم کس طرف سے جائیں گے؟“

”ہم خشکی کے راستہ جائیں گے؛ آفتاب نے کہا۔“

”یعنی اس طرح تو ہم خشک ہو جائیں گے؛ مکھن پول۔“  
”مزاج چھٹے بولنے کی تاکام کوشش نہ کرو... اور ہر یہ غور کرو کہ ہم کس طرف سے جائیں گے؟“

نے تملا کر کہا۔

”بالکل نظر آ رہے ہیں... لیکن؟“

”لیکن کیا...“ فرزان نے سچاڑ کھانے والے انداز

میں کہا۔

”لیکن یہ کہ وہ لاپچ مجھے لظہ نہیں آ رہی؟“

”کیا؟؟؟“

وہ ایک ساختہ چلاتے۔۔۔

”ہوائی راستا چیلنج کے بغیر طے نہیں ہو سکتا...  
و دسرے راستوں میں یہ آسانی موجود ہے... لہذا ہم  
خشکی کا راستا ہی اختیار کریں گے۔“

”چلیے... بھیڑ ٹھیک ہے۔“ مکحن بنے کہا۔  
”لیکن اس راستے پر سفر کرنے کے لئے بہت دل  
گردے کی مزورت ہے۔“ فاروق ملکا ہوا۔  
”ہو گی... ہمارے پاس کونسا دل گردہ لکھی ہے۔  
آفتاب نے نہیں کہ کہا۔  
”لیکن جناب! میں کس طرف چلوں...“ ڈراموئر نے  
ان کی کھڑ پھر سے تنگ آ کر کہا۔

”ہائی! ہم نے تھیں اب تک نہیں بتایا کہ  
کس طرف جانا ہے:“ فاروق کے لئے میں بلا کی جرت  
تھی...“

”جی نہیں... بالکل نہیں بتایا۔“

”بہت خوب... تو اب بتا دیتے ہیں... کیوں بھی آفتاب چڑکا  
کیا بتائیں بھلا ہم۔“

”خالی سڑک کی طرف جانا ہے... پتا ہے نہ۔“  
”ہاں! کیوں نہیں... نہ پتا ہونے والی اس میں کیا  
بات ہے؟“

”بہت بہت شکریہ۔“  
ٹیکسی نے رفتار پکڑ لی... امھروں نے بھی خاموش  
رہتا بہتر خیال کیا... اس کی موجودگی میں وہ کھل کر  
بات چیت نہیں کر سکتے تھے... آخر پہاڑی سلسلہ  
شروع ہو گیا...“

”بس ابھیں یہیں آتا دیں اور آپ جائیں۔“  
”کیا کہا جناب... میں جاؤں... یہ کیا بات ہوئی؟“  
”اڑے بھی... تو کیا آپ کو ڈالپس شہر نہیں جانا؟“

”میرا کراہ دیں گے تو جاؤں گا۔ نا۔“  
”اوہ ہاں! یہ بھی ٹھیک ہے:“ فاروق نے چونکہ  
کہ لکھا۔ اور دوسرا روپے نکال کر اس کے ہاتھ پر  
رکھ دیا۔

”یہ کیا جناب... یہ تو دوسرا روپے ہیں۔“  
”تو کیا یہاں تک زیادہ کراہیہ بنتا ہے؟“ آفتاب نے  
چڑکا کر کہا۔

”یہ بھی تو سوچیں... یہاں سے بھی خالی جانا پڑے  
گا... اس طرف سے سواری تو کوئی ملے گی نہیں۔“  
”ہاں! یہ بات بھی ٹھیک ہے... یار آفتاب تم  
بھی اس بے چارے کو دو سو روپے دے دو۔“

"تو تم ہی دے دو نا۔"

میرے پاس سر سو والے نوٹ اور نہیں ہیں؟

"اچھی بات ہے۔ آفتاب نے کہا اور جیب سے پرس نکالا۔ اس کو کھولا تو اس میں بہز بہر نوٹوں کی جملک دکھانی دی۔ اس میں سے دو نوٹ سو سو والے نکال کر اس نے ڈرائیور کی طرف بولا دیتے۔ "آپ لوگ یہاں کیا کرنے آئے ہیں؟ اس سے نوٹ لیتے ہوئے الجھن کے عالم میں کہا۔

"لبیں سیر تفریج کرنے۔"

"تب تو آپ لوگوں کو والپس بھی جانا ہو گا۔ میں انتظار کر لیتا ہوں۔" اس نے کہا۔

"مینیس! ہماری سیر جلد ختم نہیں ہو گی۔" "کوئی بات نہیں۔ میں رات تک انتظار کر سکت ہوں۔" ڈرائیور نے کہا۔

"مینیس بھائی! ہم ٹیکسی سے والپس نہیں جائیں گے۔"

"اچھی بات ہے۔" اس نے جھلکا کر کہا۔

اچانک انھوں نے چاقو کھلنے کی آواز سنی۔ وہ چوہک اٹھئے۔ ٹیکسی ڈرائیور کے ہاتھ میں ایک لمبا سا چاقو مھما۔

"یہ کیا بھئی... تم نے چاقو کیوں نکال یا۔۔۔ کیا پھول کے لیے قدمیں بنانے کا ارادہ ہے؟ اشFAQ نے کاپن پر کہا۔

"مینیس! اس سے تم لوگوں کے سر قلم کروں گا۔" ہمارے سروں نے مختارا کیا بگڑا ہے۔" اپنی جیمیں خالی کر دو میرے سامنے۔۔۔ اگر تم نے ایسا کیا تو میں کچھ نہیں کہوں گا۔۔۔ لیکن اگر آئیں باہم شامیں کی تو بہت بڑی طرح پیش آؤں گا۔" اسے پاپ رسے۔۔۔ ان حضرت کا ارادہ تو نہیں بونٹے کا ہے۔ آفتاب نے گھبرا کر کہا۔" کیوں بھئی۔۔۔ کیا یہی پروگرام ہے۔"

ہاں! اگر تم سیدھی طرح اپنے پرس میرے حوالے کر دو۔۔۔ تو میں چب چاپ یہاں سے چلا جاؤں گا۔۔۔ ورنہ تم لوگوں کی لاشیں یہی تربیتی نظر آئیں گی۔ وہ بولا۔

"جانے دو۔۔۔ بھئی۔۔۔ لک۔۔۔ کیوں مذاق کرتے ہو۔۔۔ اخلاق نے کاپنے ہوئے کہا۔"

"یہ مذاق نہیں۔۔۔ پرس تکاہو۔۔۔ وہ غرایا۔" ہم تو آپ کر بہت شریف ڈرائیور خیال کر رہے ہیں۔

”اپنا چاقو جیب میں رکھ لو دوست ... اور ہمیں بتاؤ،  
کیا ضرورت ہے تھیں ... سمجھو دیکھنا ہم کس طرح  
تمہاری مدد کرتے ہیں؟“

”مجھے چکر دینے کی کوشش کر رہے ہو۔“ اس نے بھٹا  
کر کہا۔

”اوے نہیں ... اس میں چکر کی کیا بات ہے... ایک  
سہماں سمجھائی کے لئے ضرورت ہے اور ہمارے پاس دینے  
کے لیے کچھ ہے ... تو ہم ضرور اس کی مدد کرتے ہیں؟“  
”غیراً میں چاقو نہیں رکھوں گا جیب میں ... مال  
نکالو۔“ اس نے کہا۔

”پہلے یہ بتاؤ ... تھیں ضرورت کیا ہے ... اور کتنے  
کھنے بل جائیں ... کم میں ... آج کل دولت کتنی  
بھی ہوئی کم نظر آئی ہے۔“

”ہوں اچھا۔“

یہ کہ کر فاروق نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور سمجھا:  
جب اس کا ہاتھ طاہر نکلا تو اس میں پستول بھتا:  
”اوے! یہ کیا؟“ وہ چیڑایا.  
”اگر تمہارے ہاتھ میں چاقو ہے تو یہ پستول ہے۔“

”تھے اور آپ کیا تکلے؟“  
”میں شریف تر واقعی تھا... لیکن تم لوگوں کے پاس  
دولت دیکھ کر ذرا کم شریف ہو گیا۔“ اس نے کہا.  
”بھئی اب جھوٹ تو نہ ہو لو؛“ فاروق نے منہ بنایا.  
”کیا مطلب؟“

”مطلب یہ کہ جو لوگ شریف ہوئے ہیں ... وہ اپنے  
پاس چاقو نہیں رکھتے۔“

”تم پرس نکلتے ہو یا نہیں؟“  
”نکال دو بھئی پرس ... یہ بے چارہ ہم سے زیادہ  
ضرورت مند ہے... شاید اس کے لئے میں نوبت فاروق  
تک آئی ہوئی ہے؟“ آفتاب نے بڑا سامنہ بنایا.  
”کیوں سمجھائی ... کیا یہی بات ہے ... اگر ایسا ہے  
تو ہم اور دولت بھی دے سکتے ہیں؟“

”کیا کہا ... اور دولت بھی دے سکتے ہو... ان  
پرنسوں کے علاوہ بھی۔“ اس کے لمحے میں حیرت تھی.  
”ہاں بالکل۔“

”تو سمجھ نکالو ... وہ بھی۔“ اس نے خوش ہو کر کہا.  
”اس کا مطلب ہے ... تم بہت ضرورت مند ہو۔“  
”ہاں!“ اس نے کہا.

فاروق نے کہا۔  
تم... پستول... چلا لیتے ہو۔"

"یوں تو ہم اس پستول کے بغیر بھی تم سے چاقو سے لیتے... میں نے سوچا ذرا اس کی ایک جھلک بھی دکھا دوں... اب یہ پرس ہمیں بوٹا کر دو گیارہ ہو جاؤ، اور اگر کسی کو لوٹنے کی کوشش کی تسلیکی ضبط ہو جائے گی۔"

وہ دھک سے رہ گیا اور پھر پرس پھینک کر یہی میں جا بیٹھا... دوسرا ہی لمحے وہ جا رہا۔ اور وہ ہنس رہے تھے...  
"اب کیا خیال ہے؟ آفتاب بولا۔

میکسا خیال۔۔۔ بس ہم بازن طان جا رہے ہیں، فاروق آنکھیں پھاڑ کی ایک چوتھی پرجم گئی تھیں... کیا نظر ہے؟" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔  
"اللہ نے انھیں دی ہیں... تم بھی دیکھ لو۔۔۔" آفتاب نے جھلک کر کہا اور اوپر دیکھا... دوسروں نے بھی اس طرف سر اٹھا دیئے...  
وہاں ایک گوریلا غنا چیز موجود تھی:

"یہ... یہ کیا بلا ہے؟"  
اور یہ بلا سلیخ بھی ہے۔۔۔

مشکل نہیں... لیکن اس کے بعد بازن طان کی طرف جو پہاڑ ہیں... ان کو عبور کرنا انتہائی مشکل ہے... اسی یہے تو یہاں فوق مقرر نہیں کی جاتی:  
اُو... دیکھا جائے گا... مجھے علامہ اقبال کا شعر یاد آ رہا ہے، "فاروق نے خوش ہو کر کہا۔  
وہک... کون سا شعر وہ ایک ساختہ ہوئے۔  
"بھی وہی..."

دشت تو دشت دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے  
بحر نظمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے؛  
بھی وہ... اچھا شعر ہے... اور ہمارے حسب حال  
بھی... ارے... اشFAQ کرنے کے رک گیا... اس کی  
مکیسا خیال۔۔۔ بس ہم بازن طان جا رہے ہیں، فاروق آنکھیں پھاڑ کر کہا۔  
لیکن کیسے... بازن طان اور ہمارے درمیان تو  
نہ جانے کتنے پہاڑ حائل ہیں... "اخلاق نے حیران ہو کر کہا۔  
اللہ تعالیٰ کوئی سبب بنا ہی دیں گے... فکر نہ کرو،  
اشFAQ بولا۔

"ان پہاڑوں پر چڑھنا اور دوسری طرف... اتنا زیادہ

صلح بلا... صحیح داہ... یہ تو کسی ناول کا ہم ہو سکتا۔ تم لوگوں کا ہی انتظار کر رہے تھے ہم... میں اکیلا  
ہے، اس نے خوش ہو کر کہا۔

دارے... تو آپ کے اور ساتھی بھی ہیں۔

ہاں! دائیں بائیں نظر دوڑاؤ!

تو یک مرچیں چبانے کے لیے آئے ہیں۔ فاروق نے انھوں نے دیکھا... اور پھر پر قریباً سات صلح آدمی  
 موجود تھے... اور اگر وہ انہیں بھوننا چاہتے تو ہے ان کے  
 منہ بنایا۔

اس نے ہم پر رائل تان رکھی ہے۔ گویا ہم ایسا ہی تھا کہ کھیل سکتا۔ لہذا ان کے لیے اور جانے  
 اُدھر نہیں ہو سکتے۔

”یہ بات ہے بھائی... تم کون ہو اور اس طرح میر تو ہم بیٹھائے پھنس گئے۔“ اقتاب نے ٹبر  
 اور پلکے ہونے کیا کہ رہے ہو۔“ فاروق نے ہنزا هنزا بنایا۔  
 آواز میں کہا۔

”چپ چاپ اور پچھے آؤ۔“

”یہ تو خیر نہیں ہو سکتا۔“ فاروق بولا۔

”میں نہیں ہو سکتا۔“ اور پرے سے کہا گیا۔

”یہ کہ ہم چپ چاپ اور پچھے آئیں... آئیں کے تاب نے جل کر کہا۔  
 تو ہم باشیں کرتے ہوئے۔“

”چل جیسے بھی آتا ہے... آ جاؤ۔“

پروگرام کیا ہے... آپ یہاں نیکے تشریف رکھتے تو کیا پھر اُن کا حد سے کوئی قلع نہیں ہوتا...“  
 ”فلق لے پلوچھا۔“

پپ... پتا نہیں... بخوبی کروں گا... پوچھوں گا کسی  
میرا خیالِ محمود پارٹی کی طرف چلا گیا سختا... اس  
سے۔ فاروق نے کہا۔  
کا مطلب تو پھر یہ ہوا کہ ..."

"نہ جانے ان لوگوں کا کیا پروگرام ہے، اخلاق اداہ ہاں! اس کا مطلب یہی ہے کہ وہ بھی ہنس پڑ رہا یا۔  
"ہمارا استقبال کیں گے اور کیا پروگرام ہوگا، وہ ان کے قابو میں نہیں آسکتی۔"

فاروق نے مسکرا کر کہا۔ "ان کے لیے بھی آخر اخنوں نے جال بچایا ہے

"سوال یہ ہے کہ انھیں کس طرح معلوم سختا کر دو گا؟"  
یہم اور ہر آئیں گے... ہم نے تو ادھر آئے کے بارے پیغام دیکھا جائے گا... ان جالوں سے ڈرنے والے  
میں پہلے سے کوئی پروگرام بھی نہیں بنایا سختا کے آسمان نہیں ہم۔"

یہی میں یہ ذکر ہوا سختا۔ آفتاب نے جلدی جلدی یہ جملہ کھنے کے علاوہ بھی کوئی جملہ آتنا ہے متعین:  
"ان لوگوں نے شاید پہلے ہی اندازہ لگا لیا کتاب نے جل کر کہا۔

لکھ صاحبہ کو بھی تو اخنوں نے ہماری امیدوں کا "ہاں اور بھی بے شمار جعلے آتے ہیں... لو میں  
خلاف اخوا کر دیا ہے... گویا یہ ہمارے بارے یعنی شروع کرنا ہوئی..."

اور ہمارے کام کرنے کے طریقے کے بارے میں بہت تندی بادی مختلف سے نہ گھبراۓ عقاب  
جانتے ہیں، اسشقاق نے خیال ظاہر کیا۔ "تو اذق ہے سچھے اونچا اڑانے کے لیے  
ہاں! اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے... اولاد کر فاروق ایک سے کے لیے رکا... پھر بولا۔  
فاروق دھک سے رہ گیا۔ "اور سناؤں"

"یہ بعد والا اودہ کمال سے آپکا۔ آفتاب، کسی شاعر کی روح تو نہیں حلول کر سکتی تم میں،  
اسے گھورا۔" "نہیں... لیکن تم شعر سن لو۔"

نشیمن پر نشیمن اس طرح تحریر کہتا جا کر گرتے گرتے بجلیاں خود بے زار ہو جائیں۔

”واہ! شعر واقعی اچھا ہے: اخلاق نے تعریف کی گئی۔ وہ کیسے؟“  
اچھا اس لیے ہے کہ فاروق کا نہیں ہے: آفتاب

لے منہ بنایا۔

”اور میں نے شاعر ہونے کا دعویٰ کیا؟“ فاروق  
نے امکھیں نکالیں۔

”یاد نہیں۔“ آفتاب فوراً بولا۔  
”معلوم ہوتا ہے... تم فاروق بھائی کے کان کا... بھائی!“  
لیکن ہم اسے بہادری کی غلکر میں ہو۔“ مکھن ہستا۔

”بھجھے خد کرنے کی کیا ضرورت... وہ تو ہیں ہی۔“ بہادری... بیان بہادری بے چاری کہاں سے پیک  
پڑی۔“ آفتاب کے لبھے میں حیرت تھی۔  
کے ہٹانے۔“

”یار اتنا سفید جھوٹ تو نہ پولو... یا پھر تھماری پھیٹے تو یہ تا دریں... بہادری بے چاری کیسے ہو  
نظر خراب ہو گئی ہے۔“ فاروق کے لبھے میں حیرت انکھی ہے: مکھن ہٹنے جیران ہو کر کہا۔  
اُسکے... کیوں... کیا تھمارے چیرے پر کان...“ ببال کی کھال نہ تھردو... اور پھیٹے بھجھے سے یہ سُ  
لو کر کسی بھرے کا گاتا نہ سنتا اور غیبت نہ سنتا  
ہوئے ہیں:“

”نہیں... میں نے کسی کو ادھار دے دیے یا بہادری کیوں نہیں...“ اس لیے کہ اس بے چارے کو  
فاروق نے جھلا کر کہا۔  
”تو پتا ہی نہیں چلے گا کہ کیا ہو رہا ہے... گانا ہو  
اچھا کیا... کسی کے سنتے کے کام آ جائیں گھا ہے... وعظ... یا غیبت ہو رہی ہے یا اچھائی...“

اور تم گناہوں سے بچتے رہو گے: آفتاب نے فوراً کہا۔  
”یہ بات بچھے میں نہیں آئی کہ گناہوں سے بچتے رہو  
کر گرتے گرتے بجلیاں خود بے زار ہو جائیں۔“

”وہ! شعر واقعی اچھا ہے: اخلاق نے تعریف کی گئی۔ وہ کیسے؟“  
اچھا اس لیے ہے کہ فاروق کا نہیں ہے: آفتاب  
”نہیں تو۔“ اشتفاق نے فوراً کہا۔  
”کسی کی غیبت سُن سکتا ہے: آفتاب بولا۔  
”نہیں تو۔“ اخلاق نے کہا۔

”تو پھر وہ گناہوں سے بچتا رہے گا... یا نہیں۔“

”یاد نہیں۔“ آفتاب فوراً بولا۔  
”معلوم ہوتا ہے... تم فاروق بھائی کے کان کا... بھائی!“  
لیکن ہم اسے بہادری کی غلکر میں ہو۔“ مکھن ہستا۔

”بھجھے خد کرنے کی کیا ضرورت... وہ تو ہیں ہی۔“ بہادری... بیان بہادری بے چاری کہاں سے پیک  
پڑی۔“ آفتاب کے لبھے میں حیرت تھی۔  
کے ہٹانے۔“

”یار اتنا سفید جھوٹ تو نہ پولو... یا پھر تھماری پھیٹے تو یہ تا دریں... بہادری بے چاری کیسے ہو  
نظر خراب ہو گئی ہے۔“ فاروق کے لبھے میں حیرت انکھی ہے: مکھن ہٹنے جیران ہو کر کہا۔

”اُسکے... کیوں... کیا تھمارے چیرے پر کان...“ ببال کی کھال نہ تھردو... اور پھیٹے بھجھے سے یہ سُ  
لو کر کسی بھرے کا گاتا نہ سنتا اور غیبت نہ سنتا  
ہوئے ہیں:“

”نہیں... میں نے کسی کو ادھار دے دیے یا بہادری کیوں نہیں...“ اس لیے کہ اس بے چارے کو  
فاروق نے جھلا کر کہا۔  
”تو پتا ہی نہیں چلے گا کہ کیا ہو رہا ہے... گانا ہو  
اچھا کیا... کسی کے سنتے کے کام آ جائیں گھا ہے... وعظ... یا غیبت ہو رہی ہے یا اچھائی...“

لیکن ایک اپنی طرح سننے کے قابل شخص اگر گانے سے اپنے آپ کو بچاتا ہے... غلبت کے شفته سے خود آفتاب نے منہ بننا کر کر کیا۔  
”ہماری عمر میں اب پنگوڑے میں بیٹھنے کی نہیں رہیں۔“

”چلو بیٹھو۔“  
”آؤ، بھئی بیٹھیں۔“ فاروق نے منہ بنایا۔  
پانچوں پنگوڑے میں بیٹھ گئے۔  
”مجھے حضرت ابراہیم علیہ السلام یاد آگئے... انھیں اُگ میں دوائی کے لیے ایک پنگوڑے میں بٹھایا گیا تھا۔“  
اشفاق نے جلدی جلدی کہا۔

”ہاں! اور وہ اُگ ایک مدت تک جلدی کئی تھی، بھئی بڑی الاو۔... یہ اللہ کی قدرت تھی کہ اس حد تک ابراہیم ناک اور دمکتی اُگ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایک بال بھی نہ جلایا۔... اس لیے کہ اللہ پاک نے اُگ کو حکم دیا تھا۔... اسے اُگ... مُھمندی ہو جا۔... اور مُھمندی بھی کیسی۔... سلامتی والی۔... کیوں کہ زیارت مُھمند کی بھی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نقصان پہنچا سکتی تھی۔“ آفتاب نے کہا۔

”چلو۔... اس بمانے ان کی یاد تازہ ہو گئی۔“ فاروق

لیکن ایک اپنی طرح سننے کے قابل شخص اگر گانے سے اپنے آپ کو بچاتا ہے... غلبت کے شفته سے خود کو بچاتا ہے تو یہ ہے بہادری：“

”اوہ! اب مجھے میں آیا کہ آپ بہادری کو بے چاری کیوں کر رہے تھے۔... املاق ہنسا۔  
وہ باتیں بھی کرتے جا رہے تھے تیر اوپر بھی چڑھتے جا رہے تھے۔... یہاں تک کہ بالکل چوٹی پر پہنچ گئے۔... کلاشن کوفون والے ان کے گروچے اور لگنے ...“

”کیا پروگرام ہے دوستو؟“

”تم لوگ جہاں جانا چاہتے ہو۔... تم بھی بھیں وہیں تھیں۔...“  
لے جان چاہتے ہیں۔

”یہ تو اور بھی ابھی بات ہے۔... یہ مشقت سے بال بال پیچ جائیں گے۔“  
”ہاں! خاید۔“ ایک نے کہا۔

”لیکن ہاں کے ساتھ شاید لگانے کی کیا ضرورت ہے۔“ فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

”تم سے جدے بازی نہیں چلے گی۔... اس پنگوڑے میں بیٹھ جاؤ۔“ اس نے رسی کے ذریعے لکھے لکڑی لولا۔

پنگوڑہ پھاڑ کے دوسرا طرت نیچے اترنے لگا:  
”بھی وہ ... یہ تو نفت کا مزا آ رہا ہے“ فاروق  
نے خوش ہو کر کہا.  
”ابھی نیچے اتر کر اور مزا اٹھ گا۔“ آفتاب جل  
کر بولتا۔

”اگر اور مزا آئے گا تو منہ بنانے کی ضرورت نہ  
فاروق نے چران ہو کر کہا.

”اس نیچے کروہ مزا ذرا اور قسم کا ہو گا؟“  
”کوئی بات نہیں ... بہادر برابر تقسیم کر لیں گے“  
اور پھر پنگوڑا نیچے جا لگا ... فوراً ہی وہ پنگوڑے  
سے اتر آئے ... لیکن عین اس وقت ان پر ایک جال  
اگرا ... اور ساتھ میں ایک تھقہ گو نجا:

”ہا ہا ہا ... سب کچھ ہمارے منصوبے کے عین مطابق  
ہو رہا ہے ... اب صرف تیسری پارٹی باقی ہے؟“ ایک  
آواز آئی۔

”ہمیں ... تو کیا پہلی پارٹی بھی تم لوگوں کے قبضے میں  
آچکی ہے؟“

”میں ... لیکن وہ ہمارے راستے پر تو گل پکے ہیں؟“  
”دھست تیرے ...“ فاروق نے جھلا کر کہا.

”یا تو تم سمجھوں رہے ہو... تم محمود نہیں ہو“  
”اوہ اچھا کیا ... یاد دلا دیا ... ورنہ نہ جانے کیا ہو جاتا“  
فاروق نے گھبرا کر کہا.

جال کو ایک سخت میں گھینٹا جانے لگا ... رگڑا وغیرہ سے  
خون خل رہنے کے لیے وہ اپنے ہاتھوں اور پیروں پر اگے  
بڑھنے لگا ...

وہم سے بھیڑ بکریوں کا سلوک کیا جا رہا ہے ... ہم نے  
بھی ان سے بکریوں بندروں والا سلوک نہ کیا تو نام نہیں:

فاروق نے جلد بھجنے لجوئے میں کہا.  
”اور بکریوں بندروں والا سلوک کیا ہوتا ہے؟“ آصفہ  
لوچھیا.

”تو بھے بھی نہیں معلوم۔“ فاروق نے منہ بنایا.  
اسی وقت جال رک گیا ... آجھیں ایک جھٹکا سا لگا۔  
ساٹھی اسکو نے دیکھا ... پھاڑوں کے درمیان گھری  
اک وادی میں ایکی رسی کاپڑ کھڑا رہتا ...

”اس کی رسی یعنی کاپڑ سے باندھ دو ... آجھیں رسی  
کاپڑ پر بھا کر نہیں ... روکا کر لے جایا جائے گا ...“  
کھانے کہا.

”او کے سر“

کلاشن کوف والوں نے جال کی رسی کو مفہومی سے  
ہیلی کاپڑ سے باندھ دیا ... اور پھر وہ اوپر اٹھنے لگا۔  
اس کے ساتھ ہی وہ ہیلی کاپڑ سے نکلنے لگا...  
”اب یہ کیا سلوک ہے فاروق؟“  
”مگر ڈروں کے قبفے میں اگر کوئی شیر اتفاق سے آ  
جائے تو وہ اسی قسم کے بھکنڈے اختصار کر کے اے  
قاولوں میں رکھنے کے نہ جانے لکتے جتن کریں گے“ فاروق  
نے کہا۔

”ہا ہا ہا ... شیر دیکھے ہیں ... وہ لٹک رہے ہیں ...“  
”اواز گوئی۔“  
”فاروق ... کیسی ہم وقت تو ضائع نہیں کر رہے ...“  
آفتاب چونکا۔

”کیا مطلب ... اس جال میں ہم وقت کو آباد کر بھی  
کیسے سکتے ہیں۔“

”اوھر اُدھر کی بالوں میں وقت ضائع کرنے کی بجائے  
ہم یہ تو سوچ رہی سکتے ہیں کہ ان لوگوں کا اب  
پروگرام کیا ہے ... اور یہیں کیا کرنا ہو گا؟“

”یہ اگر تینوں پارٹیوں کو جمع کر کے موت کے گھاٹ  
اندر دینا چاہتے ہیں اور ہم کیا سوچ سکتے ہیں؟“

”ہاں تک ہم عورتوں کی مشدیاں ختم نہ کر سکیں،  
ان کا یہ کاروبار بھٹپ نہ ہو سکے۔“  
”لیکن ہم ان کا یہ خراب پورا نہیں ہونے دیں گے۔“  
”جال میں بندھے ہوئے ہم کر بھی کیا سکتے ہیں؟“  
”اللہ کو یاد تو کر ہی سکتے ہیں ... وہ تمام مشکلات  
سے بچات دیتے والا ہے۔“  
”اوہ ہاں واقعی؟“  
اور وہ اللہ کے ذکر میں مشغول ہو گئے ... اچانک  
ہیلی کاپڑ نیچے ہونے لگا... پھر رسی اوپر سے کاٹ دی  
گئی ... اور وہ کسی قدر اوپنچائی سے زین پر گئے۔  
میں پتھری بھی ... لہذا اچھی بھلی چوٹ بھی لگی ...  
اس جال سے نکل سکتے ہو تو نکل آؤ ... یہ وادی  
تمہاروں ہے ... اس میں خوب گھوم پھر سکتے ہو، کھانے  
کو جو ملے، کھا سکتے ہو ... پینے کو جو ملے ... پی سکتے ہو  
کوئی پابندی نہیں اور اگر اس وادی سے نکل کر  
ہمارے خلاف جا کر سکتے ہو، تو کر گزرو ... جلدی  
دوسری دونوں پارٹیاں یہاں موجود ہوں گے۔“  
ان الفاظ کے ساتھ ہی ہیلی کاپڑ اوپر ہوتا چلا  
گی ... انھوں نے جال سے نکلنے کے لیے زور آڑتا

شروع کر دی ... لیکن جال بہت مضبوط رسی کا تھا۔ اور ان کے سامنے محمود نہیں تھا... جس کا چاقو قلم آ جاتا۔

"ہمیں کسی پتھر کے ذریعے ریکو کو کاٹنا ہوگا... اُز پتھر کی تلاش میں لڑھکیں" فاروق سے کہا۔

"واہ! کیا جملہ کہا ہے؟ آفتاب جل کو یہاں لیکن وہ رُڑھنے کے سوا کہ بھی کیا سکتے تھے، رُڑھنے آخر وہ کچھ پتھروں کے پاس پہنچ سکے۔ فاروق نے جال میں سے ٹاٹھے باہر نکال کر ایک پتھر اٹھا لیا... اور ٹاٹھے اندر کر لیا... اب رسی زین پر رکھ کر اس پر پتھر مارنے لگا... باقی ساٹھی ایک طرف بیٹھے اس کی طرف اور رسی کی طرف دیکھتے رہئے، یا اُندر رسی کئے لیجی..."

"بہت خوب... رسی کٹ رہی ہے۔" لیکن میں پتھر مارنے کے لیے گیا ہوں... اب تمہاری باری ہے۔" فاروق نے کہا۔

"ضرور... کیوں نہیں؟"

پتھر اب آفتاب نے لے لیا... کافی دیر تک وہ رسی پر پتھر آزمانا رہا... اس طرح کچھ اور رسی کٹی، پتھر

اشناق نے پکڑ لیا... اور رسی پر مارنے لگا... آخر رسی کٹ گئی... جال کا منہ کھل گیا اور وہ اس سے باہر نکل آئے... اخنوں نے دیکھا... محمودی پساؤں کے درمیان گھری ایک سربز وادی تھی... پندرے چھپا رہے تھے... ایک طرف ایک چھوٹا سا چشمہ بھی جاری تھا، چند اونچے اونچے درخت بھی تھے... جن میں نایل کی قسم کے بچل ٹک رہے تھے...

"بہت خوب! یہاں کھانے کے لیے بھی ہے۔" اور پینٹے کے لیے بھی... بس وادی سے باہر نکلنے کے لیے کچھ نہیں۔" فاروق نے کہا۔ "لیکن... یہ پتھر، مکھن نے فوراً کہا۔

"کیا مطلب؟" یہ کمال سے نکل رہا ہے اور کہاں جا رہا ہے، وادی سورمیان میں اگر اس کا پانی جمع ہو رہا ہوتا تو یہاں تو بن چکی ہوتی ایک جھیل... لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ یہاں جھیل نہیں ہے۔" "اوہ!" وہ حیران رہ گئے... مکھن نے بہت کام

کی بات بتائی تھی... "اوہ دیکھتے ہیں... چشمہ بہ کہ کس طرف جا رہا ہے۔"

فاروق نے پروجش انداز میں کہا  
وہ اس سمت میں قدم اٹھانے لگا... جس سمت میں  
چھڑ جا رہا تھا... وہ سانپ کی طرح بل کھاتا ہوا جا  
رہا تھا... اور نیچے ہی نیچے جا رہا تھا... آخر رہ  
رک گئے... اب ان کے سامنے ایک بانکل سوراخ تھا...  
بانکل کسی پانپ کی طرح... چھٹے کا پانی انہیں جا رہا  
تھا... اور یہ سوراخ عمودی تھا... بانکل پر چھٹے  
کی طرف ...

"شاید اس کا سلسلہ بانکل نیچے جا کر پانی سے جا ملا  
ہے... ہماری یہ کوشش بے کارگئی... ہم اس چھٹے  
کی مدد سے اس دادی سے نہیں نکل سکتے۔" آفتاب نے  
ایوسانہ انداز میں کہا۔

"کوئی بات نہیں... ابھی تو دو اور پارٹیاں یہاں  
آنے والی ہیں۔"

"وہ بھی اگر... آکر... آکر..."  
فاروق کی زبان اٹکنے لگی... پھر وہ اس سمت دوڑ  
پڑا... جس طرف سے وہ آئے تھے... وہ بے تھاشا دوڑ  
رہا تھا... آفتاب، مکھن، اشقاق اور شر کی حیرت زدہ  
سے اس کے نیچے دوڑے..."

## کاری ضرب

"دونوں چھٹی پارٹیاں رخصت ہو چکیں... اب بھیں روانہ  
ہونا ہے... میں جانتا ہوں... ان میں سے ایک رخ کرے  
گی سمندر کا... دوسری پہاڑوں کا... ہم ہوائی سفر کے ذریعے  
جا سکتے ہیں... لیکن ان کی نظرؤں میں آجائیں گے... اگر ہم  
بیرون سڑک جائیں تو اس طرف ان کے عائد سے پہنچے ہی موجود  
ہوں گے... جب کہ پہلی دو پارٹیوں کا سابقہ اب تک ان  
سے پڑ چکا ہو گا۔"

"کیا مطلب ہے... یہ تم کیا کر رہے ہو جسٹید؟" خان رحمن  
خراں گھوکر بولے۔

"یہ تھیک کر رہتے ہیں... یہاں سے ملکہ کا انواع ہو جاتا  
اگر طرف اشارہ کرتا ہے کہ ہم پوری طرح ان کی نظرؤں  
میں ہیں۔"

بت پھر ہم نے یہ میک آپ کیوں کیا؟ پروفیسر داؤڈ

بُوکے۔ میک اپ تو یہ نے اپنے لوگوں کی نظرودی سے بچنے لیے کہ وہ اس کاروبار میں کسی قسم کی خلل اندازی برداشت کے لیے کیا ہے؟

بھول اپھر کیا پروگرام ہے... جیس ان کی نظرودی تو پھر اعفیں ہماری طرف سے ہجیش دھڑکا رہے گا کہ میں آنا ہی ہے... تو احتیاط کیسی بھی سختی یا پہاڑ نہ جانے ہم ان کے خلاف کب کیا شروع کر دیں؟

کیا مطلب ہے؟

ہاں ایس بھی لیکی کتنا ہوں... ہم سخت کے راستے سے پڑے چلتے ہیں؟ خان رحمان نے کہا۔ مطلب یہ کہ ہم کوشش کریں یا نہ کریں... اب وہ بھیں نہیں چھوڑیں گے... یا وہ ہمیں ختم کریں گے... یا چلتے ہیں... تو پھر دیر کا ہے کی؟

دیر کی بھی ضرورت ہے... ہم الگ الگ ان کے لئے مسکن کر کر کھل چاہتے ہیں:

اس کا مطلب تو یہ ہوا جیشہ کہ ہم ان کے پروگرام اور کینون اس نیک کام میں ہماری جان چلی جائیں ان کی مردگاری رہے ہیں:

ہاں! ہم اور کہ بھی کیا سکتے ہیں... بہتر طریقہ یہی... دس گھنٹے بعد وہ بھی ناچال سختہ پڑھنے پڑے... اعفوں کے ان کے ذریعے ہی ہم ان تک پہنچ جائیں۔

فرض کیا جیشہ کہ ہم بھاول سے روانہ نہ ہوں، توں جزویے پہنچنے... جس پہنچ پارٹی ان سے پہنچ لیا دہ خود بھاول پہنچ کر بھیں لے جانے کی کوشش نہیں چلی سکتی... وہ جزویے پہنچ اتر گئے... اور ادھر اور کریں گے:

ہاں ضرور کریں گے... کیوں کہ اعفوں کے شک بے... وہ لوگ اسی جزویے پر اترے ہے۔

۔ اور ہم بھی... لیکن وہ تو یہاں نظر نہیں آ رہے: کچھ دیر بعد ہم بھی یہاں نہیں ہوں گے:

”جسید ایکا تم سمجھتے ہو... ہم اس طرح ان کے پیار کوارٹ پہنچ جائیں گے: خان رحمان بولے۔

”کم از کم وہ لوگ ہمیں پسید کو لے برگز نہیں لے جائے اپنے اشتنے لگا... ایک لکھنؤ کے سفر کے بعد یونچے اڑتا گے... اپنے کسی چھوٹے اڈے تک تو سایہ لے جائیں“ نظر آیا...

لیکن پسید کوارٹ کا سراغ ہیں خود لگانا پڑے گا: اخنوں نے یونچے دیکھا... وادی میں بہت نئے نئے جزیرے کا چکر لگا کر وہ پھر اس جگہ کی طرف آئا کہ ان نظر آ رہے تھے... وہ بیسی کاپٹر کو دیکھ جہاں اخنوں نے اپنی لانچے باندھی تھی... اور پھر پہلی بارے تھے... داؤ دچلا اٹھے...

”ارے! یہ کیا... لانچ غائب ہے:“  
”یکا!!!“ خان رحمان نے بوکھلا کر کہا۔

”بھائی بوکھلانے اور چلانے کی ضرورت نہیں...“ محمود پارٹی کو کاپٹر کے ذریعے ایک محل تک لا یا گیا۔ گھر سے نکلے ہی اس لیے ہیں کہ ان کے بھتھے چڑھ جائیں گے مگر میں ایسی نئی نئی منے اور دبليے پتے آدمی سے لیکن... لیکن بھائی... یہاں سے ہم کس طرح جائیں گے میں اس نے اپنی موٹی آواز میں ان کے پرچھا:

”جن لوگوں نے لانچ غائب کی ہے... وہ جانتے ہیں تم لوگ ہماری تلاش میں ہو... اور ہم ہماری تلاش کر اپنیں کیا کرتا ہے... خکر نہ کریں۔“  
”اس سلسلے میں ہم ایک سو دا کر لیتے ہیں۔“  
”بین اسی وقت ایک بیسی کاپٹر کی آواز سنائی دکا۔

”کیا سو دا؟“

”ہم تھیں ہمارے باقی ساتھیوں کے پاس پہنچا رہے... ہم تو بہت چالاک ہوں... اگر تم ہمارے لئے میں... اس کے پڑے میں تم ہمیں کچھ معلومات دے دے“ کام معلوم نہ کرتے تو ہم بھی تم لوگوں کو مہاں کیا مطلب ہے کیا ہمارے باقی ساتھی آپ لوگوں کا نہ لاتے؟“

”آپ لوگوں کو کس طرح معلوم ہوا کہ تم نے آپ قبضے میں آچکے ہیں؟“

”ایک پارٹی تو بالکل قبضے میں ہے... دوسری پارٹی کے لئے کام جان یا ہے۔“

”آپ خود ہیں... آپ دیکھ لیں کہ لب لوگ بالکل“ ملکہ کو پہنچانا نہ کر کے معلوم کیا گیا؟

”قبضے میں ہیں یا کم و بیش... رسی تیسرا پارٹی... لفڑی یا...“ اور اقدبہنڈا شرم کے ماہر بھی ہیں... آپ لوگوں میں کی پارٹی... تو وہ بھی بہت جلد اتنے دالی ہے لیکن... لکھنی اینے دیتے... خیر کبھی عوامیں گے آپ لوگوں سے اب آپ اگر اس جگہ پہنچا پسند کرتے ہیں تو ہمارے سوالات... اور کیا یا تی معلوم کی ہیں تم لوگوں نے“

”لوگوں باتیں تو ہم معلوم کرنے کی کوشش میں ہیں... کے جوابات دے دیں۔“

”آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟“

”ہمارے لئے کام کا نام تم لوگوں کو کس طرح معلوم ہوا کیا ہے؟“

”لکھ نے بتایا“

”نہیں... ملکہ نے نہیں بتایا... ہم نے اپنے فریطے کیا۔“

”آپ کا نام؟“

”سے معلوم کیا تھا؟“

”وہ کیسے؟“ پھر سے سے ادمی نے پوچھا.

”ادھر ادھر کے سوالات کرتے کرتے، باقتوں باقتوں باتوں بھی کئی ملاقاتیں ہماری اور ہوں گی... لہذا ہمیں میں ہم نے یہ بات معلوم کر لی تھی... ملکہ کو احساس تکہ دوسرے کے نام تو معلوم ہونے ہی چاہیں... تم

ووگ تو محمود، آصف، فرزاد، فرحت اور شوکی ہو۔ مجھے  
بہن نا۔۔۔

آپ کی معلومات پر بھی یہیں حرمت ہے: "شکر  
مکرانیا۔۔۔

"یا آپ ہماری ملاقات کمانڈر سے کہا سکتے ہیں۔۔۔ ملکا کر کر لے  
آصف نے پوچھا۔۔۔

"کمانڈر... کون کمانڈر۔۔۔  
ملکہ کو تلاش کرنے والی حم جب تم کہوئیں گے

تھی... تو اس وقت کمانڈر سے ملاقات ہوئی تھی  
اور اس حم کی ساری ذمے داری اپنی کے سامنے

انھوں نے ہی یہیں ساری تفصیلات بتائی تھیں۔۔۔  
ہمارے ہاں تبدیلیاں بہت جلد ہو جاتی ہیں۔۔۔

میں کمانڈر ہوں۔۔۔ اس نے کہا۔  
اور وہ کہاں ہیں۔۔۔

"وہ اب کسی اور پوسٹ پر ہیں۔۔۔  
اور آپ کا نام۔۔۔

"تم مجھے بھی کمانڈر کہہ سکتے ہیں اور نام ہی  
چاہتے ہو تو سامنے کر لو۔۔۔

"سامن۔۔۔ ان کے منہ اسے نکلا۔۔۔

ہاں! کیدی۔۔۔ کیا ہوا۔۔۔

کافی خوف ناک سانام ہے۔۔۔

مجھے تو اس میں کوئی خوف ناک پن نظر نہیں آتا۔۔۔

آپ کا اپنا نام ہے نا۔۔۔ اس یے۔۔۔ محمود نے  
مکرا کر کر لے۔۔۔

"اب آپ میں ہمارے ساتھیوں کے پاس پہنچا دیجیئے۔۔۔

"وہاں پہنچ کر تم لوگوں کو اور افسوس ہو گا۔۔۔ سامنے  
نہ پہنچ کر لے۔۔۔

"کیدی؟" آصف چونکا۔۔۔

"یہ افسوس ہو گا کہ وہاں کیوں جا پہنچے۔۔۔

انھوں بلکہ ہم اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچ کر اطمینان  
محوس کر لے گے۔۔۔

ماخیں ان کے ساتھیوں کے پاس پہنچا دیا جائے۔۔۔

سامن نے بلند کلامہ میں کہا۔۔۔

جلد ہی انھوں نے ہیلی کاپٹر شارٹ ہونے کی آواز

تھی۔۔۔ اور پھر ماخیں اٹھنے کے لیے کہا گیا۔۔۔ بھڑکی

ویر بعد وہ ہیلی کاپٹر پر سفر کرتے ہوئے اس رادی

میں اتر رہے تھے۔۔۔ اور جب وہ پہنچے اترے۔۔۔ تو

انھوں نے خاروق پارٹی کو ایک طرف دوڑتے دیکھا۔۔۔

لیکن پھر وہ ہیلی کاپٹر کو اترتے دیکھ کر رک گئے، ان کی نظری ان پر حجم گیئیں ...  
”تو تم لوگ بھی آگئے“ فاروق نے بلند آواز میں کہا۔

”اور کیا کرتے... ہم نے سوچا۔ جہاں تم رہاں ہم یہ محمود نے کہا۔  
بڑا کیا یہ فاروق نے کہا۔

”کیوں... بڑا کیوں؟“  
”اس یہے کہ اس وادی سے نکلنے کا کوئی راستا نہیں ہے۔“

”ذیکھا جائے گا... بڑی پارٹی کے آنے تک خوب اور پاٹا کریں گے؛ آفتاب بولا۔“  
اور پھر وہ ہیلی کاپٹر سے اتر آئے... وہ اپر اھٹا جھلا کر کہا۔  
چلا گیا...“

”بہت جلد ہماری ملاقات پھر ہو گئی۔“

”یہ ہمارے دشمنوں کی سربانی ہے... وہ یعنی اگر نہیں رکھتا چاہتے：“

”اس کا مطلب تو پھر یہ ہوا کہ...“ فاروق کہ کے رک گیا۔ مو پھر اس نے چونک کر کہا:

”اوہ... اس کو تو میں مجدول ہی گیا“ اس نے کہا اور  
پھر دوڑ لگا دی ...  
”لیکن کس کو؟ وہ چلتے۔  
”آق...“ اس نے کہا۔  
وہ پھر اس کے تیکھے دوڑ پڑے... اب دوسرا پارٹی  
بھی دوڑ رہی تھی ...  
”یہ فاروق کو ہو کیا گیا ہے۔“ محمود نے دوڑتے ہوئے  
بلدھا۔

”پتا نہیں... ہم دراصل چستے تک گئے... میرا مطلب ہے  
خیال چشمہ لگ رہا ہے... وہاں پہنچنے پر ان حضرت کو کچھ  
نہیں ہے۔“  
”ذیکھا جائے گا...“ اور یہ دہائی سے بتائے بغیر دوڑ پڑے...  
”آقاب...“ اور یہ دوڑ پڑے... سوچے بھے بغیر...“ آصفت نے

”تو اور کیا کرتے...“ آفتاب نے منہ بنایا۔  
”عین اسی وقت فاروق رک گیا... اس نے فوراً کہا:  
”اللہ کا شکر ہے... اپنی اس کا خیال نہیں آیا۔“  
فاروق نے سانس بید قابو پاتے ہوئے کہا۔

”بھی کس کو کس کا خیال نہیں آیا... کچھ ہیں بھی  
لکھ پتا چلے۔“

شش... شاید وہ آگئے:

”اگر اس طرح اور اس قدر جلد ملاقات ہونی سمجھی...  
تو پھر ہم الگ الگ ہی کیوں ہونے تھے؟“  
اس لیے کہ ہمیں پتا نہیں تھا کہ ایسا ہو گا۔ ہم تو  
اپنے پروگرام پر عمل کرنے کے لیے نکلے تھے:  
”لیکن اس پروگرام کا انہے دور دور تک پتا نہیں:  
ہمیں کاپڑ لمحہ بہ لمحہ پہنچے آتا چلا گیا... اور زین پر  
لہک گیا۔“

”آہا... تو تیری پارٹی آہی گئی؟“

انپکڑ جمیں وغیرہ پہنچے اترنے لگے... جب اتر گئے تو  
ہمیں کاپڑ اور پٹھنڈاگا...“

”تو ہم اسی پر کیوں نہ جتنا کر لیں؟“

”اس صورت میں اور پہنچے ہی ہمیں کاپڑ کو مار گرا لے  
جائے گا...“

”اوہ... کوئی یہ چاہتے ہیں... ہم اس وادی میں ہی  
بھوکے پیاسے مر جائیں۔“

”نہیں... یہاں پانچ بھی ہے اور کھانے کے لیے پھل  
بھی میں... بھوکوں اور پیاسوں تو مر نے کی ضرورت  
پہنچ نہیں آئے گی۔“ فاروق نے فوراً کہا۔

”میں دراصل ایک جال میں پیٹ کر رہا ہمیں پہنچایا گیا تھا،  
اور جال سیستہ میں چھوڑ کر پڑے گئے تھے：“  
”اوہ! اخنوں نے واقعی بہت بُرا سا سوک کیا، لیکن  
جاگ کھڑے ہونے کی وجہ تو اب تک نہیں بتائی تم نے:  
آفتاب نے سکھا کر کہا۔“

”وجہ تم لوگوں کے سامنے ہے...“ بھی خیال آیا تھا  
کہ کہیں اخھیں بھی اس کا خیال نہ آ جائے اور وہ  
نہ اٹھا لے جائیں:

”تھا... تھا را مطلب ہے... اس سے رسی کو...“  
”ہاں... تم دیکھ رہے ہو... ہم عمودی پھاڑوں کے  
دوسری میں... آخر ہم یہاں سے کس طرح نکلیں گے...  
مگر اچانک اس رسی کا خیال آگیا... اور میں دوڑ پڑا  
اس خوف سے کہ کہیں اخھیں بھی خیال نہ آ جائے：“

”ہوں! بات تو تھا ری معقول ہے... لیکن شاید تم  
اس رسی کے ذریعے بھی اور تم پہنچ سکیں۔“  
”فی الحال تو ہمیں تیری پارٹی کا انتظار ہے...  
فاروق نے کہا۔“

ابی وقت اخنوں نے ایک بار پھر سیل کاپڑ کی آواز  
سمی:

”پہلے اس وادی کا جائزہ لے لیں۔“ انپکٹر جمیش نے کہا۔

ہمیں کاپڑ کے نظروں سے اوچھل ہو جانے کے بعد اخنوں نے ایک دوسرے کے علاالت نہیں... انپکٹر جمیش اور انپکٹر کامران مرزا سامن کا نہ مُن کر چونکے:

”تو کیا آپ اس کا نام پہلے مُن پکھے ہیں؟“

”لیکن اس کا تعلق بازن طان سے تو ہرگز نہیں ہے۔“

”ڈر اجیہ بتانا اس کا۔“ انپکٹر جمیش بولے۔

”محمود نے جیہے بتا دیا۔“

”بانکل یہی خلیر ہے... اور وہ بیگال کا خاص آدمی ہے۔“ اخنوں نے کہا۔

”بیگال کے خاص آدمی کا بازن طان میں کیا کام... بازن طان کی حکومت تو دن رات بیگال اور اشارةجہ کے خلاف بیان دیتی رہتی ہے۔“

”وہ بیانات دکھاوا ہوتے ہیں... تاکہ دنیا کو یہی معلوم ہوتا رہے کہ وہ آپس میں دشمن ہیں۔“

”اوہ... لیکن سوال تو یہ ہے کہ سامن مہماں کیا کر رہا ہے۔“

”ذاید اعورتوں کی خرید و فروخت کے سلسلے میں

بیگال بھی شرکیے ہوئے۔“

”اُف مالک۔“ وہ کاپڑ لے گئے۔

”آؤ... وادی کی سیر کر لیں۔“

”لیکن اس پیز کو ساختہ رکھتا ہو گا،“ فاروق نے جال کی طرف اشارہ کیا۔

”اوہ ہاں!“ انپکٹر جمیش چونک کر بدلے... پھر اخنوں نے کہا۔

”واقعی... ہم اس جال سے کوئی کام لے سکتے ہیں، اور پکھ نہیں تو رسی بنائے اور پھینکنے کی کوشش تو کہ ہی سکتے ہیں... کیا خبر رسی اور تک پہنچ ہی جائے؟“

”لیکن اس قدر اونچائی تک رسی پہنچانے کا کون؟“

”انکل منور علی خان۔“

”آنکھ... نہیں... بھبھی... یہ بہت اوپنچے ہیں... اس کی بھبھی ترکیب کر لی جائے گی انکل!“ آقا ب نے ہنس کر کہا۔

”ترکیب کر لی جائے گی... لیکن کپڑا کیا کہ؟“

”یہ فرزانہ اور فروخت بتائیں گی۔“

”ہمول! خیر...“ انپکٹر جمیش بڑا بڑا۔

”پھر منور علی خان نے جال کی رسی پکڑ لی اور سب

وگ وادی کی سیر کے لیے نکل کھڑے ہوئے... فاروق پسے اپھیں چھٹے تک لاایا... چھٹے کے ساتھ ساتھ چھٹے وہ اس سوراخ تک پہنچے... اس سوراخ نے ان سب کو الجھن میں ڈال دیا:

”هم اس سوراخ کو بڑا کیوں کر کے دیکھیں؟“  
ستوز علی خان بڑا رہا۔

”اس سے کیا ہو گا؟“

”ہو سکتا ہے... یہ پانی بچے سمندر میں جاتا رہا۔“  
”ادھ“ ان سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔  
”بات واقعی بہت اہم ہے:“  
”تو پھر سوراخ بڑا کرنے کی کوشش کر لیتے ہیں:“

”ہوں! ٹھیک ہے:“  
انھوں نے چند نوکیے پھر علاش کیے اور سوراخ کے کناروں پر ان پھروں کو مارنے لگے... سب لوگوں نے باری باری یہ کام کیا... بیہاں تک کہ پروفیسر داؤد بھی آگے بڑھے تو محمود بول انھماں:

”نہیں انھل! کم از کم آپ رہتے ہیں:“  
”لیکن کیوں بھتی... کیا میں انسان نہیں ہوں؟“ وہ مسکا رہے۔

”آپ کمزور ہیں؟ آصف بولا۔  
و اتنا بھی نہیں۔“

اور انھوں نے بھی پھر لے یا... اور درمیانی حصے کو ضریبیں لگائیں، اور پھر پھر رکھ کر ایک طرف بیٹھ گئے اب وہ زور زور سے سانس لے رہے تھے...  
”سانس چڑھ گیا نا انھل!“ محمود مسکرا یا۔  
”نہیں بھتی... میں تو ذرا ایکجتن زیادہ جذب کرنے کے لیے زور زور سے سانس لے رہا ہوں۔“ وہ بولے۔  
اچانک ایک بڑا سا گھٹا سوراخ کے منہ پر سے ٹوٹ گیا... اور ایسا الپٹر کامران مرزا کی ایک کاری سب سے ہوا... ساتھ ہی وہ چڑک اٹھ۔۔۔

رہا ہو گا:

”دو ہی امکانات ہیں... یا تو یہ پانی سندھ میں جا رہا ہے... یا پھر یہ زمین کے نیچے موجود پانی تک جا رہا ہو گا... اگر سندھ تک جا رہا ہے تو شاید ہم اس راستے سے نکل سکیں گے... درد نہیں۔“

”یکن آپا جاں... ہم فرض کر لیتے ہیں کہ یہ پانی سندھ میں تک رہا ہے... اب اگر ہم اس راستے سے سندھ میں پہنچ لگئے تو بھی کیا ہے... سندھ کو ہاتھوں سے تو پار نہیں کیا جا سکتا۔“

”ماں! یہ بات بھی خور طلب ہے... تاہم میں ایک دلدار بھی یقین سے کر سکتا ہوں:“

”اوو وہ کیا؟“

”اگر یہ چنان سندھ میں شامل ہو رہا ہے تو اس دشمن ہیں ہرگز زندہ نہیں دیکھنا چاہتے... وہ جانتے ہیں کہ اساحمہ کی پھر دل بھی ہیں... اور ہم ان پھراؤں اگر ہم زندہ رہے اور اوپر کی دنیا میں چلتے چھرتے رہے، پہنچ کئے ہیں... بلکہ شاید رسی کی مدد سے کچھ کر تو پھر ان کا کاروبار حٹپ کر دیں گے... لہذا انھوں نے ہمیں ایسی وادی میں جھوڑ دیا... کہ ہم جس سے نکل نہ سکیں:“

”یہ کہ رسی کے ذریعے اس سوراخ کی سیر کرنا لگا... کیا معلوم ہو گیا؟“ فاروق نے گھبرا کر کہا۔

## سندھری دلک

”یہ کیا... اس پتھر کے ہٹتے ہی سوراخ تو بہت بڑا ہو گا:“  
”ماں! کم از کم ایک انسان کے گزرنے کا راستا تو اسے باپ رے... تے... تو کیا آپ اس میں اترنے کی سوچ رہے ہیں؟“

”اس کے علاوہ ہم کر بھی کی سکتے ہیں... ہمارے دشمن ہیں ہرگز زندہ نہیں دیکھنا چاہتے... وہ جانتے ہیں کہ اساحمہ کی پھر دل بھی ہیں... اور ہم ان پھراؤں کو پھر ان کا کاروبار حٹپ کر دیں گے... لہذا انھوں نے ہمیں ایسی وادی میں جھوڑ دیا... کہ ہم جس سے نکل نہ سکیں:“

”یہ کہ پانی بھی تو زمین کے نیچے پانی تک جا

بھوگی:

”یا اللہ رحم... یہ تجربہ کس قدر خوف ناک ہو گا، جائے گا۔“  
آفتاب نے لرزہ کر کہا۔  
”یار تم لوگ ایک بات تجسس کرتے ہوئے ہوں ساتھ پیدا ہو گا؟“  
چھلا کر کہا۔  
”بھی ایک کیا... آپ ہم سے سوچتے چھیں: فارا...“  
”بھی بہت بہتر۔“

اور پھر رسی کی گزین کھولنے کا کام شروع ہوا  
نے فوراً کہا۔  
”سو نہیں... فی الحال ایک...“ کہ بھائی آج تک اس کام میں انھیں اپنے دانتوں سے مدد لینا پڑی۔  
جتنے بھی کیس ملے میں... ان میں کم خوف ناک تجسسات لیں کھلتی چلی گئیں... رسی بڑی ہوتی چلی گئی...  
مودود علی خان رسی کے سرے پر ایک چھوٹا سا جھولا  
بھی کبھی ہوئے ہیں۔“  
”بھی نہیں... یہ بات تو آپ کی ہالک درست ہے جو بناتے جا رہے ہیں... آخر پوری رسی کھل گئی...“  
”تو پھر اب کیا بات ہے... اور سنو... ڈرنے کی فرم اور جھولا بھی تیار ہو گیا...“ اب اسپکٹر جمیش نے بند  
ہیں... ہم پلے تو اس رسی کو کھولیں گے... پھر ان اواز میں کہا:  
”ایک جھولا سا بازیں گے... اس جھولے میں تم میں!“ ہاں! آج میں سے کون جائے گا؟

سے صرف ایک کو بھائیں گے اور نیچے لشکنا شروع۔ انھوں نے ایسا دوسرے کی طرف دیکھا۔ سب کے  
گے... یہاں تک کہ وہ پانی تک چلا جائے گا... وہیں پر ٹھبراہٹ فک آئی... آخر خاروق نے کہا:  
”اس جھولے سعیت را صراحت کا جائزہ لے کر رسی کو اچھی بات ہے... یہاں چلا جاتا ہوں... لیکن... میری  
چھوٹا دے گلا... اور ہم اسے اور پھیپھی دیں گے... یہاں درخواست ہے۔“

حالات معلوم کرنے کے بعد ہی نیچے کا سفر کی افروز کو... اسپکٹر کامران مرزا بولے۔  
پلے صرف رسی رکا کہ دیکھ لی جائے... اس طرح

ہمیں یہ اندازہ ہو جائے گا کہ یہ رسی پانی تک جائی آہستہ چھوڑا جانے لگا... وہ سب اللہ کو یاد کر رہے تھے، بھی ہے یا نہیں؟

"تجویز بہت متفقہ ہے۔ خان رحمان بولے۔ مٹیکہ ہے؟ انپکٹر جمشید سے کہا۔

اور پھر جھوٹے کو نیچے لٹکایا گیا... وہ نیچے گرتا چلا ہی لشان لگا پکے تھے...

گیا... یہاں تک کہ اوپر بہت تھوڑی بھی رہ گئی۔ فاروق پانی تک تو پہنچ گیا ہے؛ انپکٹر جمشید نے اب انھوں نے رسی کو اوپر لکھنچ لیا... حبیلہ گیلا تھا ہرالی ہوتی آواز میں کہا۔

"ہاں! لیکن اس نے ابھی کوئی اشارہ نہیں دیا۔"

"اب میں اس جھوٹے پر بنتی ہے کہ یہ تیار ہوں۔ اشارہ تو وہ معائنہ کرنے کے بعد ہی دے گا؛ لیکن آپ رسی کے ایک دو بل میری کمر کے گرد دنالیں! یہ ٹھیک ہے..."

باندھ بھی دیں... یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ میراں وہ انتظار کرتے رہے، آخر رسی کو ایک جھٹکا لگا... پتھر وغیرہ سے ٹکرا جائے اور میں آپ کو کوئی اشارہ پھر دو جھٹکے اور لے گے... یہ اس کی طرف سے اشارہ کھا، دے سکوں... اس صورت میں آپ جھے اوپر تو لکھنچ کیوندا انھوں نے فاروق کو اوپر لکھنچ شروع کیا... سینڑا گے؟" فاروق نے کہا۔

"یہ بھی ٹھیک ہے... بہت عقل مند ہوتے جائیں" یا اللہ تیرا شکر ہے... ہم نے فاروق کو پھر سے ہو بھی "فرزانہ مسکانی۔" لکھ لیا ہے:

"یہ سب متحاری صحت کا اثر ہے... وہ بھی جواب اور میں نے آپ لوگوں کو" فاروق مسکایا۔

فاروق اوپر آگیا۔ حبیلہ الگ کر دیا گیا... مسکایا۔

آخر فاروق کو نیچے لٹکا دیا گیا... رسی کو آہستہ ہاں! اب بتاؤ... نیچے سمندر ہے یا صرف پانی؟"

سمندر... اور پہاڑ بھی ساتھ میں... کم از کم ہم اس دادی سے نکل سکتے ہیں۔

"اوہ! بہت خوب"

"لیکن اگر وہاں کوئی لاپچھا جہاز نہ مل سکتا تو... کیا ہم بھوکوں نہیں مر جائیں گے... اور پیاسے بھی... کیوں کہ سمندر کا پانی تو پیا جائیں گے جا سکتا تو کیا ہم پہاڑ کے ساتھ ساتھ بھی نہیں چل سکتا... اتنے فاصلے تک تو میں جائزہ نہیں کے سکتا سمجھا... کہ میرے بھوکوں سے بچ سکتا ہے... بھوکوں کے ساتھ سمجھا لے یعنی... اس وادی کے پہل ساتھ لے یعنی... اس وادی کے بارے میں ہوں... ہم اس وادی کے پہل ساتھ لے یعنی... یہ بھی رہے گا۔ پروفسر واٹر فور آبولے اور مسکرا دیے۔

اب اکھوں نے بہت سے پہل توڑے... پہلے خوب پیٹ بھر کر کھائے... باقی چھٹے کے سوراخ کے پاس ہی پڑھتے ہیں کی چھالیں ان تک آ رہی تھیں... کریلے... چھٹے کا پانی بھی خوب سیر ہو کر پیسا... اب لیکن ان چھالوں سے محفوظ رہنے کا ان کے پاس کوئی اکھوں نے باری باری نہیں کھتا... وہ تو شکر ہے کہ موسم سردوں کا سب سے پہلے فاروق ہی اترتا... نیچے چینج کر اکھوں نے رسی چھوڑ دی اور اس کو اور پھر کھینچ دیا گیا... کے ساتھ ساتھ چلنے لگا... وہ کئی گھنٹے تک چلتے رہے... محمود اترتا... اسی طرح باری باری سب لوگ اترتا

سوائے منور علی خان کے... آخر میں وہ رک گئے... اکھوں نے رسی کو ایک درخت سے باندھا اور رسی کی مدد سے نیچے سرکتے پڑے گئے... ان کا کام سب سے مشکل تھا... اس سے پہلے ان کے ساتھی جھوٹے ہیں بیٹھ کر نیچے لٹک گئے تھے... لیکن یہ لٹکنا نہیں سمجھا... رسی کے ذریعے نیچے اترنا تھا... انھیں میں مت بکھرے گے... جب کہ دوسروں کو پانچ پانچ منت بخ تھے... پھر حال وہ بھی اپنے ساتھیوں تک پہنچ گئے...

"ایک مرحلہ تو طے ہوا... جس وادی کے بارے میں ہمارے دشمنوں کا خیال تھا کہ ہم اس وادی سے نکل سکیں گے... کم از کم ہم اس سے تو نکل آئے۔"

"بالتہ! اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے"

اب اکھوں نے اس جگہ کا جائزہ یا... وہ پہاڑوں پیٹ بھر کر کھائے... باقی چھٹے کے سوراخ کے پاس ہی پڑھتے ہیں کی چھالیں ان تک آ رہی تھیں... کریلے... چھٹے کا پانی بھی خوب سیر ہو کر پیسا... اب لیکن ان چھالوں سے محفوظ رہنے کا ان کے پاس کوئی اکھوں نے باری باری نہیں کھتا... وہ تو شکر ہے کہ موسم سردوں کا سب سے پہلے فاروق ہی اترتا... نیچے چینج کر اکھوں نے رسی چھوڑ دی اور اس کو اور پھر کھینچ دیا گیا... کے ساتھ ساتھ چلنے لگا... وہ کئی گھنٹے تک چلتے رہے... کم از کم ہیں نزلہ اور بخار تو ضرور ہی ہو گا... اتنی

ویرے سے پانی میں بھیک رہے ہیں۔ ”خان رحمان نے پریشان ہو کر کہا۔

”اللہ تعالیٰ ہے... اس راستے میں بخار اور نڈے کی کیا اہمیت ہے؟“ پروفیسر داؤڈ بولے  
”لیکن بیمار آدمی ہم سر انجام دینے کے قابل نہیں رہتا تا۔“

”ماں! یہ تو ہے... لیکن ہم کر بھی کیا سکتے یہاں“  
وہ چلتے رہے... چلتے رہے... آخر اپنی ساحل نظر  
آگیا... لیکن یہ ساحل غیر آباد نہیں تھا۔ پوری طرح  
آباد تھا۔ یہاں لاپچیں موجود تھیں... شاید یہ کوئی لفڑی  
ساحل تھا... سمندر میں انھیں لاپچیں بھی چاتی نظر آئیں،  
غاباً لوگ کرتے پر لے کر سیر کرتے تھے...“

”یہ لوگ بازن طانی ہی ہیں... اس کا مطلب ہے ہم  
بازن طان کے انہدہ ہی ہیں۔“

”یہ اور اچھا ہے۔“

”اور اب ہم دشمنوں کی قید میں بھی نہیں ہیں۔“  
”ولیسے ہمارا دشمن حیران تو بہت ہو گا... جب وہ  
ایسی کاپڑے کر وادی میں اترے گا... ہم اسے نظر  
نہیں آئیں گے؛ محمود نے کہا۔“

”ماں ضرور حیران ہو گا... اسے حیران ہوتا بھی چاہیے  
یہ اس کا حق ہے اور ہم اس کا حق کیوں چھیتیں؟  
فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

مُحَمَّد نے اسے تیز نظروں سے گھورا۔  
”میں لاپچہ چرا کر لاتا ہوں... پھر ہم اس پر کسی  
اور بے آباد ساحل پر پنج جائیں گے اور وہاں سے  
شر کا رخ کریں گے۔ انپکٹر کامران مرزا یوں۔  
”یہ بھیک رہے گا۔“ پروفیسر داؤڈ نے فوراً کہا۔  
انپکٹر کامران مرزا پانی میں اتر گئے... اور ان کی  
نظرودن سے او جھل ہو گئے... وہ پانی میں پنجے لاپچوں  
کے طرف بڑھتے چلے گئے... راستے میں ایک دوبار انھوں  
نے ستر اور پرنکال کر سائنس بھی یا اور پھروسہ ایک  
لاپچہ تک پہنچ گئے... لاپچہ پر کوئی نہیں تھا... وہ  
اس پر چڑھ دھکئے... اور اس کا انجن شارٹ کر ڈالا،  
اسی وقت کسی نہ چلا کر فارسی میں کہا:

”اے ارے... یہ کیا... ہمیں لاپچے خود مخدود  
کیسے چلنے پڑیں۔“

”کوئی بھوت دوت آگیا... شاید عمارتی لاپچے پر  
اے نہیں... بھوت یہاں کہاں... اور... پکڑو...“

”ساتھی... کیا مطلب؟“

اب انھوں نے اس سخت میں دیکھا... وہاں دائی  
بچھے لوگ ھڑکے تھے ...

”یہ... یہ کیا چکر ہے بھائی۔“

”چکر تو ان سب کی موجودگی میں ہی بتا سکتا ہوں۔  
انسپکٹر کامران مرزا مسکراتے۔“

اور پھر لائچ ان تک پہنچ گئی ...

”ارے... کہیں تم ڈاکو تو نہیں آتے... سمندری ڈاکو  
نہ بھی کمال ہے... خوب پہچانا۔“ انسپکٹر جمیشہ بنے۔

”ارے باپ رے... سمندری ڈاکو...“

ان الفاظ کے ساتھ ہی انھوں نے پانی میں چلانے  
لگا دیں ...

جلدی کرو۔“

کئی آدمیوں نے پانی میں چلانگیں رکھ دیں... اس وقت  
مکہ لائچ شارٹ ہو چکی تھی اور اس طرف بڑھ رہی  
تھی... جس طرف ان کے باقی ساتھی تھے ...  
عین اسی وقت لائچ پر تین آدمی چڑھ گئے ...  
”اے خیردار... کون ہو تم اور یہ لائچ کہاں لے جے جا  
رہے ہو۔“

”میں نے سوچا... سمندر کی سخوری کی سیر ہی کہا  
جائے ہے انھوں نے کہا۔

”یہ سیر کرنے کا کون سا طریقہ ہے... بھی کہا  
دو، اور... لیکن... تم... تم تو غیر ملکی ہو... اور آئے  
کس طرف سے ہو... ہم نے تو آجیں آتے ہوتے بھی  
نہیں دیکھا۔“

”تو اب دیکھ لیں... اعتراض کس نے کیا ہے؟“

”یوں بات نہیں بنے گی... تم ساحل کی طرف چلو،  
وہاں تم سے باتیں کریں گے：“

”لیکن رادھ ریسے پکھے اور ساتھی موجود میں... وہ بھی  
تو سمندر کی سیر کریں گے... لہذا پہلے انھیں ساتھ لے  
لیتے ہیں۔“

Uploaded By Nadeem For UrduFanz.Com

تھے پیچ کر شہر میں داخل ہو جاتا ہے... اور وہ تم ہو چکے ہیں۔  
خان رحمان نے کہا۔

”لیکن ہماری تعداد کا منکر ہے... ہمیں تعداد سے بھی  
پہچانا جا سکتا ہے：“

”تم ایک بار پھر نئے میک آپ کریں گے، اور  
امنیتیں گروپوں کی صورت میں تم پر روانہ ہوں گے  
۔ لیکن اب تا جان! اگروپوں سے بھی تو واقعہ ہو  
چکے ہیں：“

”تیس پھر... اس کا ایک ہی حل ہے:  
”اور وہ کیا ہے؟“

”ایک وقت میں تم ایک یا دو آدمی کیسیں جائیں گے  
۔ حقیقی ہیڈ کوارٹر میں موجود رہاں گے۔“ انسپکٹر کامران مرازا  
کہا۔

”کوارٹر... آپ کا مطلب ہے... یہ نہیں  
۔ اسے کیا... ہمارا ہیڈ کوارٹر شر کے درمیان میں  
کسی عمارت پر ہو گا؟“

”اوہ! ان ہے منہ سے نکلا۔

”میں اور انسپکٹر کامران مرازا شر جا رہے ہیں...  
یہیں میک آپ کا سامان لانا ہے... اور بھی کسی

## دروازہ کھولو

وہ کچھ اس قدر بڑھا ہو کر جگہ ہے کہ لائچے مڑ  
کر بھی نہ دیکھا... ادھر وہ جلدی جلدی لائچے میں سوارہ  
ہوئے اور لائچ پانی پر دوڑنے لگی... ایک بڑا سا چکر  
لگا کر وہ کافی دور جا کر ایک ساحل پر رکے... یہاں  
دور دور تک کوئی نہیں تھا... اسکو نے لائچ شارٹ  
کر کے اس کا سخ سمندر کی طرف کر دیا... کیوں کہ  
اس جگہ لائچ کا پکڑا جانا ان کے لیے نقصان دہ ثابت  
ہو سکت تھا... ساحل سے کافی دور ایک بھی ایک لکڑی  
کا ہٹ سانظر آیا...“

”اگر اس ہٹ میں کوئی نہ ہو تو کتنا اچھا ہوں...  
اہم اپنے کپڑے سکھا یہیں گے... اور جیسے درست کر  
یہیں گے... پھر شر کا سخ کر سکیں گے۔  
ہمارا اصل مقصد یہاں... اپنے دشمنوں کی نظر وہ

چیزیں ہم لے کر آئیں گے۔

”لیکن نقد رقم کے بغیر آپ یہ کس طرح کمیں گے؟“  
”پسے ہم نقد رقم کا مسئلہ ہی حل کریں گے... ایک دو بازن طائیوں کی جیسیں صاف کرنا ہوں گی... اچھا اللہ حافظ۔“ انھوں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”اللہ حافظ۔“

دونوں وہاں سے پیدل روانہ ہوئے... تیز قدم اٹھاتے چلے جا رہے تھے... کہ ایک ٹیکسی پر بٹھا دیا  
انھوں نے فوراً اسے رُکنے کا اشارہ کر دیا... جو فی وہ بڑی... دونوں فوراً اس میں بیٹھ گئے:

”کہاں جانا ہے؟“

”قی الحال شرپلیں... وہاں چل کر بتائیں گے...“  
انپکٹر کامران مرتضیٰ کہا۔

”اوکے؟“ اس نے کہا اور ٹیکسی چل پڑی... جو فی سرک سنان ہوتی... انپکٹر جمیش نے سرد آواز میں کہا:  
”لبس ایسکی روک دو۔“

”کیا مطلب؟ آپ کو لبس یہاں تک آنا تھا؟“  
”رنہیں... جانا تو آگے ہے... لیکن تمہارے ساتھ یہیں تک آنا تھا۔“

”میں سمجھا نہیں: وہ بولا۔“

”پہلے تم ٹیکسی تو روکو... سمجھے یہدیں آ جاتے گی:“  
اس نے ٹیکسی روک دی... ساتھ ہی اس کے سر پر ایک ٹاٹھ پڑا... اور وہ بے ہوش ہو گیا... انپکٹر جمیش نے فوراً اس کی قیص شلوار اتاری اور اپنے کپڑے اسے پہننا دیے... اس کے خود پہن یہے... اس کی ٹیکسی ڈرائیور والی ٹوبی بھی سر پر رکھ لی... بھر اسے ٹیکسی سے نکال کر سرک سے دور ٹھا آئے... تاکہ وہ ہوش میں آنے سے پہلے کسی گاڑی کے نیچے نہ پکلا جائے۔ اس بے چارے کا قصور تو نہیں تھا نا...“

”آپ میں ٹیکسی ڈرائیور اور آپ میری سواری... آپ کو کہاں لے چلوں؟“ انپکٹر جمیش نے مسکرا کر کہا۔

”پہلے تکہ دیکھ لیں کہ جیسوں میں دیسے کتنے ہیں ان سے پکھ کام جائے گا یا نہیں؟“

”او کے؟“ انھوں نے ٹیکسی ڈرائیور کے انداز میں

لما اور جیسوں کی تکا چھالی... ایک پرس میں پکھ کرنسی

لٹ موجود تھے... لیکن یہ کوئی بڑی رقم نہیں تھی۔

”رقم کا انتظام کرنا ہو گا... خیر... کوئی مونی سواری

لایتے ہیں۔“

لیکن سواری کو کس طرح بھائیں گے... میں جو پچھلے بیٹھا تھا تم کس طرف سے جا رہے ہو... منودی اس طرف ہوں۔ انپکٹر کامران مرتضیٰ نے جھلک کر کہا۔

”میں کہ دوں گا... یہ تو میرے دوست ہیں... میں ابھی آپ پچھے با کر اپنیں بھائیں کر ہم غلط نہیں جا رہے۔ آگے بھایت ہوں۔“

”بہت خوب! لیکن ہم اس طرف کے راستے نہیں جانے اور کے وہ بولے... اور جھلکے جھلکے اٹھ کر پھلی میٹ اس کا بھی پکھ کر لیں گے۔“ انھوں نے کہا، اور جائے... ساتھ ہی انھوں نے اس کی کن پر کی پر میکی آگے پڑھا دی۔

جلد ہی دہ شری حدود میں داخل ہوئے... فوراً ایک شخص نے میکی کو روکنے کا اشارہ کیا۔ ایک طبقہ اس کی تلاشی میں۔ ایک طبقہ اس کی تلاشی میں۔ جمشید نے فوراً گاڑی روک لی... وہ ایک موٹا سا آڈیو فلشی میٹنے پر اس کی حیث سے ایک بھولا ہوا بٹا کھا:

”منودی چلنا ہے۔“ اس نے فارسی میں پوچھا۔ ”کام بن یا۔ اب کیا کریں۔“

”جی بالکل چلیں گے۔“ انھوں نے بھی فارسی میں کہا۔ میکی ڈرائیور رکھتی ہی آگر فوراً رپورٹ درج کرے اور ادھر لاپخ دلختے بھی یہی کریں گے... لہذا اس گاڑی کو فوراً پھر کر ایک عدد میکی پکڑ لینی ہوں۔“ اس نے فارسی میں اپ کا سلسلہ خرید کر جس قدر جلد لامک پہنچ جائیں... بہتر ہے۔“

”میں ہم ہٹ سے کافی ادھر ہی اتریں گے...“ کہا کر فوراً گورہ ہمارے پارے میں کچھ زیادہ نہ بتا کے۔

”تو بھاڑ پھر...“ اس نے منہ بٹایا۔

”آگے آ جائیں بھتی۔“ میکی چل پڑی...“

او کے؟ اخنوں نے ڈرائیور کے انداز میں کام  
دونوں ہنس پڑے... ایک گھنٹے بعد وہ سارا ہوا ہو گئی...  
لیے ہٹ میں داخل ہوتے... اخنوں نے بلاک اب چیز دوسری ٹیکسی کی تلاش ہے:  
سے اپنے کپڑے تبدیل کیے... جیسے تبدیل کیے، اور اسی میں اب تو پہلی پارٹی جا کر کمرے لے  
باہر نکل آتے... اب وہ خاصی بازن طافی نظر آ رہا... اس میں کچھ وقت تو سمجھ گا،  
اور اٹھیک ہے:

اب ہم ایک ٹیکسی میں تو جانہں سکیں گے، ان اسی وقت سامنے سے ایک پولیس کی گاڑی آتی  
تو دو میں ہی کب جا سکیں گے۔  
ہاں، یہ بھی ٹھیک ہے... کم از کم اسکے باپ رہے... شاید ہماری تلاش شروع ہو  
پڑیں گی۔

ہم ایسا کرتے ہیں... جوہنی ایک ٹیکسی میں کھڑکی بات نہیں... گھبرا نے کی کیا بات ہے۔ انپکٹر  
سے چار آدمی اس میں بیٹھ کر ہوٹل وائٹ روز مرزا میں  
جاتے ہیں... اور کمرے حاصل کرنے کی کوشش اُنہیں کی گا رہی بہت تیر رفتاری سے آرہتی تھی...  
ہم میں سے ایک باقی لوگوں کو مکروہ تک لے جانا تھا جیسے وہ اُن کے پاس سے ہوا کے جھونکے کی  
لیے باہر موجود رہے گا... یعنی ہال میں... اور غیر اُنہوں جائے گی... لیکن پھر اچانک اسے بریک لگے  
پھر اپنے مکروہ تک لاتے گا۔

ٹھیک ہے... بھی کرنا ہو گا۔

جلد ہی ایک ٹیکسی آتی نظر آتی... انپکٹر جو انسان ہیں... انپکٹر کامران مرزا نے فارسی  
داود، شوک اور اشتقاق کے ساتھ اس میں بیٹھا۔

تو میں بھی دیکھ رہا ہوں... ایک منٹ پہلے

تم لوگ پندرہ سچے... اب کل گیارہ گئے... تم میں دیگارہ۔ اس نے کہا۔  
چار کھاں ہیں۔ "اس نے جلدی جلدی کہا۔" باقی تم لگنے میں غلطی کر رہے ہو۔ یا ہمارا کوئی سچی  
آپ کیا کہ رہے ہیں جناب... وضاحت کر لے اور ادھر ہے... غاباً درختوں کے پیچے چھپ گیا  
کامران مرزا بولے۔

تم پاک لینڈ کے باشہ سے ہوئے۔ میک آپ میں۔ لیکن جب ہم مہماں رکے... اس وقت تم لوگ گیارہ  
تمہارے چار ساچی اور ہیں... وہ کہاں ہیں۔"

"آپ کو ضرور خوش فہمی ہو گئی ہے۔"  
خوش فہمی... کیا مطلب؟  
آپ ہماری تلاشی لے لیں... ہمارے کاغذات تین چار ساہی اس طرت چھے گئے... باقی ان کی  
کمر لیں۔"

اوہ ضرور... کیوں نہیں۔"  
ہڑی سے کوئی بیس کے قریب پولیس والے ہو کے۔  
ای تو اور اپنی بات ہے... تمہارے کاغذات  
لے یہیں۔"

"تم لوگ ہاتھ اوپر اٹھا دو۔"

"ضرور... کیوں نہیں۔"  
"ارے ہائیں... جسیئی تم کہاں ہو۔" اپکڑ کامرا لٹک کتے رک گئے... پھر انھوں نے جھلاؤ کر کہا:  
نے کچھ سوچ کر گھیرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "اللہ... اب یاد آیا..."

"لک... کون؟" پولیس آفیسر نے حیران ہو کر کہا یاد آیا... تم کچھ پاگل بخوب ہو۔"  
اکبھی ابھی ہم سچے سچے؟"

اچانک پولیس آفیسر کو نہ جانے کیا ہوا... وہ اچھل کر دیا...  
درختوں کے درمیان جا گرا...  
”ہوش میں آتے ہی یہ ساری صورت حال پولیس کو  
تو آپ کے ساتھی پہنچے ہی موجود ہیں“  
”ایں... یہ آپ اس طرف کیسوں چھے گئے... والا ہتا دیکھ رکھ لیں۔“  
”کارڈی میں رکھ لیں۔“

”یہ زیادہ بہتر ہے گا...“  
”اپکٹر کامران مرزا نے کیپشن کے پکڑے پن بھے...  
اس کی طرف دوڑے...  
”میرا خیال ہے... میں ان کا علاج کر سکتا ہوں“  
”یہ بہت خطرناک مرض ہے۔“ اپکٹر کامران مرزا نے کے چند ساتھی  
کر لکا۔  
”لک... کون سا مرض؟“  
”یہی... اچھل کر سڑک سے نیچے گرنے والا“  
”یہ بھی کوئی مرض ہے... دماغ تو نہیں چلے گئے“  
”نہیں... لیکن تم لوگ جا کر پہنچے اپنے کیپشن کی  
ساتھیوں نے بھی ان پر حملہ کرتے ہوئے دیر نہ زیادہ دور نہیں تھا... آخر وہ ہوٹل کے سامنے پہنچ  
اکن کی آن بھی انھوں نے ان سب کو بے ہوش کئے... اندر داخل ہوئے تو کئی فظیل اپکٹر کامران

”تو ہے لو“  
وہ پریشانی کے عالم میں درختوں کی طرف بڑھے وہ پولیس گارڈی بھی برٹک پر  
کیپشن باڑکل بے ہوش تھا... اپکٹر کامران مرزا چھڑا دی... اور ہوٹل واٹک روڈ کا پتا پوچھ کر پسیل  
اودھ اُدھر دیکھا... اور پھر ان پر ٹوٹ پڑے... انہی چھل پڑے... بتانے والے نے بتایا تھا کہ ہوٹل  
ساتھیوں نے بھی ان پر حملہ کرتے ہوئے دیر نہ زیادہ دور نہیں تھا... آخر وہ ہوٹل کے سامنے پہنچ  
اکن کی آن بھی انھوں نے ان سب کو بے ہوش کئے... اندر داخل ہوئے تو کئی فظیل اپکٹر کامران

مرزا اور منور علی خان پر جم گئیں... کہیں کہ وہ پولیس تھے  
کی وردی میں تھے ...

اوھر شوکی نے ہال سے اشارہ ریا... اور لفت کی طرف  
پڑھ گیا... انھوں نے اوھر ادم کے بغیر لفٹ کارخانے  
لیا... دوسرے ہی لمحے وہ لفت کے لامبے اوپر جا  
رہے تھے ...

”کرے مل گئے، انھوں نے شوکی سے پوچھا  
”ہاں! بالکل مل گئے؟“

وہ لفت نے اتر کر اپنے کرے میں داخل ہونے بیبا  
ساتھیوں کے چہروں پر رونق دوڑ گئی

”اوہ!... آپ بھی پولیس کے بہاس میں!“

”ہاں! ہماری ملاقات ایک پولیس پارٹی سے ہو گئی  
کہی... ہماری تلاش اس وقت تک سارے شہر میں شروع  
ہو چکی ہے... اور جس پارٹی سے ہماری ملاقات ہوتی،  
وہ بھی ہماری تلاش میں بھتی۔“

”اوہ!“ ان کے مٹھے سے نکلا۔

”پھر... آپ یہاں تک کس طرح پہنچے۔“ آصفت بولا۔

انپکڑ کامران مرزا نے کہانی سنادی... پھر بولے:  
”آپ کو قدمیہاں تک پہنچنے میں وقت نہیں ہوتی۔“

”نہیں... لیکن اب میں سوچ رہا ہوں... بھیں خوری طور  
پر یہ بلد پھوڑ دینی چاہیے... اور کسی مکان پر قبضہ کرنا  
پاپے... اس جگہ کو چیک کیا جا سکتا ہے۔“

”تو پھر بھیں ہے... تیاری کریں چلنے کی۔“  
وہ ابھی تیاریوں میں مصروف تھے... کہ درداز سے پر  
دستک ہوتی... ان کے دل وہڑک اٹھے... انپکڑ جمیشہ نے  
پور سکون آداز میں کہا:

”کون؟“

”دردازہ کھواو... ورنہ توڑ دیا جائے گا!“

”میں... میری ٹانگ اڑ گئی تھی... ٹانگ کو معافی دے  
دیجئے۔“ محمود نے بوکھلا کر کہا۔

اب پانچ پر لیس والے دھڑا دھڑا اندر داخل ہوئے۔  
ان کے ہاتھوں میں کلاشن کو فیں تھیں... لیکن سب کے سب  
اوپر ہے منہ گئے... دیوار سے بیٹھے... ایکسپکٹر کامران مزرا خان  
رحمان، منور علی خان، محمود، فاروق وغیرہ ان پر ٹوٹ  
پڑے تھے...

دربرے لمبے کلاشن کو فیں ان کے ہاتھوں میں تھیں...  
ان کے دشمن ہاتھ اور اھانے کھڑے تھے اور دروازہ  
بند ہو چکا تھا... ان کے چہروں پر حیرت کا ایک ایسا عالم  
تھا کہ جو شاید کبھی نہ دیکھا گیا ہو گا...  
”کیا حال ہے دوستو؟“ فاروق مسکرا یا۔

ان کے منہ سے کوئی لفظ نہ نکل سکا...  
”کس بلسلے میں تشریف آوری ہوتی تھی۔“ اقتاب چکا  
مارے جائے کچھ تو کہو... کہیں تم لوگوں کو گونگا  
”بکھر لیں۔“ مکھن بولا۔

”یہ اس طرح نہیں بولیں گے... ان کے کافلوں کی یہی  
اڑا دو۔“ ایکسپکٹر کامران مزرا نے سرد آواز میں کہا  
”عن... نہیں۔“ وہ چلتا۔

## اچھے ہمان

اخنوں نے اپنے ساہیوں کی طرف دیکھا... پھر ان پر  
جمشید بولے :

”کیا بات ہے... آپ کون میں... اور کیوں دروازہ توڑ  
میں گئے... کیا ہم نے ان کمروں کا کرامہ نہیں دیا؟  
” دروازہ کھولو۔“ باہر سے غرما کہ کہا گیا۔

اخنوں نے فوراً کھرے کا بائزہ لیا... فرار کا کوئی  
راستا نہیں تھا... لہذا اخنوں نے سب کو دروازے کے  
ڈائیں پائیں دیوار سے لگ کر کھڑے ہونے کا اشارہ  
کیا... خود دروازہ کھولو اور فوراً دیوار سے جائے...  
دروازے کو ایک دھکا دیا گیا... اور پھر دھکا دینے والا  
اوپر ہے منہ گرا... محمود نے اپنی ٹانگ یک دم آگے کر  
دی تھی...  
”کیا ہوا سر۔“

”مریخا! بدل پڑے نا... اب، بتاؤ... کیا اڑاکتے از  
ائے تھے؟“

”اپ دیگر، کوئی گزار کرتے کام سارے شہر میں، آپ  
لوگوں کی تلاش جاری ہے۔“

”وہ بے چاری جاری ہی...“ فاروق نے منہ  
بنایا۔

”گا... کون جاری رہے گی...“ پدر فیض علیہ بے خجال  
کے قام میں بارے۔

”بھی... تلاش،“ فاروق بولا۔  
”پاک خاموش رہ جو... سر وقت اور پٹانگ باتیں، بھی  
اپنی نینیں لگتیں۔ ان پکڑ جمیں نے جھلا کر کام۔

”ہاں تو دستو! اب ہم تم لوگوں کے ساتھ کیا سلوک  
کریں؟“

”وہی سلوک... جو راجا پورس نے سکندر کے ساتھ کیا  
تھا۔“ اقتاب نے کہا۔

”اور سنیں... پوچھا بارہا ہے... ان لوگوں سے بجا  
دے رہے ہیں... اور وہ بھی اڑاک پڑت... سلوک  
سکندر نے کیا تھا... اور یہ کیا کہ رہتے ہیں؟“ اسٹن  
بھٹائے ہوئے انداز میں کہا۔

”تم بھی خاموش رہ جو... بھیں ان سے بات کرنے دو  
وقت بہت کم ہے...“ یہ کہ ان پکڑ کا مردانہ مراں ان  
کی طرف مڑے۔

”دستو! بھیں تم اپنے ساتھ لے چلو گے۔  
اکٹ... کیا مطلب؟“

”مطلب فرزانہ بتائے گی۔“ ان پکڑ کا مردانہ مراں مکارے۔  
”جی انکل اکیا مطلب؟“

”تم چاہو تو فرحت کی مدد بھی لے لو۔“ وہ بولے۔

”یکن میں انھیں بتاؤں کیا؟“

”ہم ان کے ساتھ یہاں سے باہر بکس طرح جائیں۔  
اوہ!“ ان کے منہ سے نکلا۔

”جلد ہی فرزانہ کی چھٹی کی آداز ستائی دی۔“

”بلو!“ اگر ان محترمہ کے ذہن میں تو ترکیب...“

اقتاب بولا۔

”تو تم یہاں ہے... نہ ائے۔“

”نہیں نہیں۔ ہم کیوں یہ چاہئے گے... تم ترکیب  
بتاؤ۔“

ان کے ہاتھوں میں خالی کلاشن کوفیں ہوں گی۔ جب کہ  
بخارے ہاتھوں میں چھپے ہوئے پستول ہوں گے... جن میں

پلے جائیں گے... ہم تو یہاں ایک عدد ہم سر کرنے کے لئے... اور ابھی وہ ہم سر نہیں ہو سکی... تو پھر ہمارے بانے کا سوال کیسے پیدا ہو گیا... لیکن قوراً اسی وہ چان پیا... کہ ان کا ارادہ پولیس والوں کو غلط فحی میں بتال کرنے کا تھا... آخر ان سب کو مضبوطی سے باندھ دیا... پھر وہ گاڑی میں سوار ہونے اور وہاں سے روان ہوئے... اب ان کے پاس اسلام بھی تھا اور دوسرا سوت سا سامان بھی... جو پولیس کی گاڑی سے انھیں لے گیا تھا... پھر انھوں نے یہ گاڑی بھی چھوڑ دی:

”اب ہمیں ایک عدد گھر کی تلاش ہے... رات ہو چلی۔ سڑکیں سنان ہوتی جا رہی ہیں... کچھ اور وقت لازمی تو شاید کوئی ہمارے لیے اپنے گھر کا دروازہ ٹھوکے۔“ اسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

”ہوں!“ کھٹک ہے... لیکن ابھی ہمیں کچھ اور چلتا پاہیے۔“

وہ چلتے رہے... اسٹریکٹ گلی میں رکے... اس پوری لہنل ایک ہی بڑا ساحلان نظر آیا... اس میں قون دستار بھی جا رہی تھی...“

”بس! یہ مناسب رہے گا۔“

کویاں بھری ہوں گی... یہ تلاش کوئی بھارے پلڑوں سے کلتے ہوں گے... جب کہ پکڑوں کے نیچے ہم نے پتول ان کے پلڑوں سے لگا رکھے ہوں گے... اس طرح سب یہ بھیں گے... کہ ان لوگوں نے ہمیں گرفتار کیا ہے... اور ہمیں پولیس اسٹیشن سے جا رہے ہیں... جب کہ ہوکل سے نکلتے ہی ہم اپنی منزل کی طرف جائیں گے۔“

”اپنی منزل کی طرف... اپنا نک اسی اپنی منزل کے بارے میں کس طرح معلوم ہو گیا۔“

”ابھی نہیں ہوا... لیکن ہو جائے گا۔“

اور پھر اس ترتیب پر عمل کر کے وہ بابر نکل آئے سب کی نظریں انھیں گھور رہی تھیں... آخر وہ ہوکل سے نکل کر گاڑی میں بیٹھے گے... گھوڑی دیر بعد وہ ایک جنگل میں موجود تھے...

”ان لوگوں کو باندھ کر پہاں ڈال دو... منہ بھی باندھ دینا... تاکہ جلد اس واقعہ کا علم پولیس کو نہ ہو سکے“

اس وقت تک ہم سیکڑوں میل دور جا چکے ہوں گے۔“

”زیج... جی... کیا!“ فاروق نے حیران ہو کر کچھ کہنا چاہا۔

”خاموش رہو!“ اسپکٹر جنتید غرارے۔

فاروق یہ کہتا چاہتا تھا کہ ہم سیکڑوں میل دور کیوں

انھوں نے دلیل پائیں نظریں دوڑائیں... کوئی بھی نظر... وہی... یہ سب کیا ہے بھی... دروازہ لھوٹنے والے تھے آیا... آخر محدود سفر تک جویں... فوراً ہی قدموں کی اکتوبر اور خوف کے عالم میں کہا۔

اپ بورے الطیزان سے ہماری بات سن گئیں پس پہنچے،  
بیٹھنے اور رُنے کی صورت نہیں... ہم اپ لوگوں کو پاسک

کون ہے؟ "ہمان۔" انپکٹر جمیش نے خاری میں کہا۔ الجھ بھرالی لفڑیان نہیں پہنچائیں گے:

"آپ... آپ لوگ میں کون؟" پیشہ تھا...  
یکی مطلب؟ ہمارے ہاں تو آج کو ٹھیکانہ نہیں اس۔ آپ کے ذمہ تھے ہیں... آپ فکر نہ کریں۔

"لیکن یہ کسی کے لھریں دانش ہونے کا کون سا  
تھا؟"

"اس بات کو خفیدہ رکھا گیا ہے۔"

"اگر... کس بات کو۔"

"کہ ہمیں آپ کے ہاں آتا تھا... ہمارا تعلق پوچھا گیا تھا۔"

کام کیاتے ہوئے اس نے کہا... وہ ایک نوجوان آدمی تھا۔  
سے ہے۔"

"اوہر اچھا... ایک منتھنگری۔"

اور پھر دروازہ کھولا گیا... اس سے پہلے کہ گھٹے میں میری بھائی اور تین پیکے،

والا باہر آتا... انھوں نے قدم اندر رکھ دیا اور بھائی پیکے اور غرر کے میں

اندر داخل ہو گئے... دروازہ اندر سے بند کرنے پر بھائے ہیں میں

پہنچے انھوں نے باہر ایک نظر ڈالی... باہر کوئی نہیں اچھا! اپ لوگوں کو پریشان ہونے کی بالکل صورت

گردی یہ بات اب کسی کو معلوم نہیں تھی کہ انھوں... ہم بس یہاں بکھر دی کے ہے پناہ لینا پہانتے

اس گھر میں پناہ لی ہے...."

اور کوئی اور شلط حرکت نہ کی تو تم آپ کے ساتھ زیادتی نہیں کریں گے... آپ نہیں بہت اچھا سماں باہلیں ہیں... آپ کے جسموں پر ملکی سی خراش تک نہیں گے... بن بلانے سماں۔

”لیکن معاملہ کیا ہے؟“

”معاملہ تم آپ کو بتا دیں... تم آپ کے ملک پر کیسے انتظامات ہے؟“

غیر قانونی طور پر داخل ہونے ہیں۔ جیسیں یہاں کچھ کاراں بس دیکھتے جائیں۔“

دینے ہیں... اس لیے ہم کسی ہوٹل میں لوٹھر نہیں گا انہوں نے پہلے تو پورے گھر کی تلاشی لی... وہاں کسی گھر میں پناہ لے سکتے تھے... سو لکھ سلسلے کی قسم کی کوئی چیز نہیں تھی... فون بھی انہوں آپ کے گھر کا نام نکل آیا... اور ہم آپ کو بالائے پاس رکھ لیا... انھیں ایک کمرے میں بھاکر کیا آپ ہماری مدد کتا پہنچ کریں گے؟“

”ازمہ باہر سے بند کر دیا... ساتھ ہی انہوں نے کہا۔“

”اس ملک کے قانون کے مطابق... تو تم آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہو... دستک دے دیجے نہیں کر سکتے۔“

”ہمارا بھی یہی خیال تھا... لہذا اب آپ کو ایک اس نے سربراہ دیا... پھر وہ اپنے کاموں میں مصروف کلاشن کوف کی جھنڈ کو کھانا پٹے گی... لیکن خیال گا... ہر قسم کی تیاریوں میں... ایک بار پھر انھیں یہ ہماری نہیں ہے... آپ کی پولیس سے چھینی ہے جسے تبدیل کرنا پڑے...“

کہ کہ انپکڑ جمیش نے کلاشن کوف کوٹ کے پیچے واسے ہاں! ہم میں سے ایک تو اس نوجوان کا حلیہ نکال کر اس کے سامنے کر دی... اس کا زندگی مل سکتا ہے۔ ”فرزانہ بولی۔“

”اس نے واسے کمرے سے بھی چخنوں کی اداز تالاں دیتی گئی... یہ ترکیب خوب رہے گی... کاغذات...“

”اپنے بیوی بچپوں کو دلاسہ دیں... ہم ظالم لوگوں پر کام کے نجات ملے گی اس طرح۔“

”الر آپ فرزانہ کا حلیہ اس کی بیوی جیسا بن سکتے۔“

یہیں... وہ پتی دلی اور حبوبی سی ہے۔

"یہ بھی بھیک رہے گا۔"

"تو پھر یہ کر لیا جائے، انپکٹر کامران مرزا بس اپنے فرزانہ کے چرسے پر اس کی بیوی کا میک اپ کر انھوں نے دروازے پر ٹک دیا... تو جان رہے تھے..."

کاش! اس گھر میں زیادہ افراد ہوتے... ہم ان کے دروازہ کھولا:

"معاف کیجیے گا... ہم نے آپ کا ٹھہر رسمت دیا۔ آپ بھی کہ لیتے... آصف نے سرد آہ بھری۔ آپ اپنی اور اپنی بیوی کی تصویریں دیں ڈرائی میں اس وقت دروازے پر دستک ہوتی... وہ سب بڑے سائز میں ہوں... تو بہتر ہے... ویسے آپ کاں لٹھ..."

"یہ کون آگی؟ خان رحمان بڑھائے۔ کیا ہے؟"

"میرانام بختیار شا ہے... لیکن آپ تصویر دیں ایک منٹ... میں دیکھتا ہوں... آپ سب ایک کر کریں گے؟"

"ہم آپ کے طیے اپنائیں گے... تاکہ ہمیں مشکل کا دروازہ کھولا... جس میں بختیار شا وغیرہ تھے..."

پیش آتے۔

"پتا نہیں... آپ کیا کرنا چاہتے ہیں... کہیں میراں! چند سماں کو آتا تھا۔"

اچھی بات ہے... لیکن میرے ساتھ دروازے تک ملازمت نہ چھین جائے۔"

"ایں نہیں سو رگا... آپ فکر نہ کریں۔"

"اچھا خیر... اس نے کہا اور واپس مڑ گیا... چاچھا۔" وہ ان کے ساتھ دروازے پر آ کیا اور بولتا:

بعد اس نے دو بڑی تصاویر ان کی طرف بڑھا کر کیا؟"

انھوں نے دروازہ پھر بند کر دیا... ایک تو لینے کے

ہبتا دوں گا... پہلے تم کچھ کھا پھی لو۔  
”اچھا... شیک ہے۔“

انپکٹر کامران مرزان الجھن محسوس کرنے لگا... اب ان کے کام میں خلل پڑنے لگا تھا... لیکن پھر انھوں نے سوچا... اب باقی لوگوں میں سے چند ان مہماںوں کے لیک آپ میں آ سکتے ہیں... میزبان مہماںوں کی خاطر تو امتحان کر دینا... کہ دوست ہیں؟“  
اس نے سر ہلا دیا... پھر دروازہ ہٹلا گیا... دو گمراہی سے ایک دربرے سے مٹتے لگے... بختیار شا کی بیوی کا جانشین بھی رہے... اس دوران انھوں نے کوئی دخل نہ پچے بھی باہر آ گئے اور اپنے محافوں سے مٹتے لگیں۔... ایسا... جب وہ فارغ ہو گئے... تو انپکٹر کامران مرزان کے سامنے چلے گئے:

”اب انھیں صورت حال بتانا ہوں گی: وہ یوں۔  
کیا مطلب؟ کیسی صورت حال؟“

”ایہ دراصل مہماں نہیں ہیں۔  
”محالہ نہیں ہیں... کیا مطلب؟“

”یہ میرے دوست بھی نہیں نہیں؟  
تو پھر... یہ کون ہیں؟“

”ہمارا تعلق پولیس ہے ہے... اور ہم نے ایک کیس کے سلسلے میں اس لگر کو ہیڈ کوارٹر بنایا رکھا ہے... آپ  
ہاں بے فک ہو کر وقت گزاریں... لیں ہمارے کام میں  
وقل اندازی نہ کریں۔“

یہ ایک پورٹ بد نہیں آئے۔“

”یہ میرے مہماں ہیں؟“

”اچھا... دروازہ کھولو!“

”کہ دینا... کہ دوست ہیں؟“

اس نے سر ہلا دیا... پھر دروازہ ہٹلا گیا... دو گمراہی

سے ایک دربرے سے مٹتے لگے... بختیار شا کی بیوی کا جانشین بھی رہے... اس دوران انھوں نے کوئی دخل نہ

پچے بھی باہر آ گئے اور اپنے محافوں سے مٹتے لگیں۔... تو انپکٹر کامران مرزان

نہیں ایک مہماں کی نظر ان پر پڑی...“

”اے... یہ کون ہیں؟“

”میرے ایک دوست... یہ بھی مہماں ہیں۔“

”اوہ، اچھا... ان کا نام؟“

”باقر علی۔“ انھوں نے خود کہا۔

”آڑ بھئی... پہلے اندر چل کر بیٹھو تو سمجھی۔“

بیرونی دروازہ پھر بند کر دیا گیا... بختیار شا

کو اپنے کمرے میں لے لیا... انپکٹر کامران مرزان

کھڑے رہ گئے...“

”آپ کے دوست... باہر رہ گئے۔“

”ہاں! ان کا کمرہ ساٹھ والا ہے۔“

”یہ ہیں کون؟ پہلے تو کبھی ذکر نہیں آیا۔“

”مھیک ہے... ہمیں بھولا کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔“  
”آپ کے پاس آپ لوگوں کی تصاویر ہوں گی؟“

”تصاویر تو نہیں ہیں... کیوں؟“

”خیر... ہم تصاویر کے بغیر بھی کام چلا لیں گے۔“  
انپکٹر کامران مزرا نے کہا۔

”آخر کیا کام چلا لیں گے؟“

”میں نے بتایا نا... ہمیں ایک ہم دریافت ہے اور  
ہم اس سلسلے میں ہمیں نہ جانے کیا بچھ کرنا پڑ رہا ہے  
آپ ذرا ہمارے سامنے بیٹھو رہیں... آپ کو زحمت ہے  
ہو گی... لیکن بہت بڑی مجبوری ہے۔“

”نہیں... نہیں... زحمت کیسی؟“

اب انھوں نے باقی لوگوں کے حلیے بھی تبدیل کرنا  
شروع کیے... یہاں تک کہ بڑی حد تک مشکل صورت  
میں تبدیلیاں آگئیں... جھانی یہ دیکھ کر مارے یہت کے  
پریشان ہو رہے تھے...“

”اب آپ لوگ اپنے شاختی کارڈ بھائی دے دیں۔“

”آپ کو دے دیں... وہ کیوں؟“

”ہم کو ان کی ضرورت ہے... آپ کو واپس کر دیے  
جائیں گے... فکر نہ کریں۔“

”بھی بختیار شا... یہ چکر ہماری بھگھ میں نہیں آیا،  
آجاتے گا... آپ لوگ اپنیں تصاویر دے جیں؟ اس  
نے پریشان ہو کر کہا۔

”تم کچھ پریشان ہو،“

”ایسی کوئی بات نہیں... آپ کارڈ دے جیں؟“  
انھوں نے اپنے کارڈ دے دیے... ہر ایک نے ایک  
ایک کارڈ لے لیا... یہ ایک یہت انگریز حد تک خوب صورت  
اتفاق کھا کر اس وقت لگر کے افراد اور جھان ملا کر  
پندرہ بنتے تھے... اور ان کی تعداد بھی پندرہ تھی...“

”اب ہم باہر جانے کے لیے تیار ہیں... لیکن باہر ہم  
نہیں جائیں گے... ایک چھوٹا سا گردب جانے کا  
اس بیوپ میں میں، خان رحمان، منور علی خان ہوں  
گے... انپکٹر کامران مزرا باقی لوگوں کے ساتھ میں دیں  
گے... قون ہم نے فٹ کر لیا ہے...“ دوسرے کمرے  
میں آگرہ انھوں نے دینی آدانتہ میں کہا... جھانوں اور  
میزبانوں کو اب بھر ایک کمرے میں بند کر دیا گیا تھا،  
اور ظاہر ہے... بند کمرے میں میزبان اپنے جھانوں کو

صحیح صورت حال بتا رہا ہو گا... اور وہ یہ ران ہو جے  
ہوں گے... اور خوف زدہ بھی...“

بھیک ہے... لیکن ابھی تک ہم نے فیصلہ نہیں کیا کہ ہم کام کھاں سے شروع کریں گے؟

”ہمارا پہلا مسئلہ یہ تھا کہ ان لوگوں کی نظریوں سے اوچھل ہو جائیں... اور میرا خیال ہے کہ اس میں ہم کامیاب ہو چکے ہیں... اب ان لوگوں کو منیس معلوم کہ ہم کام میں... اب ہمیں ہمیڈ کوارٹر کی تلاش ہے... ہم تو سکتا ہیں... اس تنظیم کا ہمیڈ کوارٹر کسی اور طاک میں ہو... لیکن اس طاک سے اس کا سراغ ضرور ملے گا... اس یہے کہ اس طاک میں اخوا کے اتنے ماہر آخر یکوں ہیں۔“

”باکل مھیک ہے... لیکن ہم نہ تو اس کمانڈر کا نام جانتے ہیں... نہ حلیہ... اس وقت وہ میک آپ میں تھا...“ محمود نے کہا۔

”ہم ایک فرد کا حلیہ ضرور پہچانتے ہیں: انپکٹر جمیش مکارے۔“

”اور وہ کون آتا جان؟“

”ملک... وہ اگر میک آپ میں ہو، تب بھی ہم اسے پہچان سکتے ہیں۔“ فاروق نے پوچھا۔

”لیکن جملہ ملک اس سلسلے میں بھاری کیا مدد کر سکتی ہے؟“ اخنوں نے کہا۔

”ضرور مدد کر سکتے ہیں... لیں تم دیکھتے جاؤ... ایک بار ہمارا ان کا سامنا ہو جائے... پھر ہم آپ لوگوں کو بھی دیں بلیں گے:“

”اچھا خدا حافظ۔“ انپکٹر کامران مرزا نے کہا۔  
”خدا حافظ۔“

”وہ باہر نکل آئے... پسے باہر نکل کر ایک بیکسی پر دی، ہر اس سے بولے:“

”ملک کے محل تک جانا ہے:“

”تجی... ملک کا محل... کیا مطلب؟“

”ہمیں اس طاک کی ملکہ سے ملتا ہے۔“

”کیا آپ لوگ اس طاک میں اجنبی ہیں؟“

”نہیں اسماں ہیں:“

”ملک کو سے متین ملتیں:“

”ہم جانتے ہیں... لیکن وہ ہم سے ضرور ملیں گی:“

”نہ ممکن۔“

”بھی شرط۔“ انپکٹر جمیش مسکانتے۔

”ہاں کیوں نہیں... میں ایک ہزار روپے کی شرط لگانے کا یہ تیار ہوں؟“

” منتظر ہے... اگر ہم ان سے ملاقات نہ کر سکتے تو“

آپ کو ایک ہزار روپے دیں گے ... اور اگر ہم نے ملاقات  
کرنے کے دھن دی تو ...  
تو پھر میں آپ کو دوں گا:  
”نہیں! ہم نہیں یہیں گے؛ انکے جشید مسکاتے۔  
یہ مطلب ہے؟

”مشروط لگانا ہمارے نزدیک حرام ہے ... لیکن ہم آپ  
کو بطور جرمان وہ رقم ادا کریں گے ... آپ سے کچھ نہیں  
لیں گے:

”یہ تو اور بھی مزے دار بات ہوگی؛ اس نے خود  
ہو کر کہا.  
”آپ ہمیں صرف اس جگہ تک لے چلیں ... پھر ہم  
جانیں ... ہمارا کام:

”ضرور ... کیوں نہیں۔  
یہی روانہ ہو گئی ... آدھ لگتے بعد ایک محل کے  
سمنے رکی ... ڈرائیور نے کہا:

”یہ ہے ملک کا محل ... وہ اس میں رہتی ہیں ... صدر  
صاحب خود یہاں آتے ہیں ... وہ صدر کے پاس نہیں جائیں  
یہ مطلب ہے ... کیا دونوں انگ اونگ رہتے ہیں?  
نہیں ان دونوں کے درمیان کچھ معاملات ایسے ہیں،

جن کے بارے میں دوسرے لوگوں کو کچھ بتا نہیں۔“

”مہمت خوب! اب تم یہیں سُھنہ رکے اور ہمارا کمال  
دیکھو گے ... ہم اس محل کے اندر جائیں گے ... ملک سے  
ملاقات کریں گے اور شاید تمھیں سبھی اندر بلوائیں گے:  
”یہ تو بالکل ہی ناممکن ہے۔“

”خیر خیز... اگر تم ہمارا ساختہ دینے کا وعدہ کرو...  
تو ہم یہ بھی کہ کے دکھائیں گے،“  
”منظور...“ اس نے نعرہ لگایا.

”وہ مسکاتے ہوئے ٹیکسی سے اتر آئے ... اور آگے  
بڑھتے ... محل پر سلیخ فوجی پورہ دے رہے تھے، اکھیں  
کے بڑھتے دیکھ کر ان کے چہروں پر حیرت دوڑ گئی،  
فرائیں فوجی ان کے راستے میں آگیا:

”عَمَّ... قل شاید اجنبی ہو... ملکی آدمی تو اس طرف

”میں آ سکتا...  
”آپ کا ٹیکلہ کھٹک ہے... ملکہ صاحبہ نے ہمیں  
بلایا ہے:

”آپ کو بلایا ہے ... اور آپ دوسرے ملک سے  
آئے ہیں:

”اہل بالکل۔“

اس میں کوئی صداقت نہیں... یہ سفید جھوٹ ہے۔  
اور اگر ملکہ نے اس بات کا اقرار کر لیا تو، انپر  
جمشید سخت بھے میں بولے،  
”تو ہم اپنی موچیں کٹوا دیں گے۔“ فوجی نے کہا۔  
”ہمیں آپ کی موچیں کٹوا کر خوشی ہو گی۔“  
اور اگر ملکہ صاحبہ نے آپ کو نہ بلا کر ہو تو؟  
”تو ہمیں آپ کچھ بھی جرمانہ کر سکیں گے۔“  
”ویکھ لیں... بہت بڑی بات کہ رہے ہیں آپ۔“  
”پروا نہیں۔“  
”جیب میں نقد رقم ہے بھی یا...“ اس نے بے  
اعباری کے انداز میں کہا۔  
”یہ دیکھو...“ انپر جمشید نے کرنی نوٹ کی جملہ  
دکھائی۔

”بہت خوب ہیں جا کر کیا کھوں：“

”یہ چٹ انھیں دے دیں۔“

یہ کہ کر انھوں نے کاغذ پر ایک جملہ لکھا اور اسے

دے دیا۔ اس نے جملہ پڑھا۔۔۔ لکھا تھا:

”رہائی دلانے والے آئے ہیں۔“

”اے کیا ہے؟“

”آپ یہ کاغذ انھیں دے دیں... اس کے بعد آپ  
دیکھیں... کیا ہوتا ہے... لیکن شرط یہ ہے کہ کاغذ ضرور  
دیں...“ انھوں نے کہا۔

”آپ یہ سوچ رہے ہیں کہ آپ جو سے یہ کہ دیں  
گے... کہ میں نے کاغذ ان شک نہیں پہنچایا... اور اس  
ٹھیک آپ وہ رقم پی جائیں گے... لیکن ایسا نہیں ہو گا۔  
اس نے ہنس کر کہا۔  
”کیا مطلب... کیا نہیں ہو گا؟“  
”آئیں... ہمارے ساتھ۔“

وہ انھیں اندر ایک کیسین میں لائے... کیسین ہدوانے کے  
بالکل ساتھ بنا ہوا تھا۔۔۔

”آپ میں سے ایک اپنے پڑے اتار دے:“  
”کیا مطلب؟“ تیزول نے ٹھبرا کر کہا۔

”تم اپنا بھی آپ کو دیں گے... بار پن کر آپ  
میرے ساتھ اندر جائیں گے... میں آپ کے ساتھ  
انھیں دوں گا...۔۔۔ سب میں اس لیے کر دیں گا۔۔۔  
میں آپ کی جیب میں وہ نوٹ نہیں رہنے دوں گا۔“  
”بہت خوب! معلوم ہوتا ہے۔۔۔ آپ ترکیب  
میں بہت ماہر ہیں۔۔۔ انپر جمشید سکرا کرے۔۔۔

”یہ آپ نے کیسے جانا؟“

”بس مان لیا... آپ ترکیب پر عمل کریں... سہیں بہت سی بات ہے... کیا وہ غیر ملکی ہیں؟“  
”ہاں اُن کا کھننا میں ہے.“

جلدی ہے۔“

انھوں نے بہاس تبدیل کیا ہوا پھر اس کے ساتھ انہوں نے وہ چٹ نہے دو۔“ کمرے کا دروازہ فرا سا کھلا اور  
چل پڑے... انھیں کافی دور تک پیدا چلنا پڑا... تب کیدھر انگلیاں باہر نکلیں...  
جاکر ملکہ کا مکرہ آیا... اس نے انھیں سے تین بار ارسونے چٹ ان انگلیوں کے درمیان کر دی...  
دوستک دی: ”کیا بات ہے... ارسو؟“

”آپ کے نام ایک پیغام ہے:“

”پیغام... صدر صاحب کا...“ اندر سے حیرت رکھ کر ارسو انھیں فوراً لے آؤ۔“

انداز میں کھا گیا۔

”ان کا کیسے ہو گا... وہ تو قون پر آپ سے بات کر آؤں۔“  
کر سکتے ہیں... وارڈیس سیٹ پر کہ سکتے ہیں؟“

”ہاں! قوراً... جلدی کرو۔“

”اُل... لیکن... صدر صاحب کا حکم تو یہ ہے کہ آپ کوچھ صاحبان آئے ہیں... ان کا کھننا ہے... آپ کو کوئی بھی ملاقات کرنے یہے نہیں آئے گا... نہ آپ کسی انھیں بلا یا ہے...“

”کاغذ پر چند الفاظ لکھ لیں پس کر دیں... سلامتے صدر صاحب کے:“  
کہ دیں ہیں... ان کا دعوٹی ہے کہ وہ الفاظ پڑھتا ہے...“

”ہاں! میں نے کہ دیا تا...“ قم انھیں اندر لے آؤ۔“  
آپ ان سے ملاقات ضرور کریں گے... لیکن میں تو ایک بار پھر سوچ لیں... اگر صدر صاحب کو پتا چل پر واضح کر دیا ہے... کہ آپ ان سے ملاقات نہیں کرے گے...“

نوكرياں ضرور چھوڑ جائیں گی،  
”بے وقوف ہو تم... انھیں کس طرح پتا جل سکتا ہے  
جلد انھیں لاو۔“  
”منیں! میں ایسا نہیں کر سکتا۔“

”تم میری سزا سے نہیں بچ سکتے...“ ملکہ نے چلا کر کھا اور  
دونوں خبر اٹھایے... پھر اس نے دونوں خبر ایک ساتھ  
پہنچ مارے... انسپکٹر جمیشہ جھک گئے... خبر ان کے سر پر  
چڑھ کر دور جا گئے...“

”تم... تھاری یہ جرات...“ ملکہ چلائی... اور پھر  
بجھرا دروازہ کھل گیا... ملکہ کا چڑھنے سے لال بھینج  
ہو رہا تھا... اس کے باختہ میں ایک خاتون تھا... آنکھ  
کی آن میں اس نے خبر ارسو پر پھینک مارا۔ لیکن بالآخر آکر بھی تھے...“

کی تیزی سے انسپکٹر جمیشہ نے ارسو کو دھکا دیئے: ”یہ... یہ سب کیا ہے... آج مجھے کیا ہو گیا ہے...“  
وہ دھرام سے گرا اور خبر دور جا گئی...“  
”تھے... تم... تم نے اسے بچایا... میں تھیں بھی میلان کو تو ایسا نہیں ہوا تھا:“

چھپوڑوں گی...“ ملکہ نے غذا کر کر کھا... اور اپنی کمر میلان  
اڑسا ہوا ایک دوسرا خبر نکالا... اسے فوراً میان سے اڑا میں بو لے۔

لکھا اور ان پر پھینک مارا... شاید وہ خبر پھینکنے کی کیا مطلب؟“  
بہت ماہر تھی... میکن آج کا دن اس کے لیے بھی انھوں نے آئندہ کا لشارہ کیا... ملکہ فوراً جان گئی کہ  
بہت زیادہ حیرت کا دن تھا... اس کا پھینکا ہوا دن میں؟“

”ارسو! اب تم کیا سمجھتے ہو؟“

”وہی جو پہلے کہا تھا... میں آپ کی ملاقاتیوں سے  
دٹک نہیں کرنے دوں گا... صدر کا حکم بھی ہے...“

اس کا انتظام کرنا ہو گا۔ ملک نے کہا۔

یہ کیا مشکل ہے۔

یہ کہ کہ انپکٹر جمیش نے اسے گردن سے پکڑ لیا، فوراً یہاں سے نکل جاتے ہیں۔

”پہلے میں نے خود تمہاری جان بجا فی حقی... اب تو... ہاں! یہ صحیح دیتے گا۔“

تمھیں موت کے گھاث اتار رکھا ہوں... لیکن اس میں انھوں نے فوراً ارسو کے پکڑے اتارے اور ملک کو میرا کوئی منصوبہ نہیں۔ انھوں نے جلدی جلدی کہا۔ دیتے... وہ لے کہ اندر چلی گئی... صرف ایک منٹ من... نہیں... نہیں... میں آپ بعد باہر آئی تو اچھا سبلا مرد لگ رہی تھی... انھوں ملاقات کرنے دیتا ہوں؟“

”اب تم کیا ملاقات کراؤ گے... وہ ہم خود کیں گی نہیں... باہر لیکن بہر حال میں تمھیں صرف بے ہوش کر دیتا ہوں۔ لیکن میں اس میں جا کر بیٹھ جائیں گا۔“

میں ضرورت کے مطابق عمل کیا جائے گا۔“

یہ کہ کہ انھوں نے اس کی کن پٹی پر ایک ہاں دونوں تیز تیز پلتے صدر دروازے ملک آئے... ملک بھر رسید کر دیا... اس کی آنکھیں فوراً بند ہو گئیں... انفل کئی... جب کہ انپکٹر جمیش کیں کی طرف بڑھ گئے:

”آ جائیں...“ انھوں نے کہا۔

”میں اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ آیا ہوں...“ دونوں اخھ ان کے ساتھ باہر نکل آئے دروازے انھیں اندر لے آؤں۔“

”جلدی کریں... کیس صدر صاحب نہ آ جائیں...“ انھوں دیکھا...“

”کوئی پروا نہیں：““ملاقات نہیں ہوئی تھی نہ؟“

”پروا تو ہے... ان کے آئے پر ہماری مشکلات... ہاں! یہی کہ لیں؟“

بارے... مگر ارسو کو کہاں لے جائی ہے میں؟  
”ملکہ کا حکم ہے... انھیں ہمارے ساتھ جانا ہے  
انھوں نے کہا اور آگے بڑھ کر ٹیکسی میں بلیٹھ گئے  
”چلیے چناب ڈرائیور۔“ انپر جلشید بولے۔

”ملاقات نہیں ہوئی تا۔“  
”ہاں تم جیت گئے... جلدی“

ٹیکسی چل پڑی...  
”میری رقم۔“

”ویتا ہوں... سبھی...“ انھوں نے کہا اور پری نظر کیں واصل ہوتے تو نہیں دیکھ رہا۔

پختہ خوت اسے تھما دیے...“

”واہ مزا آگیا... اللہ کرے الی سواریاں مجھے لائیں بار بار گھانے لے گے...“  
روز طیں۔“

”تم ہمارا ساتھ دینے کا وعدہ کر چکے ہو... ہم تو مہبت خوب... اتو۔“

”تمہیں بے تحاشا میں گے؟  
”ضرور... کیوں نہیں۔“

”ویکھ لو... اگر تم نے ہمارے بارے میں کسی کو بھا

بنتایا، تو پھر کوئی رقم نہیں ملے گے۔“

”میرے تو باپ کی بھی تو یہ...“ اس نے کافل

ہاتھ لگایا...“

آخر وہ اس مکان کے باہر دہاں سڑک تک پہنچ گئے۔  
اچھا بس... میں اتار دو... اب تمہاری ڈیلوی ٹیکسی<sup>1</sup> ہو گی... تم کوئی سواری نہیں پکڑو گے... صرف اور صرف  
ہمارے لیے وقت رہو گے... ہم تمہیں اتنا معاوضہ دیں  
جس کے لئے چند دنوں میں بڑے دولت منڈ بن جاؤ گے!  
مجھے منظور ہے... اس نے خوش یہو کہ کہا۔

ٹیکسی سے اتر کر وہ گلی میں مر گئے...  
خان رحمان... وصیان رکھنا... ٹیکسی ڈرائیور یہیں گھر

”اویتا ہوں... سبھی...“ انھوں نے کہا اور پری نظر کیں واصل ہوتے تو نہیں دیکھ رہا۔

”اچھی بات ہے...“ انھوں نے کہا اور نظری پتھر کی  
پختہ خوت اسے تھما دیے...“

”وواہ مزا آگیا... اللہ کرے الی سواریاں مجھے لائیں بار بار گھانے لے گے...“  
”نہیں... وہ نہیں آیا؛“  
”میرے رقم۔“

”وہ آگے بڑھ اور پھر ٹھٹک کر رک گئے... ان کی  
انھوں میں خوت چھل گیا۔“

سکتے۔

”لیکن تم لوگ کیوں نہیں دے سکتے؟“

”ترکیبیں بتانے کا ٹھیکا تو ہم نے تم دونوں کو دے دیا ہے۔“

”ہاں! یہ یڑا غلط کام کیا تھا تم نے... یہ ٹھیکا کسی اور کے پاس بھی ہونا چاہیے؟“

عین اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی:

”میں... یہ اور کون آگیا... کیا اس گھر میں کوئی نہ

گئے... اور لگے ادھر اُدھر کی باتیں کرنے...“

”انکل! کیا اب ہیں آباجان اور انکلنڈ کے ائمکن لی آتا ہی رہے گا...“ تب تو ہم نے بہت غلط گھر

کا انتخاب کیا ہے...“ آفتاب نے جلے کچھ انداز میں کہا۔

”انپکٹر کامران مرزا اسٹھ... اور میر بانوں کے کمرے

اٹھ... اس کا دروازہ کھول کر انہوں نے کہا۔

”یہ اونہ کون آگیا... کیا کسی اور کو بھی آنا تھا؟“

”آخر قسم لوگوں کو ٹھاٹھ پر ٹھاٹھ رکھ کر بیٹھنا مشکل نہیں جتنا... ہمیں نہیں پتا کہ یہ کون آیا ہے؟“

کیوں لگتا ہے... دیکھو کتنا مرزا آ رہا ہے؟ فاروقی

”اچھا تو پھر دروازے پر جا کر دیکھیں... میں آپ خوش ہو کر کہا۔“

”کام چوروں کو تو مرزا اسی حالت میں آتا ہے... بالکل چیچے رہوں گا۔“

آصف نے منہ بنایا۔

”اچھا چلو... تم بتاؤ... ہم کیا کریں... ہمارے پاس دروازے پر پہنچ کر اس نے پوچھا...“

”کرنے کے لیے جلا کیا کام ہے؟ انپکٹر کامران مرزا کون ہے؟“

## ہلن پلاس

ان تینوں کے جانے کے بعد وہ اپنے لیکے میں بیٹھ گئے اور ادھر اُدھر کی باتیں کرنے...“

”آخیر قسم لوگوں کو ٹھاٹھ پر ٹھاٹھ رکھ کر بیٹھنا مشکل نہیں جتنا...“ فاروقی

”کام چوروں کو تو مرزا اسی حالت میں آتا ہے... بالکل چیچے رہوں گا۔“

آصف نے منہ بنایا۔

”اچھا چلو... تم بتاؤ... ہم کیا کریں... ہمارے پاس دروازے پر پہنچ کر اس نے پوچھا...“

”کرنے کے لیے جلا کیا کام ہے؟ انپکٹر کامران مرزا کون ہے؟“

"پولیس... دروازہ کھول دو۔"

وہ دھک سے رہ گئے... اندر دوسری شکل صورت کے لوگ موجود تھے... جو پولیس کو چکرا کر رکھ دیتے اچانک ہی انپکٹر کامران مرزا نے ایک فیصلہ کیا... انہوں نے اشارے سے میزان کو سمجھایا کہ وہ اور چھت پر چلے جائیں... ان لوگوں سے ہم بتائیں گے..."

اس نے سرہلیا اور جلدی جلدی چلا گیا:

"دروازہ کیوں نہیں کھولا جا رہا ہے... یادو گزنا پر گا۔" باہر سے آواز آئی۔

"نہیں... ہم کھول رہے ہیں... تالا لگا ہوا ہے چاپی لانا ہو گی؟"

"تو اب تک کیا کرتے رہے..." باہر سے جھلک کر کہا گیا۔

"یہ سوچتا رہا کہ پہلے دروازہ کھولوں یا چاپی تلاش کروں:

"کیا اوٹ پیمانگ باتیں کر رہے ہیں... میں کہتا ہوں دروازہ کھول دو:

انہوں نے دیکھا... میزان اور ان کے مہان دب پاؤں اور کارچا رج کر رہے تھے... اور محمود ان کی

پستول کرنے ہوئے تھا... یہاں تک کہ وہ ان کی نظرول سے اوچھل ہو گئے... اب انہوں نے تالا کھولا... اور دروازہ کھل گیا... فوراً ہی پولیس اندر داخل ہو گئی... تم نے دروازہ کھلنے میں بہت دیر لگائی" انپکٹر نے فراہ کر کہا۔

"میں نے عرض کیا تا... تالے پر دروازہ لگا ہوا تھا۔" انپکٹر کامران مرزا نے ٹھپرا کر کہا۔  
"کیا کہا... تالے پر دروازہ لگا ہوا تھا۔" انپکٹر نے آنکھیں نکالیں۔

"جی ہا! بالکل یہی بات ہے۔"

"ضرور تمہارا دماغ الٹ گیا ہے... جو الٹ جعلے بول رہے ہو... خور کرو... تم کو رہے ہو... کہ تالے پر دروازہ لگا ہوا تھا۔"

"اوہر احمد... یہ تو بہت بُری بات ہے" انپکٹر کامران مرزا نے ٹھپرا کر کہا۔

"اگر... کون یہی بات بہت بُری ہے۔"

"جی... پس... پتا نہیں:

"شاید میں کسی پاگل سے گفتگو کر رہا ہوں" یہ آپ کی غلطی ہے... ہماری نہیں... ویسے آپ

نے تندگی میں پہلے کبھی نہ دیکھا ہوگا...  
ہر شکل صورت کے دو آدمی اب ان کے سامنے  
 موجود تھے:

"ایہ... یہ گھر ہے یا بھوت خانہ."

"پہ... پہاں نہیں... ہم تو خود یہاں چکر کھار ہے  
 ہیں یا انہوں نے کہا۔"

"یہاں ضرور کوئی گٹ بڑھے... ان لوگوں کو پیک  
 کرنا ہو گا... ڈی ایس پی صاحب کو فون کرو... وہ  
 وزیر آدمی لے کر یہاں آ جائیں... اُنپکٹر نے اپنے  
 لاقت سے کہا۔"

"اس کی کیا ضرورت ہے جناب... آپ لوگ بہت  
 ہیں... ڈی ایس پی صاحب آگئے تو آپ کی ترقی  
 ماری جائے گی... ساری شباباش وہ لے جائیں گے:  
 یا مطلبی... کیسی شباباش؟"

"وہ اخبارات میں خبر شائع کر دیں گے کہ مجرموں  
 کو انہوں نے گرفتار کیا ہے،"

" مجرموں کو... لیکن مجرم ہیں کہاں پر

"ہاں ایسے بھی مصیبت ہے... مجرم ہیں کہاں... انہیں  
 لاش کرنا بہر حال آپ کا کام ہے،"

حضرت چاہتے کیا ہیں؟"  
وہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ وہ غیر ملکی جاسوس ہے اور  
چھپے ہیں آکر:

"آپ تلاشی لے لیں... یہاں ہمارے علاوہ کوئی  
 نہیں ہے؟ اُنپکٹر کا مران مرزا نے کہا۔  
 انہوں نے تلاشی لینے کا کام شروع کیا۔ پھر میزلا  
 کے تمام کرسے دیکھ ڈالے گئے... لیکن وہ انہیں کہا  
 ملتے... وہ ان کے سامنے تھے... اب انہوں نے اور  
 کارخ کیا...

"اوپر جانے کی ضرورت نہیں،"

"اگر... کیوں ضرورت نہیں؟"

"اُس لیے کہ اوپر ہمارے جڑوان بھائی ہیں رہتے  
 ہیں،" فاروق نے منہ بنایا۔  
 "جڑوان بھائی ہیں..." ان کے لمحے میں حیرت تھی

"ہاں ایم سب اکٹھے ہیں،"

"ہم تلاشی لیں گے... تم ہمیں روک نہیں سکتے،"

"جیسے آپ کی مرضی۔"

اب وہ اوپر آئتے... ان سب لوگوں کو دیکھ کر وہ  
 دھک نے سے رہ گئے... شاید اس قسم کا منظر انہوں

”تم فون کرو... یہ حضرت تو شاید وقت ضائع کرنا  
کی میں ہیں، اس نے جھلا کر کہا۔

”بہت انھوں کی بات ہے... آپ میاں سے فدا  
نہیں کر سکتے، انپکٹر کامران مذہماً مسکراۓ۔

”کیوں نہیں کر سکتے... وجہ؟

”وجہ یہ ہے کہ میاں کا فون پڑھ کر بالکل ٹھیک  
ہے... اس لیے آپ فون نہیں کر سکتے، کتاب نے کا

”ضرور ان لوگوں کے دماغ اتنے ہوئے تھے... تھا  
جا کر ٹھیک ہوں گے... ان کو سمجھکر میاں لے لاد۔

انپکٹر نے غرما کر کہا۔

”لیکے... اب یہ حضرت سمجھکر یوں پر اُتھ آئے،“ مکمل  
نے منہ بتایا۔

”حالاں کے سمجھکر میاں بھی کوئی اترنے کی چیز ہے...  
میرضی وغیرہ تو خیر ہوتی ہے اترنے کی چیز... بلکہ آج کو  
تو لفٹ ہوتی ہے... میاں تو انپکٹر صاحب... کوئی لفٹ بھی  
ساختہ لائے یا نہیں؟“

”تم شاید میرا دماغ خراب کر دو گے؟“

”اس کا بہترین طریقہ ہے کہ آپ اپنے دماغ کو  
سلما دیں۔“

”رسس... سلا دوں... دماغ تو... دماغ تو نہیں پہل  
لیا تھا را۔“

”بھی نہیں... ابھی تجربہ کرنے دیتے ہیں...“ یہ کہ کر  
انپکٹر کامران مرزا نے آگے بڑھ کر ایک دھپ اس کے  
سر پر رسیدہ کر دیا۔

”وہ منی کے ذہر کی طرح نیچے گرا اور ساکت ہو گیا،  
اس کے ساتھی ٹھبرا گئے... ایک نے تو پسول نکالنے  
کی کوشش بھی کی... لیکن محمود نے اس پر پھلانگ لگا  
 دی... دوسروں کو باقی لوگوں نے لھیر لیا۔“

”یہ... یہ کیا ہوا ہے؟“ میزبان نے بوڑھا کر کہا۔  
”آپ نہ ٹھبراں۔“ آپ تو ہمارے میزبان ہیں، انپکٹر  
کامران مرزا نے پر سکون آواز میں کہا۔

”بلکہ ذرا غور کریں... آپ نے پوچیں والوں کو  
بے ہوش کر دیا ہے۔“ اس نے کہا۔

”مشکل تو ہے ہے کہ ہم غور نہیں کر سکتے... اس  
یہ کہ غوری خاندان سے کوئی تعلق نہیں رکتا...  
اکنام بولا۔“

”وھت تیرے کی... یہ میاں غوری خاندان کیاں سے  
لکھ آیا۔“ محمود نے تکملا کر کہا۔

”بھی نکلنے کی بھی ایک ہی کمی... کمیں سے کوئی  
چیز بھی نکل سکتی ہے۔“ فاروق مسکایا  
”اور شنیے... پہلے ہم صرف اتنا کہا کرتے تھے اپنے  
کو اس دنیا میں کیا نہیں ہو سکتا... ایکن اب... اب  
یہ جلد شاید گرگے کی طرح رنگ بدل کرے گا...“ اصل  
نے جل بھن کر کہا۔

”حد ہو گئی... اب جو بھی گرگٹ کی طرح رنگ  
بدلتے گئے... اس ان تو پتا نہیں کس طرح دکھنے والا  
کیں گے...“ فرزانہ نے حیرت زدہ انداز میں کہا  
”اگر یہی حال رہا جملوں کی رفتار کا تو پھر کہ چکے  
کام کی بات۔“ فرحت نے بھتا کر کہا  
”یہ تو اور بھی ابھی بات ہے... جب بات کر چکے  
ہیں تو پھر اب کیا بات کرنی...“ فاروق نے ہنس کر  
کہا۔

”خاموش ؟ ایکٹر کامران مرزا نے چلا کر کہا  
پروفیسر داؤڈ کی ہنسی نکل گئی...“

”آپ کیوں ہنسے؟“ ایکٹر کامران مرزا ان کی طرح  
کھوم کر کے اپنے کام... ایسا نہ ہو... کوئی دوسرا پولیس

”خود تم ان کی باتوں سے خوش ہو رہے تھے۔“

”مجھے... آپ تو امیں اور چڑھا رہے ہیں۔“

”اور کیا انکل... آپ کو تو ہمیں اتنا ناچاہیے؟“

”مم... مجھے اتنا چڑھا کی بائیں نہیں آتیں۔“ پروفیسر

”داد دیکھرا کر بولے۔“

”ہمیں میزان کو ہر قسم کی پریشانی سے بچانا ہے، لہذا

ان لوگوں کو ان کی گاڑی میں پہنچانا ہے... اور پھر

گاڑی کو چلا کر کمیں دور پہنچانا ہے۔“ ایکٹر کامران

”ازما نے گلستانے انداز میں کہا۔“

”آپ آج کل شاہزادی تو نہیں کرنے تھے۔“

”لیکن نہیں... مجھے جیسے آدمی ہے چارے کیا شعی

”لیکن گے... تو اونچے لوگوں کا کام ہے... اور خالی

لہ پڑ ان لوگوں کا جن کے پاس وقت ہے بھاؤ

”ہوتا ہے۔“

”وقت بھی بے کھانہ ہو سکتا ہے اب اجاں؟ آپ

”کامران ہو کر کہا۔“

”آپ کیوں ہنسے؟“ ایکٹر کامران مرزا ان کی طرح

کھوم کر کے اپنے کام... ایسا نہ ہو... کوئی دوسرا پولیس

”تمارے انداز پر... یہ پہنچتا بھی منسوبی تھا... ورنہ

رتے رہیں گے؟

”بامکل ٹھیک ہے پر دفیر داؤد خوش ہو کر بولے۔

انھوں نے ایسا ہی کیا... لیکن گاڑی میں لاونے سے

بیٹھنے کی تلاشی مل گئی... انچارخ کی جیسے سے ایک

گاڑی کھڑی تھی... ڈرائیور سکب اس میں نہیں تھا۔

غائبًا ڈرائیور بھی اندر تھا... اسے مستار تھا... لوگوں کو

نظریں بچا کر بے ہوش لوگوں کو اسی میں منتقل کرنے کا

”ہم ایسا کر کے غلطی کریں گے۔“ اسے میں فرزاد بات معلوم تھی کہ فلاں پولیس پارلی اس وقت کہاں

ہے... اس آئے کی مرد سے وہ ان سکب پیشے سکتے تھے۔

”کیا کہ کے کیا غلطی کریں گے... بات ذرا بھاف کا۔“ ہم نے اچھا ہی کیا... چوتھا تلاشی لے لی... اب تک

کرو۔“ تھوڑے اسے گھوڑا۔

”ہم بے ہوش پولیس والوں کو اس گاڑی میں لاونے میں... جلدی کمرد۔“

کر کہیں دور جھیڑ آتا چاہتے ہیں... تو کیا ہوش میں انھوں نے بلا کی رفتار سے بے ہوش پولیس والوں

اکروہ ہمارے لیے اور ہمارے میزبان کے لیے بھی کولاواہ گاڑی لے اڑے... بھر جلد ہی اس گاڑی

کو چھوڑ دیا۔ آکر دور پھینک دیا...“

”ہمارے میزبان سے پلچھے پکھ تو ہو گی... اس سے

نہیں پہنیں گے۔“

”اوہ ہاں! آؤ ان کا بھی کرتے ہیں پکھ۔“

انپکٹر کامران مرزہ مسکراتے۔

”تو بھر ہم گاڑی کا پچھلا حصہ دروازے سے لگا۔“ وہ واپس پڑے... اس گھر میں داخل ہونے اور انپکٹر

ہیں... اور ہم میں سے ایک یا دو بایکر کھڑے ہوئے کامران مرزہ نے کہا:

”کوئی آتا نظر آئے... تو وہ اندر والوں کو

پارٹی میں پہنچ جاتے؟

”کہ کہ انپکٹر کامران مرزہ باہر نکلے... وہاں ایک

گاڑی کھڑی تھی... ڈرائیور سکب اس میں نہیں تھا۔

غائبًا ڈرائیور بھی اندر تھا... اسے مستار تھا... لوگوں کو

آوازیں سننے کا آکھ تھا... بگویا ان کے آفسیز کو یہ

”ہم ایسا کر کے غلطی کریں گے۔“ اسے میں فرزاد

بھی... اسے گھوڑا۔

”کیا کہ کے کیا غلطی کریں گے... بات ذرا بھاف کا۔“ ہم نے اچھا ہی کیا... چوتھا تلاشی لے لی... اب تک

کرو۔“ تھوڑے اسے گھوڑا۔

”ہم بے ہوش پولیس والوں کو اس گاڑی میں لاونے میں... جلدی کمرد۔“

کر کہیں دور جھیڑ آتا چاہتے ہیں... تو کیا ہوش میں انھوں نے بلا کی رفتار سے بے ہوش پولیس والوں

اکروہ ہمارے لیے اور ہمارے میزبان کے لیے بھی کولاواہ گاڑی لے اڑے... بھر جلد ہی اس گاڑی

کو چھوڑ دیا۔ آکر دور پھینک دیا...“

”اوہ ہاں! تو ہے۔“ آصف نے کہا۔

”نہیں پہنیں گے بھی... میں پہلے ہی سوچ پکھا میں کیا کیا جا سکتا تھا۔“

انپکٹر کامران مرزہ مسکراتے۔

”وہ واپس پڑے... اس گھر میں داخل ہونے اور انپکٹر

ہیں... اور ہم میں سے ایک یا دو بایکر کھڑے ہوئے کامران مرزہ نے کہا:

”کوئی آتا نظر آئے... تو وہ اندر والوں کو

”اے تو ہماد نا... مشرما کیوں رہے ہو۔“ آصفہ بولا۔  
مشرعاً تو خیر میں نہیں رہا... یہ تو آپ کا وہم ہے  
ہی یہ کہتا چاہتا ہوں کہ یہیں دور جانے کی ضرورت  
ہی کیا ہے... ہم میزبان کے بالکل سامنے والے گھر  
پر یا دائیں بائیں والے گھر پر قبضہ کر سکتے ہیں، اور  
کسی کو وہم و ہمگان بھی نہیں گزر سے گا... کہ ہم یہیں  
بودیں ہیں...“

”بہت خوب... اس طرح جیب ہمارے باقی ساکھی آئیں  
گے... ہم انھیں بھی اشارے سے اپنی طرف بلا لیں گے  
اور پھر انھوں نے وہ جگہ چھوڑ دی...“  
”ابا جان اور انکلذ آئیں گے... تو وہ ہم تک سکھ رہیں ہوں گے۔“  
”بہت خوب! یہ اپھی ترکیب ربے گی۔“ انپکڑ کارن  
طرح پھنس گے۔ فرزانہ نے الجھن کے عالم میں کہا۔

”میزبان کا فون غیر معقول کر چکے ہیں... فون کر کے روازہ کیا۔“

”تو پھر چلیے... یہیں اس گھر سے زیادہ فاصلے پر  
معلوم کرتے رہیں گے۔“

”اس سارے بھگڑے کا حل تو دراصل یہ تھا کہ ہم ہانے کی ضرورت نہیں۔“

ان پولیس والوں کو موت کے گھاٹ آتا دیتے... اور میزبان کے گھر کے سامنے والے  
وہ آکہ کہیں دور پھینک آتے... لیکن ہم بے گناہ ہوں کہ اور دائیں بائیں والے حکماں کا جائزہ یا... ان میں  
مارنے کے عادی نہیں ہیں... لہذا دیکھا جائے گا۔“ انھیں دائیں طرف والا مکان زیادہ مناسب معلوم ہیوا،  
لیکن اس کی لیک اور شاندار ترکیب ہو سکتی ہے لہذا اس کے دروازے پر دشک دے ڈالی... دروازہ  
دیسے میں شوکی بول اسھا۔

”آپ سب لوگوں کو باندھ کر ہم یہاں سے چلے جائے  
ہیں... پولیس آکر کھوئے گی... آپ کہ دیجیے گا... کہ  
پستول کی زد پر رکھ کر ہم نے سالا کام کیا ہے؟“  
”خوب... بہت خوب... آپ کا ہم پر احسان ہاں سے گا...“  
”لیکن ان پولیس والوں کا کیا ہے گا...“  
”ہاں سے بھی یہی کہتا ہو گا... آپ کوگ پستول  
کی زد پر ہے۔“

”ہوں! پھیک ہے۔“

اور پھر انھوں نے وہ جگہ چھوڑ دی...“

”ابا جان اور انکلذ آئیں گے...“

”فرزانہ نے الجھن کے عالم میں کہا۔“

”میزبان کا فون غیر معقول کر چکے ہیں... فون کر کے روازہ کیا۔“

”آپ کون ہیں؟“

”مہاں...“ اسپکٹر کامران مرزا نے کہا اور فوراً اندر واصل

ہو گئے...“

”ارے... ارے... یہ کیا چیز... آپ کیسے مہاں ہیں؟“

”بن بلاتے مہاں ایسے ہی ہوئے ہیں،“

”آخر یہ سب کیا ہے؟“

”ابھی بتاتے ہیں... آرام سے بیٹھ کر بیٹھ تو کرنے

دیں.“

وہ اندر آگئے... دروازہ اندر سے بند کر دیا۔  
انسپکٹر کامران مرزا نے دوستانہ لمحے میں اسے بتایا کہ  
وہ کیا کرنا چاہتے ہیں... نوجوان کا رنگ اڑیگا، اسکا لامبا

نے قورا کہا:

”یکن جناب... اگر یوں میں کو پتا لگ گیا کہ ہم نے

آپ کو پناہ دی ہے تو وہ ہمیں نہیں چھوڑ سکے گی۔“

آپ غلزار کریں! ہم اس کا انتظام کر دیں گے کہ

پوچھیں آپ کو کچھ نہ کر سکے... ویسے تو اسے پتا چلے گے  
ہی نہیں... آپ نہ بتائیں... لگھر میں کتنے افراد ہیں؟“

”تین... میرے والد، والدہ اور میں“

”وہ دونوں کہاں ہیں؟“

”اس وقت سوئے ہوتے ہیں... جاگیں گے تو اسیں بتا  
دیا جائے گا:“

”ہیو! ٹھیک ہے... اگر آپ نے ہمارے ساتھ کوئی  
وہ کاشت کرنے کی کوشش کی تو ہماری طرف سے آپ کو  
کوئی نقصان نہیں پہنچے گا:“

”شکریہ... کیا میں آپ کے لیے کچھ تیار کروں؟“ اس  
لئے پوچھا۔

آپ زحمت نہ کریں... ہمیں جس چیز کی ضرورت ہو  
گا، خود تیار کریں گے... آپ تینوں اب صرف ایک کمرے  
کے پیچے فون ہے...“

”بھی ہاں... ہے...“

”فون سیکھ بھی ہمیں اٹھا دیں۔“

اس نے تعمیل کی... وہ فون اپنے پاس رکھ کر آرام  
لگھنے لگے... محمود کی ٹھیک چھت پر لگا دی گئی، تاکہ  
الغیری ان کے ساتھی آئیں... وہ اسیں اشارہ دے  
لے... اچانک محمود نیچے آتا نظر آیا... اس کے چہرے  
پا ٹھیک اہم کے آثار تھے...  
”علوم ہوتا ہے... خیریت نہیں ہے:“ اسپکٹر کامران

مرزا مسئلہ کا نے۔

"پتا نہیں۔"

"کس بات کا پتا نہیں؟" فاروق نے منہ بنایا۔  
اس بات کا کہ خیریت ہے یا نہیں... میں تو صرف  
یہ بتانے آیا ہوں کہ اس پورے علاج کو تھیسے میں  
لے لیا گیا ہے... شاید اب ایک ایک گھر کی تلاشی لی  
جائے گی... اب یہ اندازہ خود لگا لیں کہ خیریت سے  
یا نہیں؟ اس نے جلدی جلدی کہا۔  
"یہ تو واقعی الحین والی بات ہو گئی... خیریم دا۔

چھت پر جاؤ۔"

"محمور اوپر چلا گیا۔  
سب لوگ چلک کے لیے تیار ہو جائیں۔ میں خطرہ  
حسوس کر رہا ہوں۔"

"اُسی گھر کے افزاد کا کیا بننے گا؟"

"ان کا مسئلہ بھی ہے... خیری دیکھتے ہیں۔"  
انیکٹر کامران مرزا نے پورے گھر کا جائزہ لیا۔ اس  
میں چھپنے کی کوئی خاص جگہ نہیں تھی۔ نہ ادھر اور  
جانے کا کوئی راستا تھا۔ ان کے پاس اسلحہ بھی برائے  
نام تھا۔ مطلب یہ کہ پولیس کی بھاری تعداد سے

مقابے کے لیے کافی نہیں تھا... وہ سوچ میں ڈوب گئے  
کہ کیا کہیں اور کیا نہ کریں... اب تو یہاں سے فرار  
کا کوئی راستا نہیں رہ گیا تھا... اچاہک پھر محمود پتھے  
اڑتا نظر آیا... وہ دبے پاؤں آ رہا تھا۔

"ہمارے پتھے مہان کے گھر کی تلاشی لی جا رہی ہے۔  
ہیوں؟ وہ یوں۔"

"پولیس دوسرے گھروں کی تلاشی بھی شروع کر چکی ہے  
اور اب اس گھر کی باری آنے ہی والی ہے۔ کیوں کہ  
پتھے مہان کے گھر سے نکلتے ہی وہ لوگ اس طرف آئیں  
گے... اُپ نے کہا سوچا ہے۔

"بکھر بکھر میں نہیں آ رہا۔"

"فرزانہ... فرحت... اپنی عقولوں کو آواز دو۔"  
"تمہل ہو اے بھاری پیاری عقولوں۔" فرزانہ نے ہانک لگانی۔  
"وہ مارے... میں نے سوچ لی۔" فرحت نے جلدی سے

کہا۔

"جلدی بتاؤ۔"

"گھر کے اندر جو لوگ تلاشی کے لیے آئیں... ان  
کا صدقایا۔"

"اور تھیں... اس کے بعد کیا ہو گا؟"

اس کے بعد... اس کے بعد ایک اور پارٹی اندر آئے گی: ... اس کا بھی صفائیا: فرحت ہوئی۔  
یہ کیسی ترکیب ہوئی ... آخر ہم کتنے لوگوں کا صفائیا کیں گے؟  
ان حالات میں تو اس سے بہتر کوچھ ترکیب نہیں بتا سکتی ہیں: فرحت نے منہ بنایا۔  
فرزانہ تم کچھ بتاؤ: ... یہ تو وقت خائع کہ رہی ہے۔  
انپکڑ کامران مرزا نے مسلکا کر کہا۔  
قصور اس کا بھی نہیں ہے انکل... فرزانہ نے مسلکا کر کہا۔

کیا مطلب ہے؟  
ان حالات میں ہم اس کے سوا واقعی کچھ نہیں کر سکتے۔  
”اچھی بات ہے... یونہی سمجھا: انپکڑ کامران مرزا نے کندھے اچکائے۔

عین اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی:  
”میں تو چلا اورپر... کہیں ادھر سے دوسرا پارٹی کی آ رہی ہو... ” محمود نے کہا... اور دیلے پاؤں اورپر کی طرف دوڑ لگا دی ...

انپکڑ کامران مرزا نہ پنے ساتھیوں کو دیوار کے ساتھ  
چپکا دیا ... اور خود دروازہ کھولنے کے لیے آگے  
بڑھے ...  
عین اسی وقت انہوں نے محمود کی طرف سے اُڑ  
کی آواز سنی ...

## صدر صاحب اکٹھ

یکا بھئی... بیاں تو ہر طرف پولیس اور فوج موجود ہے۔ انپکٹر جمیش نے پریشان ہو کر کہا۔  
اس کا مطلب تو پھر یہ ہے کہ وہ لوگ دھرم یہے کئے  
خان رحمان بڑپڑائے۔  
دیر ضروری نہیں... پتا نہیں... صورت حال کیا ہے۔  
وہ کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں... دیکھنا پڑے گا...  
مہاجر علی خان بولے۔  
تر پھر فی الحال ہم سیسیں رک کر دیکھتے ہیں۔

یہی سعادت ہے۔ ملکہ نے پوچھا۔  
”میں پہنچ ساتھیوں کو جس گھر میں چھوڑ لے گئے تھے  
وہ انپکٹر پولیس کے گھرے میں ہے۔“  
”یہاں پہنچ... اپنے لیا کرنا ہے۔“  
”جیسی سوچ رہے ہیں۔“

بین اس وقت اُتو کی آواز ان کے کافروں میں آئی،  
وہ چونک اٹھے:

”یہ آواز محمود کی بھئی... وہ لوگ ضرور نہیں ہیں اور  
غاباً محمود نے ہمیں دیکھ کر ہی یہ آواز نکالی ہے...  
ایک منٹ... یہی ابھی بتاتا ہوں کہ وہ کہاں ہیں؟  
یہ کہ کہ انھوں نے اس پاس کے مکانات کا جائزہ  
یتنا شروع کیا اور پھر ٹھنک کر بولے:

”وہ ہمارے میزبان کے دائیں طرف والے مکان  
میں ہیں... محمود چھست پر ہے غاباً... اور پولیس والے  
بھی اس طرف بڑھ رہے ہیں... بالآخر بھی بے چاشا پولیس  
خان رحمان بڑپڑائے۔  
کہاں ہے... ان حالات میں بھلا ہم ان کے پے کیا  
کر سکتے ہیں خان رحمان۔ انپکٹر جمیش کہتے چلے گئے۔

”کچھ دیکھ تو کرنا ہو گا، انھوں نے کہا۔  
”میں بہت ابھی عسوں کر رہی ہوں؛ ملکہ بڑپڑائی۔  
کیا آپ والپیں جانا چاہتی ہیں... آپ اپنے محل تک  
نہیں آسانی سے جا سکتی ہیں۔“  
”ن... نہیں؛ وہ پہنکائی۔“

انپکٹر جمیش اس کے ہملانے کے انداز پر چونک اٹھے۔  
اس انداز میں گھبراہٹ بھی شامل بھئی۔

تب پھر آپ پر سکون رہیں... ہم آپ کی حفاظت کریں گے۔ وہ بولے۔  
کیوں نہ انھیں ٹیکسی میں بھٹا دیا جائے؟ ہم اور ملی خان بولے۔

اس طرح تو ہر کوئی اس ٹیکسی کی طرف دیکھنے لگا کہ نہ جانے کیا بات ہے... ٹیکسی میں ساری پیشی ہے اور ٹیکسی کھڑی ہے:

”اچھا تو پھر جو آپ مناسب سمجھیں، کریں۔“ ملی خان مسکاتے۔ میں تو اس وقت صرف الجھن محسوس کر رہا ہوں... کوئی راستا بھائی نہیں دیتا۔

”تو پھر جسید... تیل دیکھو، تیل کی دھار دیکھو۔“

”ہاں ماں ہیک ہے: انپکٹر جسید مسکاتے۔“

اور پھر انھوں نے اس گھر میں پولیس کو داخل ہوتا حال ہے۔ اپنے آنکھیں... جس میں اس وقت ان کے ساتھی تھے۔ اپنے جسید چاروں طرف کا جائزہ لیا۔ پولیس کی اتنی بھاری ان کھلا اور انپکٹر کامران مرزا کی شکل نظر آئی۔ تعداد ساتھی کہ وہ پھر الجھن محسوس کرنے لگے... وہ ان بگل جسید جکے۔

”اب ہمارے ساتھی ضرور پکڑے جائیں گے... پچھے سے کافی دور ایک طرف آ کر کھڑے ہو گے...“

”اس لئے آنکل کہ ہم نے سیماقی ٹوبیاں ٹین لی

کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی۔“ خان رحمان بڑھاتے۔

”اللہ اپنا رحم فرماتے۔“ منور علی خان بولے۔

وہ کھڑے انتظار کرتے رہے... آخر اس مکان کا دروازہ کھلا اور پولیس باہر نکل آئی۔

”ارے! یہ کیا... ان کے ساتھ تو ہمارے ساتھی ہمار نکلے ہی نہیں؟“

”اس کا مطلب ہے... وہ کیسی چیز کے اور پولیس کوئی نظر نہیں آئے：“

”پھر تو کمال ہو گیا... بلکہ مرا آگیا۔“ خان رحمان نے فرش ہو کر کہا۔

لے گئے۔ مٹھے منت کے اندر پولیس اور فوجی دہائی سے بہٹ

”اوہ بھائی... جلدی کرو... مارے بے چینی کے میرا

”اوہ بھائی... جلدی کرو... مارے بے چینی کے میرا

”اوہ بھائی... جلدی کرو... مارے بے چینی کے میرا

”اوہ بھائی... جلدی کرو... مارے بے چینی کے میرا

تھیں۔ افتاب نے مسکرا کر کہا۔

”الل... لیکن بھئی... اتنی بہت سی سیلہائی پوپیلر میزبانوں کے ساتھ مل کر ہماری وہ تعداد نہیں بنتی، کہاں سے آگئیں...“ متوار علی خان کے لئے میں جو کہ ہماری ہے... لہذا ہم نے بے دھڑک دروازہ کھول تھی۔

” تو ہمیں بھی معلوم نہیں...“ افتاب نے بھی جو ان سے پوچھا کر وہ کیا چاہتے ہیں... فارسی لمحہ اپنیار کرنا میرے لیے بھلا کیا مشکل تھا... انھوں نے ہو کر کہا۔

” وہ اندر داخل ہوتے... سب لوگ خیر بخوبی سے قدم اتنا پوچھا کر یہاں پکھ دشمن تو نہیں گھس آتے،“ انھوں نے جلدی جلدی مکان کا جائزہ لیا اور پرانے لفٹی میں سر ہلا دیئے... انھوں نے تلاشی لی... پھر چھپے گئے... اگر ہم چھپ گئے ہوتے تو پھر انپکٹر جمیش نے کہا:

” جہاں تک میرا خیال ہے... آپ لوگوں کے پیچے کچھ ہوتے۔“

کے لیے اس مکان میں کوئی جگہ نہیں تھی... بھرپور بھرپور جمیش نے خوش ہو کر کہا۔

آپ کہاں بھیجے اور کیسے؟“

” جگہ واقعی کوئی نہیں تھی، لیکن پھر ایک جگہ ہیں اپنیاں نہیں۔“

اگری اور میں نے محمود کو بھی پیچے بلا لیا... پولیس نے ادا راوہ... یہ تو ملکہ میں... اس نے اچھل کر کہا۔

تو میزبان نے دروازہ کھول دیا... پولیس نے ادا راوہ... ہمارے ساتھ اپنی خوشی سے اگری ہیں... داخل ہو کر مکان کی اچھی طرح تلاشی لی اور پھر اگر انھیں انخواہ کیا جاتا تو... ہمارے ہاں سے ہو کر والپس پیلی گئی...“ انھوں نے جلدی جلدی اپنے بھی نہ کرتیں... کیوں کہ ملکہ صاحبہ اپنے ہی ملک آپ نے ابھی تک نہیں بتایا کہ آپ بھی ایک قیدی کی زندگی بسر کر رہی ہیں:

تھے... انھوں نے کہا۔

”جی... کیا مطلب؟“  
 ”ہاں! اب تو یہ ہے بات بھی بہت لیکن... اسی وقت انپکٹر جمیں نے چلا کر کہا:  
 ”کہ سکتے ہوں کہ پہلے بھی انھیں انگوا شکر کیا گی۔  
 ”خود! ہم دروازہ کھول رہے ہیں۔“  
 ”میرا مطلب ہے... اس بہت سے جس میں چڑی کا ڈیکھ رہا ہے... اور جس میں نے ایک  
 کمر تھی؟“

”لکھ... کیا مطلب ہے وہ ایک ساچھے ہے...“  
 ”خون نے ایک سینکڑ کے لیے ان کی طرف دیکھا  
 انپکٹر کامران مرزا نے ان کا ساتھ نہیں ہوا تھا۔ دروازے کی طرف بڑھ گئے... اب کوئی اور  
 وہ مسکراتے ہے... اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اپنے بارے بارے کا وقت نہیں رہ گیا تھا... آخر  
 ہی یہ بات معلوم تھی...“  
 ”کیوں ملکہ صاحبہ! ہم غلط تو نہیں کہ رہے ہیں اور پولیس بھی نظر آ رہی تھی...“  
 ”عن... نہیں...“ وہ ہمکلائی۔

”میں اسی وقت دروازہ تزور سے دھڑکھڑا بیٹھا ہوں گے۔ آپ لوگ خود باہر آئیں گے،  
 اور ایک لمحہ دار آواز سنائی دی۔“  
 ”جیا چپ اس بند کاٹی میں بیٹھ جائیں گے...“  
 ”دروازہ خورا کھول دو...“ ورنہ توڑ دیا جائے۔“  
 ”بہر کو دیکھنے کی بھی احجازت نہیں ہے... وہ  
 باہر ہزاروں فوجی اور پولیس والے موجود ہیں۔“ پر کپڑا ڈال دیں۔“

”بھی کیا گیا... ہزاروں رائفلوں کی موجودگی میں  
 جائیں گی... ہم معلوم ہو جاتے گا۔“  
 ”لکھ کر گئے تھے... سب نے جلدی مانگ لکھ کر نہیں رہ گئے تھے... وہ  
 ساکت رہ گئے... اور اسکے باہر نکلنے لگے...“

میکسی رہی۔۔۔ ہمیں امیدوں کی قسموں کے بارے میں  
وہ معلومات نہیں ہیں کہ آفتاب حیران ہو کر بولا۔  
بڑپڑائی۔

”اندھے چل کر بات کریں گے۔۔۔“ یہ کہ کر حکمانڈر تمام  
پول کی طرف ٹڑا۔

”تم لوگ سورج پر سنبھال لو۔۔۔ اور یہ بات سن لو۔۔۔

”اس موضع پر بھی سچر بات کریں گے۔۔۔“ اسی اگر یہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے  
یہ سوچو کہ اب ہم کیا کریں گے۔۔۔“ تو اسکے قابل اس سب کا کورٹ مارش ہو گا۔۔۔ یہ لوگ اگر  
نہ یہ کوئی تھی بات نہیں ”محمد سعید“ سے اپنے پیٹھی کی پستول رکھ کر بھی باہر نیکیں تو بھی  
ان سب کے سوار ہو جانے کے بعد دروازہ پر انھیں شیش چھوڑ دے گے۔۔۔ میں ساتھ میں مرتا ہوں  
دیا گیا اور گاڑی پل پڑی۔۔۔ تھوڑی دیر بعد جو جاؤں۔۔۔ یہ میرا حکم ہے۔۔۔ سنا تم نے۔۔۔“  
گاڑی رکی اور انھیں اتارا گیا تو انھوں نے دیکھا۔۔۔ سر۔۔۔ انھوں نے ایک ساتھ کہا۔

اسی محل کے سامنے بھے جس سے کہ ملکہ کو لے کر اب وہ اندر داخل ہوئے۔۔۔ محل کا دروازہ باہر سے  
بھے۔۔۔

”دیکھ کیا رہے ہیں۔۔۔ اب آپ لوگ بھی ملکہ بذریعہ کیا۔۔۔“ اس سے کہ کر دروازہ کھلوانا پڑتا۔۔۔  
ساتھ یہاں قید رہیں گے۔۔۔ ایک آواز ابھر کا۔۔۔“ اسی اب پوچھوئے کیا بلجھتا ہے۔۔۔

مرتبہ انھوں نے آواز کو صاف پہچاتا۔۔۔ آپ کو ہم سے کیسی امید نہیں تھی۔۔۔ شوکی نے  
”اڑے!“ تو اپنے حکمانڈر صاحب کی آواز بنا لیا۔

فاروق نے اچھل کر کہا۔۔۔

”خوب پہچاتا۔۔۔ لیکن ہمیں آپ لوگوں سے ایسی ایسی رکھے دو گے۔۔۔“

نہیں تھی۔۔۔ حکمانڈر نے خشک لبھے میں کہا۔

اوہ! ان سب کے منہ سے نکلا... ملکہ بھی دیکھ رہی گئی۔

تو یہ بات کہتی ہے: فرست نے جیران سوکر کیا۔  
ہاں! تھی تو یہی... وہ اپندر مسکرا۔

یہ بات ہماری بھی میں نہیں آئی کہ آخر ملکہ خود کیوں  
فرار ہوئی تھیں۔ ایسے میں شوکی نے کہا۔

اب جب کہ تم لوگوں کو یہ بات معلوم ہو گئی  
ہے... تو باقی باتیں بھی معلوم ہو ہی جائیں گی... لہذا  
بت خطرہ ہھا۔ ملکہ کو حاصل کرنے کے بعد تم  
بھیں زندہ نہ چھوڑتے... "اپکٹر جمیش نے سرد اداعن اور صرف ملکہ کو زندہ رہنے دیا جائے گا... مرنے  
میں کہا۔

"اوہ! تم نے یہ اندازہ لگا لیا: کھانڈر کے پیٹ  
اوکار مرنے سے پہلے ہر بات ہم خود بتا دیں...  
پلک جمیش کے راستے۔

ہاں! لیکن اس وقت اس قدر جلد آپ لوگ ال

یک مطلب کھانڈر زور سے اچھلا۔  
لھریک کس طرح پیش گئے۔  
ہاں! تم بھروسہ نہیں رہا... ٹول کا خیال ہے کہ جلدے اندازے مشکل سے ہی  
جب سے یہ آپ لوگوں کے پاس سے لاٹی گئی ہیں۔ عطا ہوتے ہیں: انہوں نے مسکرا کر کہا۔

انھیں بناؤ سنگھار کی ایسی چیزیں دی گئی ہیں....  
بہت خوب... بت تھا! تھماری زبان سے میں کے کہ  
ظاہر میں بناؤ سنگھار کی چیزیں ہیں... لیکن میں وہ اداعن نے کیا اندازے لکھے ہیں... لیکن یہ سب کچھ صد  
دوسری طرف پہنچانے کے آلات..."

اس میں ہمارا قصور نہیں... ملکہ صاحبہ نے واپس  
آنے سے انکار کر دیا تھا۔

"لیکن تم لوگوں کا فرض چیز بنتا۔ ہھا کہ انھیں واپس  
کر دیتے... کیوں کہ معاہدہ یہی ہوا تھا۔

ہاں! معاہدہ یہی ہوا تھا... لیکن تم کہ جانا چاہتا  
ہے کہ آخر یہ سب چکر کیا ہے... نہم الحکایہ کرنے پا  
اس لیے بھی مجبور تھے کہ تم لوگوں کی طرف سے ہیں  
بت خطرہ ہھا... ملکہ کو حاصل کرنے کے بعد تم  
بھیں زندہ نہ چھوڑتے..." اپکٹر جمیش نے سرد اداعن اور صرف ملکہ کو زندہ رہنے دیا جائے گا... مرنے

میں کہا۔

صاحب کے ساتھ ہو گا۔  
”ہم بھی یہی چاہتے ہیں کہ ہر بات ان کے ساتھ ہو۔  
”وہ بس آئے ہی والے میں کمانڈر نے کہا۔  
عین اس وقت باہر بکل بجا یا کیا... کمانڈر چنک  
اٹھا:

”صدر صاحب آگئے ہیں۔“  
”کہ کہ وہ بردی دروازے کی طرف دوڑا۔“

”لو بھائی... یہاں تو صدر صاحب بھی آگئے۔ فاروق  
نے منہ بنایا۔

”چلو ایک صدر کے آجائے سے کیا فرق پڑ جائے گا،  
بے سیال تھوڑے ہیں۔“ آفتاب مسکرا یا۔  
”اب ہمارا... بننے کا کیا ہے؟“  
”آٹھت۔“ لکھن بولا۔

”باب پے اکیا چیز یاد دلا دی... میری بھوک  
بیک اٹھی ہے۔“ پروفسر داؤڈ نے لکھرا کر کہا۔  
”اب یہ آپ سماں لیٹت تیار کر کے دے گا... اس  
کی سزا یہی ہے۔“ اپنے کامران مرزا نے مسکرا کر کہا۔  
”مل... لیکن انھی... تیار کیسے کر کے دوں... پاورچی  
غلانہ اور انڈے وغیرہ آپ میسا کر دیں... تیار میں کر  
دیتا ہمیں۔“

بھی اس شرط پر تو بھی تیار کر دیں گے... خدا  
تو تباہ ہے... نہ باورچی خانہ ہو... نہ انڈے وغیرہ اور  
آئیٹ م تیار ہو جائے:

”وہ تو پھر دشمنوں کا ای تیار ہو سکتا ہے“  
۔۔۔ لیکن وہ آئیٹ میں کھا بھیں کوں گا...“  
پروفیسر واوڈ نے یہاں سامنہ بنایا.  
”اب اس کا ہمارے پاس کیا علاع ہو سکتا ہے  
انکل...“ فاروق نے پریشان ہو کر کہا.  
اسی وقت صدر صاحب اور کھانڈر اندر داخل ہوئے  
صدر کے چہرے پر طنزیہ مکاہیت تھی:  
”یہیں وہ لوگ جو ہماری ملکہ کو انغو کر کے لے  
جانا چاہتے تھے،“

”یہ سرہ کھانڈر نے فوراً کہا۔  
ویسے کھانڈر! ایک بات ہے... اخنوں نے ہمکیں  
کو تلاش کرنے میں بہت ملکہ دکھایا ہے۔ صدر نے ہمکیں  
کہ کہا۔

”یہ انھی کا کام تھا کہ اس قدر جلد اور پوری  
حفاظت سے ملکہ کو دالپس لے آئے“  
”ہاں! یہی بات ہے... اور اسی لیے ان لوگوں کو

مارتے ہوئے ہیں بہت دکھ ہو گا... لیکن مجبوری ہے...  
ایسا کرنا ہی ہو گا۔“

”ایسی بھی کیا مجبوری ہے۔“ فاروق نے سیران ہو  
کر کہا۔

”ان کی مجبوری میں بھٹتا ہوں فاروق۔“ الپکڑ جمیش  
نے خشک لمحے میں کہا۔

”چیلے! آپ بتا دیں؟“

”یہ بھی کہانی ہے... اور پھر پتا نہیں... یہ لوگ پہنہ  
بھی کریں یا نہیں؟“

”کیا پیڑی...“ کھانڈر نے سوالیہ نظر دی سے دیکھا۔  
”ہمارا تفصیل بتانا۔“

”یہیں اس سے کیا فرق پڑتا ہے... اگر تم لوگ جانتے  
کہ اور ہمارے نیچے بھی جان جائیں گے... تو جان جائیں  
اور اگر تم ہمیں جانتے... تو جو کچھ بھی بتاؤ گے... اس  
سے کوئی فرق نہیں پڑ جائے گا۔“

”بات معقول ہے... بتانے نہ بتانے کا منکر بعد میں  
دیکھا جائے گا... پہلے تو یہ طے ہو جائے کہ آپ لوگوں

کا پروگرام کیا ہے۔

” بتا پچکے ہیں... زندہ نہیں چھوڑیں گے۔“

کسی قیمت پر بھی نہیں... کسی شرط پر بھی نہیں۔  
”بالکل۔“ اس نے کہا۔

”بہت بہتر... ان حالات میں ایک بات تو ہم کو  
ہی سکتے ہیں۔“ انپکٹر جمیش مسکرائے۔  
”اور وہ کیا ہے؟“

”جب کسی کو اندازہ ہو جاتا ہے کہ اب اس کے  
پیچے کے کوئی امکانات نہیں اور دشمن اسے بلاک کر کے  
چھوڑ دیں گے... تو چھرو دشمنوں کو جو فہمان پہنچا  
سکتا ہے... پہنچا کر رہتا ہے... کیوں کہ اسے اپنی  
تو کوئی خلک نہیں رہتی... وہ خیال کرتا ہے کہ یہی  
تو رہی رہا ہوں... ان لوگوں کو بھی کیوں نہ مار  
کر مروں... لہذا ہم بھی یہی کریں گے... آپ لوگوں  
کو نہیں چھوڑ دیں گے۔“

”اس طرف سے تو یہیں کوئی پریشانی نہیں ہے۔  
”کیا مطلب؟“ وہ چونکے۔

”مطلب یہ کہ تم لوگ ہمارا تو بال بھی بیکا نہیں  
کر سکو گے... ہم بھی یہ بات سچ بھک کر تم لوگوں  
کے پاس آئے ہیں... اگر کوئی خطرہ ہوتا تو اس وقت  
ہمارے ساتھ اور بہت لوگ ہوتے اور ان کے ہاتھوں

میں پیشوں وغیرہ ہوتے۔“

”سوال یہ ہے کہ ہم آپ لوگوں کو کوئی نقصان کیوں  
نہیں پہنچا سکتے؟“

”کوئی کوشش کر کے دیکھ لو۔“

”اگر آپ اجازت دیتے ہیں تو ہم یہ کوشش ضرور  
کریں گے۔“ محمود نے کہا اور اچانک جھک کر کھاناڈر کی  
دونوں ٹانگیں پکڑ کر گھیٹ لیا... وہ دھرام سے گرا...  
لیکن دوسرا لمبہ جزان کن تھا... محمود دیوار سے چاٹکرایا  
اور کھاناڈر کھڑا نظر آیا...“

”وہ دھک سے رہ گئے... یہ بات ان کی سمجھ میں  
نہیں آئی تھی کہ کھاناڈر نے کیا کیا تھا... اور ہر محمود  
بھی طرح تڑپ رہا تھا... دیکھتے ہی دیکھتے وہ ساکت  
ہو گیا۔“

”مم... محمود۔“ فرزانہ کاٹ پڑ گئی۔

انپکٹر جمیش فوراً اس کی طرف پکے... اور پیش پر  
اٹھ رکھ دیا...“

”فکر نہ کر دو... بے شکر ہے... لیکن پڑھ کری آٹا  
ہے...“ انپکٹر جمیش بولے۔

ایسے میں آصف حرکت میں آیا... اس نے حرکت

انداز میں کہا۔

”بھم شوق خدر پردا کرتے... اگر بڑے ہمیں روک نہ دیتے۔

قاروئ غرایا۔

”آپ انھیں بھی اپنی حسرت پوری کر لیتے ہیں؟“

”ہرگز نہیں۔“ انپکٹر کامران مرزا نے انکار میں سر  
پلاتے ہوئے کہا۔

”متہ پھر بات چیت شروع کر لیتے ہیں۔“

”ضرور۔ یکیوں نہیں... ہم کیا کہ رہے تھے بھلا۔“

”یہ تو کہا رہے تھے... کہ جب کسی کو یقین ہو جاتا  
ہے کہ اب اس کے زندہ بیٹھنے کے کوئی امکانات نہیں  
کھانڈر پر حملہ نہ کرے... بلا وجہ چوتھ کھانے کا میل  
فائدہ... شاید یہ حضرت فولاد کے بنے ہوئے ہیں۔“  
”تو وہ تو نہ کہا گا، ہی نہیں... دشمن کو تو کچھ نقصان پہنچا  
نے جھلکا کر کہا۔“

”انپکٹر جمیش نے کہا۔“

”اور آپ لوگوں نے دیکھ لیا کہ آپ ہمیں کوئی نقصان  
نہیں پہنچا رہے۔“

”ہاں دیکھ لیا... اس کے باوجود ہم ہاتھ پیر ہلانے  
بغیر دیتا سے رخصت نہیں ہوں گے۔“ انپکٹر کامران

مرزا نے منہ بنایا۔

”تو پھر ہلائیں ہاتھ پیر... درنہ ہم تو حکم دینے کے  
دو بھی شوق پورا کرے؟“ اس نے نذاق اڑانے والے

میں آنے سے پہلے کوئی اعلان بھی نہیں کیا تھا... اس کے  
سر کی بردست ٹکر کھانڈر کی کمر جر بیگی... کھانڈر کی  
نہیں، پچ کی طرح گھوم کیا اور گھوستے ہی اس کا  
ٹکا آنسو کے کندھے پر لگا... آصفتہ کے منہ سے  
ایک پُر زور جیتنے کی اور پھر وہ بھی ترد پتا نظر آیا۔  
بھر وہ بھی ساکت نہ گیا...“

انپکٹر کامران مرزا گھبرا کر آگے بڑے اور اس کی  
بنض دیکھی...“

”ہمیں بھی بے سوش ہو گیا ہے... خبردار اپنے کوئی  
کھانڈر پر حملہ نہ کرے... بلا وجہ چوتھ کھانے کا میل  
فائدہ... شاید یہ حضرت فولاد کے بنے ہوئے ہیں۔“  
”لے جھلکا کر کہا۔“

”کیا کہا... فولاد... فولاد کیا چیز ہے... میں تو فولاد  
کو مرتکا مار دوں تو وہ پچک کر رہ جائے... اور ان  
دونوں کو تو میں نے یونھی سماحت لکھایا ہے... اگر  
بھی میں واقعی ہاتھ مار دیتا تو یہ تو کچھ تھے کام سے  
لیکن چوں کہ ابھی ہم تمھیں نظارہ دکھانا چاہتے ہیں...  
اس یے نہ سلوک کیا ہے... کسی اور کو شوق ہے تو  
وہ بھی شوق پورا کرے؟ اس نے نذاق اڑانے والے

میں ابھی۔ "صدر نے منہ بنایا۔

”ہائیں ۱۱۵ قدر محنت ملا  
بکھر پوچھا بھی نہیں .. کوئی تفصیل  
ہم ذرا تمہارے منہ سے  
چانستے ہو۔“

شاید آخری حد تک

"آخری حد تک... یہ نہیں ہو سکتا"

”اچھا تو ہم تفصیلات کن لیں... لیکن حال ہے۔

کامران مرتضی، تقدیمات شناورانه

مکالمہ ضرور کے لئے

اچھا ٹھیک ہے ... چلو شروع ہو جاؤ ۔۔۔  
آفتاب نے کمانڈر کی طرف دیکھا ... کمانڈر اس کی  
ان گویا توجہ دینے کے لیے تیار نہیں تھا ... لیکن ایک  
م اس پر ڈالی اور ہنسا ... آفتاب اچانک فرش پر گرا  
ار بلا کی رفتار سے لڑک کر اس تک پہنچا ... یعنی  
جی اس نے اپنی دونوں ٹانگیں پوری قوت سے  
لے لئے ہستے پر دے ماری ... دسرے ہی لمحے اس  
مانند سکھ-چخ نکل گئی اور وہ ترپت نظر آیا، اس  
د توجہ اپنے کمانڈرنے کرنی حرکت بھی نہیں

ان ہے سکتا طاری ہو گیا ۔۔۔

پہلی نے پہلے ہی منع کیا تھا... انپکٹر کامران مرزانے  
کی ہوئی آواز میں کہا۔

ل ہوئی آواز میں کہا  
کہوں باخیر... کوئی بات نہیں: انپکٹر جمشید پڑھ رہا تھا

الله من انت

”نیں بھئی... ہم پڑے ہی اپنے دو ساھنی بے کار  
کراچی کے ہیں۔

”تو کیا ہوا... جہاں دو بے کار کرتے ہیں، ایک

اب ہم پسے ان تینوں کو ہوش میں لاٹیں گے۔  
مزید بات کیں گے؟  
ویہ تینوں بے ہوش نہیں ہیں۔ ”خانزادہ رہنما۔  
کیا کہا۔۔۔ یہ ہوش نہیں ہیں۔ ”خان رحمان نے  
جیران ہو کر کہا۔

”ہاں ! نہیں ہیں ... ان کے جھوپڑے سے گویا جان نہیں لکھا۔  
گئی ہے ... بس یہ ہٹنے جلنے کے قابل تھیں ہیں،“ صدر صدر اور خانزادہ صاحب ... میں آپ کی کہانی  
یہ سچھ سکتے ہیں ... سچھ سکتے ہیں اور اگر اسکیں کھلاپ کی پوری قوم کو ستانا پاہتا ہوں۔“  
ریں تو دیکھ بھی سکتے ہیں۔“  
”ہاں ! آبا جان یہ حضرت ٹھیک کر دے ہے ہیں۔“  
خان محمود کی آواز سنی۔

”ارے تو پسے کیوں نہیں بولے ہتے۔“

”بولنے کی طاقت ہی اب آئی ہے زبان میں۔“  
”اوہ ! تو کیا ... اس حد تکہ معاملہ پنج یا کھانہ  
خان قوم کو ہم ستائیں گے۔“  
”ہم نے اپنی زندگی میں اس قدر عجیب چوتھی  
کھانی۔“ اصفت بولا۔

”اوہ اتب تو میں بھی ایسا ضرور کروں گا ... یہ چال دیکھا ہے ... اور چلے ہیں دعویٰ کرنے۔“  
لکھا کر دیکھوں گا۔ فاروق نے بے چین ہو کر کہا۔ ابھی ہم حرکت میں کہاں آئے ہیں ... جب آئیں گے  
خبردار فاروق ... تھیں ہرگز اجازت نہیں ہے۔“ بھرہمارا کمال تم دیکھو گے اور تھماری قوم بھی

دیکھے گی۔

”دیکھا جائے گا۔“ صدر نے جل کر کہا۔

”فاروق حركت میں آ جاؤ... اور اسے بتا دو... ہم لوگ والوں میں سے نہیں ہیں۔“

”اس میں کیا شک ہے؟“ فاروق نے بے فکر ہو کر ”اپنے سماں کی طرف بڑھا... ابھی تک اس نے یہ میں مسٹر کمانڈر سے ٹگرا جانے کی بات کر رہا تھا۔ اس کے یمنوں سا تھیوں نے کمانڈر پر حمل ”اچھا تو پھر تھیں اجازت ہے۔“ جواب میں اس نے کمانڈر کو ہاتھ ہلاٹے اور ”بہت خوب... شکریہ آتا جاں...“ فاروق غوشہ رکھتے ضرور دیکھا تھا... لیکن اس کے ہاتھ سے ہو گیا۔

”یہ... یہ آپ کیا کر رہے ہیں... آخر اس کا کیا فائدہ بھی نہیں آئی تھی... تاہم اب حکم مل چکا تھا، اسپکٹر کامران مرزا گھرا گئے۔“

”پتا نہیں... جھے کیا ہو گیا ہے... اب میں مزید باڑ دیکھا، ملتا تھا... اچھل کر اس کی ناک پر سر کی چیت نہیں کرنا چاہتا... صرف اور صرف ہاتھ اور پیڑ پر ماری۔“ کمانڈر پر سکون انداز میں کھڑا تھا سے کام لینا چاہتا ہوں... کیوں کہ میں نے جان یا اس مود میں لٹھا نہیں آتا تھا... کہ کوئی جوابی ہے... یہ لوگ لاقوں کے بھوت ہیں۔“

”ارے ہائیں... اس قدر جلد جان یاں... کمال نہ کام سر اس کی ناک پر لٹگا... دونوں رُنگھڑائے۔ اسکو تے حیران ہو کر کہا۔“

”ہاں اور اب تم لوگ نظارہ دیکھو گے۔“ ہونے سے کوئی بخ نہیں نکلی تھی... اب شہر کمانڈر ”نظارہ بھی ہم دیکھیں گے... یہ بھی ایک ہی لہجہ بھی بال بیکا نہیں ہوا تھا...“

یہ... یہ کیا ہوا بھتی۔ ”انپکڑ جمیلہ کے لمحے میں  
جرتے تھی۔

”لمحے تو خود حیرت ہے آتا جان! اس آپ کو کیا  
کہاں۔ ”فاروق بولا۔

”یہ تھاڑے سر پر جوٹ سنتا آئی:

”من... نہیں۔ اس نے کہا۔

”تو چھپ سر کی ایک دگر اور۔“ وہ کہے۔

”ضرور... کیوں نہیں؟“

”دوسری طرف کمانڈر حیرت کا بٹ بنا کھڑا تھا۔“  
یہی بات ہے کمانڈر... ”صدر نے حیران

کر پوچھا۔

”شش... شاید... من... ناک“ دہ مارے ہکلا تھا۔

کے جملہ کمل نہ کر سکا۔

فاروق پھر اچھلا اور اس کی ناک سے ٹکرایا۔ ”کمانڈر کام فولاد کی طرح مضبوط ضرور ہے۔“

اس بار اس نے کوشش کی کہ فاروق اس کی ناک میں فولاد کی طرح بخخت نیز ہے۔

”یہ کیا بات ہوئی۔“ فوجیت نے منہ بنایا۔

”یہ کوئی بات ہوئی ہے۔“ دیکھیں نا۔“ میں فاروق

بھوکھا۔“ اس کا باقاعدہ فاروق کے منہ کی طرف بڑا

بھتھا۔“ دوسرے ہی لمحے فاروق کے منہ سے بڑا لئے منہ پر زخم کوئی نشان تک نظر نہیں آیا۔“ جو

چیخ نکل گئی، اور وہ بھی پکھ دیر تردید کر ساکتا

ویگا۔  
”تم ٹھیک تو ہو فاروق۔“ انپکڑ جمیلہ گھرا گئے۔

اس نے کوئی جواب نہ دیا۔“ نہ آنکھیں کھولیں۔“  
ہیں ساکت پڑا۔“ انہوں نے اسے بھی دیکھا۔“ ٹھیک  
ہے۔“ بعض چل رہی تھی۔

”کھوڑی دیر بعد“ بھی آنکھیں کھولنے کے قابل  
ہو چکے گا۔“

”اب تک ہم نے“ اندازہ لکھا ہے کہ کمانڈر کی  
ہال پر وار کیا جائے۔“ تو کم از کم وار کرنے والے کو  
نکیت نہیں ہوتی۔“ دوسری طرف ایک اور حیرت انپکڑ  
کی بات ہے کمانڈر۔“ صدر نے حیران

کر پوچھا۔

”اور وہ کاشوکی۔“

فاروق پھر اچھلا اور اس کی ناک سے ٹکرایا۔ ”کمانڈر کام فولاد کی طرح مضبوط ضرور ہے۔“

اس بار اس نے کوشش کی کہ فاروق اس کی ناک میں فولاد کی طرح بخخت نیز ہے۔

”یہ کیا بات ہوئی۔“ فوجیت نے منہ بنایا۔

”یہ کوئی بات ہوئی ہے۔“ دیکھیں نا۔“ میں فاروق

بھوکھا۔“ اس کا باقاعدہ فاروق کے منہ کی طرف بڑا

بھتھا۔“ دوسرے ہی لمحے فاروق کے منہ سے بڑا لئے منہ پر زخم کوئی نشان تک نظر نہیں آیا۔“ جو

چیخ نکل گئی، اور وہ بھی پکھ دیر تردید کر ساکتا

اور اس سفیر کے جسم بھی بالکل سلامت ہیں... لیکن یہ بھی خودر سے پہنچنے شروع اور تڑپے تھے... اور سے ہم لوگوں بھی ہوئے تھے... لیکن ان کے جسموں پر بھی زخم کا کوئی نشان نہیں ہے؟

”ہوں اس توکی کی بات میں بہت وزن ہے“  
”تو پھر اب سوال یہ ہے کہ کھانڈر کس چیز کا بنا ہوا ہے... گوشت پوسٹ کا بنا ہے یا فولاد کا...“  
”یہ گوشت کا ہے... تو پھر اتنی چوٹ کیوں کیا ہے؟“  
”اگر اگر فولاد کا ہے تو خون کیوں نہیں نکلا...“ تو کی نے پر زور بھجے مل کیا.

”بہت خوب! ہمیں اس بات بھے غور کرتا پڑے کا۔“  
”لیکن جب تک تم کسی تجھے پر پہنچو گے... ہم ہمیں دوسری رینا کے سفر پر زوانڈ کر چکے ہوں گے۔“  
”جمشید... جھے اجازت دو... اس کی ناک پر ایک مکر میں بھی مار دو!“ خان رحمان غصہ میں آکر دوئے۔

”نہیں... خان رحمان... اب یہ آسانی سے کسی کو اپنی ناک پر ہاتھ نہیں مارنے دے گا...“  
”یہ خود بھی اپنی اس مکروہی سے واقع نہیں کھا!“

”اہ! وہ ٹھیک ہے... ستر صدر بلاد اپنے ذاکر کو...“ کھانڈر نے جھپٹا کر کیا۔

”میں... بہت اچھا...“ صدر نے گھبرا کر کیا۔ اور جلدی جلدی فون کرنے لگا۔

”اس مرتبہ کھانڈر نے صدر کو کس طرح مخاطب کیا  
ہے۔“ فرحت نے حیران ہو کر کیا۔

”واقعی... اور صدر نے کھانڈر کا سکم کس طرح سنے... جیسے کوئی غلام اپنے آقا کا علم پانتا ہے؛“  
”آپ سے آخر یہ غلطی بھی ہو گئی...“ صدر نے کھانڈر کی طرف مسکرا کر دیکھا۔

”کوئی بات نہیں...“ یہ لوگ کون سا بیان سے پچھا جائیں گے؟

”لیکن اگر کسی طرح پلے گئے تو یہ بات ساری دنیا کو معلوم ہو جائے گی کہ بازن طان کا صدر اپنے کھانڈر کا عالم ہے۔“ صدر نے پنس کر کیا۔

”ہوتی سے وہ باتے... اب میں ہی اس ملک کا

”صدر بن جاؤں گا۔“ تھدا رائختہ الٹ کر۔

”تجھے اللہ کی بھی کیا ضرورت ہے باس؟“

”اکی وقت سلسلہ مل گیا...“

رسیلو! راکٹ کے پچھے فوراً یہاں آؤ... ہال ہسپہ کوارٹر

یہ کہ کہ اس نے رسیلو رکھ دیا... .

”اب دو آنڈھی اور طوفان کی طرح آئیں گے“

عین اس وقت انپکٹر جمیل نے اپنی بجلہ سے بجلی کی  
سی تیزی سے چھلانگ لگائی اور پولی کی قوت سے سر  
کی دگر گھانڈر کی ناک پر رے ماری۔ کیوں کہ اس کا  
روح اس وقت صدر کی طرف ہو گیا۔

## کھیپ

انپکٹر جمیل کا اور ان کے ساتھیوں کا اگر یہ خیال  
ہذا کہ گھانڈر اس لمحے بے رہیا ہو گیا تھا تو وہ سب  
فلکی پر ہتھ... اس کا روح لمحے بھر کے لیے صدر کی  
طرف ضرور ہو گیا تھا... لیکن وہ ان کی طرف سے  
بے رہیا ہو گئے نہیں تھا... لہذا انپکٹر جمیل کے  
سر پر اس کی ناک کی بجائے کندھے پر گئی...  
وہ فوراً ہتھ گیا تھا اور تیجھے یہ کہ انپکٹر جمیل  
کے منہ سے یک بھی ناک پڑھ نکلی... دوسرے ہی  
لمحے وہ تڑپ رہے ہتھ... .

ان سب کی سیکھ ہو گئی... .

”آبا بان افراز بے چین ہو گئی... بے تھاشا  
ان کی طرف پیکی... لیکن گھانڈر تے اپنا پاؤں یک  
دم آکے کر دیا... وہ اس میں ابھر کر جو گردی ا تو

بیکن میں... میں صرف اور صرف تھاری ناک کو  
ٹاند بنا دی گا... سُتام تھے... انپکٹر کامران مرزا  
نے عجیب سے انداز میں کہا۔

«ضرور... کیوں نہیں... ڈاکٹر کے آئندے کی دریبے  
پر میرا یہ نقش بھی دور ہو جائے گا»، کھانڈر پہنسا۔  
«یکن میں... تھیں اس سے پہلے ہی میا میٹ کر  
الل گا۔»

ویکھا جائے گا»، کھانڈر نے کہتے ایکھائے۔

انپکٹر کامران مرزا اس پر جعلے کے لیے پڑتے  
ہو... وہ بھی ان پر نظر جمانے لکھ رہا ہو گیا... اب وہ  
لٹکنے نہیں جھپک رہا تھا... پر ویسپر داؤد، فرحت  
اویشوی برادرز بھی پلکیں بچھپتا بھول کر تھے، اس  
پر ہے کہ انپکٹر کامران مرزا اس پر حملہ آور ہوتے  
نہیں چلا ایکھا۔

صدر کو ایکھا اس پر دے مایں نا۔»

انپکٹر کامران مرزا کو ایک جھٹکا لگا... جیسے دہاب  
کسوتے رہے ہوں... اور پھر وہ بھلی کی سی رفتار  
کا صدر سکھ پیش کئے... انھوں نے خوراً اسے جکڑ لیا  
ہیں... نہیں... نہیں مجھے اس پر نہ کھینچ مارنا۔ صدر

اس کے منہ سے بھی جنخ نکلی اور ان کے ساتھ وہ  
بھی قڑپنے لگی...

«بہت ہو چکا... اب بھتے برداشت نہیں ہو  
رہا... منور علی خان غیر اے.  
جی... کیا مطلب... آبا جان» فرحت نے پڑنک  
کر کہا۔

میں اس کا خون پی جاؤں گا»، ایکھوں نے کہا  
اور اس پر جھپٹے۔

«صرف ناک پر فرحت چلانی۔  
لیکن انھیں اتنا ہوش کب تھا... کہ وہ صرف ناک  
پر وار کرتے... وہ اس کے پیٹ سے ٹکرائے تھے،  
اور درست بات یہ ہے کہ اگر ان کے سر کی یہ  
ٹکر کھانڈر کے بجائے کی اور کہ لختی تو ضرور انہ  
جاتا... اور ایکھا نہ سکتا... لیکن مشکل یہ لختی کر  
یہاں مقابله کھانڈر سے تھا... جو فولاد کا نہ ہوتے  
ہوئے... فولاد سے زیادہ مضبوط تھا... بن سے  
ٹکرا کر چوٹ فولاد سے زیادہ سخت لختی تھی... لیکن  
خون نہیں نکلت تھا... لہذا منور علی خان کا انجام  
بھی انپکٹر جمیلہ دالا ہوا...»

زور سے چلا یا۔

”کیوں... اس صورت میں کیا ہو جاتے گا؟“  
”میں... میں...“ وہ جملہ مکمل نہ کر سکا۔

اسی لمحے انھوں نے اس کمانڈر کی ناک کا نثار  
لے کر اچھا ہوا... کمانڈر بلا کی پیٹ سے ایک طرف  
ہو گیا اور صدر دور جا کر گرا... اسی وجہ تو بہت الیکن ساختہ ہی وہ خوش ہوئے بغیر نہ رہ سکا...  
”بہت خوب بآس... بہت بہت شکریہ۔“

”یکن اب تم ان کے قابو میں نہ آتا... میں کب تک  
تحیص اپنے سے ٹکرانے سے بچا سکوں گا۔“ اس نے منہ بلکہ  
میں... کوشش کروں گا کہ ان کے ہاتھ نہ لگ سکوں  
ان الفاظ کے ساختہ ہی اس نے جیسے سے ایک پستول  
نکال دیا...“

”یہ... یہ... یہ کیا کیا۔“ کمانڈر نے گھبرا کر کہا  
”اپنی حفاظت کے لیے نکلا ہے... اب یہ بھی  
تک میں پیسج سیکس گے۔“ اس نے کہا.  
”لل... نیکن“ کمانڈر بھکلا کر رہ گیا۔

”اپ فکر نہ کری۔“ صدر نے فوراً کہا.  
انپکٹر کامران مرزا نے حیرت زدہ انداز میں پیکن

چھپکائیں اور پھر صدر کی طرف پکے ...

”خبردار... اگر میں نے اس کا ٹریکر دبا دیا تو اس  
میں سے ایک دھار نکلے گی، اور اس دھار سے تھار  
سارا جسم جل جائے گا۔“

”تو پھر دبادی ٹریکر، انپکٹر کامران مرزا ہے۔  
”میں نے پہلے ہی کہا تھا... یہ آپ نے کیا کیا۔  
اس قسم کے کھلوتوں سے یہ لوگ ڈرنے والے نہیں۔  
دوسرے پستولوں کی گولیوں سے بچنا یہ ضرور جانتے  
ہیں... اس پستول کی دھار کافی پھیلاو اور اختیار کر  
جاتی ہے۔“

”اچھی بات ہے... کرو انپکٹر کامران مرزا پر فائز  
مظہر... کیوں نہیں۔“ اس نے کہا اور ٹریکر دبادی  
مالح کی ایک باریک سی بیکر تیر کی طرح ان کی  
ٹھٹ آکی... اور پھر پھیلاو اور اختیار کر گئی... یکن انھوں  
نے فوراً خود کو نیچے گرا دیا، اور بیکر ان کے اور پس  
کر لے گئی... باقی لوگ بھی ہی اس کی زد سے ایک طرف  
کھڑے ہتھ... لہذا وہ دیوار سے لگی... اور دیوار کے  
اس حصے میں ایک باریک سا سوراخ ہو گیا... پھر اس  
سوراخ سے دھوکا نکلنے لگا...“

اب اس کمرے میں سُہنرا خطرناک ہو گیا ہے۔ کمانڈر نے کہا اور فوراً اپنا پاؤں انپکٹر کامران مرزا کی کمر پر رکھ دیا۔ کیوں کہ وہ مختار سے بچنے کے لیے بچنے کرنے تھے۔ کمانڈر نے ان سماں بچنے میں حیرت انپکٹر پھر تینے پن کا مظاہرہ کیا تھا۔۔۔ وہ اس قدر طاقت ور ہونے کے ساتھ ساتھ پھر تلا جبی خوب کا تھا۔۔۔ عین اس وقت بھاری قدموں کی آواز گونج اٹھی، اور پھر ڈاکٹر کے بیاس میں تھے قد کا ایک آدمی اندر داخل ہوا۔۔۔ اس کے ہاتھ میں ایک بیگ کھا۔۔۔

اوہو! یہ یہاں کیا ہو رہا ہے؟ اس کے لمحے میں حیرت کھلی۔

”یہاں جنگ ہو رہی ہے۔“

”لیکن جنگ کے اس میدان میں آپ کو میری کیا ضرورت پڑ گئی؟“ ڈاکٹر نے گھبرا کر کہا۔ ڈاکٹر کے پچھے۔۔۔ میں نے کیا کہا تھا۔۔۔ اس فارڈ میں اگر کوئی کمی ہے۔۔۔ تو اس کی طرف سب سے پہلے توجہ دی جائے۔“

”اور میں نے دی تھی توجہ۔“

تو پھر کی کیوں رہ گئی؟  
آپ کا اشارہ ناک کی طرف ہے۔  
ہاں! سے ناک کی طرف۔۔۔ ان میں سے ایک کی ٹکرے ناک کو لگھی تھی۔۔۔ اسے کچھ نہیں ہوا، اور بچنے کی تھی۔۔۔ وہ تو میں اس چوت کو پہنچا گیا، لیکن بیش ایسے غصت کو نہیں پی سکتا جو مجھے تم پر آئے۔۔۔  
تو پھر۔۔۔ آپ کیا کہا جائے باس۔۔۔ ڈاکٹر نے گھبرا لایا۔۔۔

”میری ناک کا انتظام کرو۔۔۔ اس کے بعد اپنی لائیں باندھ۔۔۔“

”نہیں باندھ۔۔۔ میں نے آپ کی بہت خدمت کی ہے، بچھے سزا نہ۔۔۔ ناک کا نقش میں ابھی دور رینا ہوں۔“ اس نے بلندی بلندی کہا۔

”یا۔۔۔ مطلب۔۔۔ اگر یہ نقش دور کرنا ممکن ہے۔۔۔ اور آسان رہتا تو پھر یہ نقش رہا کیوں۔“

”بچھے آپ کو کل نو تے انجکشن دینا تھے۔۔۔ لیکن نہ آپ کو ۸۹ انجکشن دیے۔۔۔ ایک نہیں رہا۔۔۔ اسی وجہ سے آپ کی ناک فولاد سے زیادہ مضبوط۔۔۔“

”غلطی تھاری سے... میری نہیں۔“ اس نے غرما کر کر  
لیکن آپ میری یہ غلطی معاف نہیں کر سکتے:  
”چوری ہے۔“

”تب پھر میں انگشن نہیں دل گا۔“  
”بیو... یہ قم کر رہے تو... تھاری یہ جرأت“ کہا۔

”ہاں! میری یہ جرأت؟“

”میں تمھیں ابھی مزا پکھاتا ہوں۔“

”شاید میرا دماغ پل گیا تھا... اور میں کہا کوں یہ کہ اس نے جھکا کر ایک مُکا انپکٹر کامران مزا

”اس کی سڑا خودر ملے گی... لیکن پسے مجھے انپکٹر کامران کی پئی پڑی بڑے مارا... وہ اب تک اس کے پیر کے  
وو... مجھے ان لوگوں کی طرف سے خطا ہے۔“ اس نے دبے رہے تھے... اور باسلک پے بس تھے... پورا زور

ان سب کی طرف اشارہ کیا۔

”یہ تو قریب قریب چلت ہو چکے ہیں... چند ایک رات تھے... ان پر آگئی ہو اور جو کھنی مُکا ان کی کھن پئی  
کامران کے بائیں ہاتھ کی طار ہیں۔“

”ہاں! لیکن خطرہ تو ہے تا۔“

”افسر! میں انگشن نہیں کہا سکتا۔“

”کہا کہا... نہیں لگا سکتا۔“

”ہاں! اس ہے کہ مجھے کیا فائدہ... مجھے تو پھر بھی نہ تھا۔“

”میں گے آپ... میری تمام خدمات ناصلہ مجھے سزا کی لائیں ابھی جلک پر ساكتھڑا رہا... وہ بدستور کمانڈر

صورت میں ٹے گا۔“

”نہیں بنی۔“

”سوال یہ ہے کہ کیوں؟“

”م... میں بھول گیا تھا...“ اس نے یہ کہا۔

”لیکن تھارا انداز بتا رہا تھا کہ تم بھولے نہیں تھے۔“

”تم نے جان بوجھ کر ایسا کیا تھا۔“

”ہاں! یہی بات تھی۔“ وہ نظریں پھر کر بولا۔

”پھر دہی سوال... لیکن کیوں؟“

”شاید میرا دماغ پل گیا تھا... اور میں کہا کوں یہ کہ اس نے جھکا کر ایک مُکا انپکٹر کامران مزا

”اس کی سڑا خودر ملے گی... لیکن پسے مجھے انپکٹر کامران کی پئی پڑی بڑے مارا... وہ اب تک اس کے پیر کے  
وو... مجھے ان لوگوں کی طرف سے خطا ہے۔“ اس نے دبے رہے تھے... اور باسلک پے بس تھے... پورا زور

ان سب کی طرف اشارہ کیا۔

”یہ تو قریب قریب چلت ہو چکے ہیں... چند ایک رات تھے... ان پر آگئی ہو اور جو کھنی مُکا ان کی کھن پئی  
کامران کے بائیں ہاتھ کی طار ہیں۔“

”ہاں! لیکن خطرہ تو ہے تا۔“

”افسر! میں انگشن نہیں کہا سکتا۔“

”کہا کہا... نہیں لگا سکتا۔“

”ہاں! اس ہے کہ مجھے کیا فائدہ... مجھے تو پھر بھی نہ تھا۔“

”میں گے آپ... میری تمام خدمات ناصلہ مجھے سزا کی لائیں ابھی جلک پر ساكتھڑا رہا... وہ بدستور کمانڈر

صورت میں ٹے گا۔“

کی طرف ریکھ رہا تھا... اس نے ہلنے جلتے یا اڑھاٹتے بھائی کی کوئی کوشش نہیں کی... "حیرت ہے... تم خوف زدہ نظر نہیں آ رہے تھے مگر اپنے پیتا رہا... ایک خود کو لگاتا رہا... اس طرح میرے نے کہا۔

"ایک مطلب ہے" کھانڈر چلا دیا۔

پچھ بات یہی ہے کہ اس وقت میں آپ سے زیادہ طاقت ور ہوں... یقین نہیں تو مجھ پردار کر کے دیکھے اس گتھی پر ہے آپ نے مجبور یہ سمجھا۔ اس لیں "ڈاکٹرنے کما۔

"میں لیسا ضرور کروں گا..." کھانڈر نے غصہ کر کھا اور "دراغ تو نہیں چل گیا... میں کھتنا ہوں الجھنٹا" دیکھنے کا مُمکنا۔ اس کے کندھے پر پوری طاقت نہیں... میں نے اس دوا کے صرف ایک سو اندازہ مارا..."

اجلکش بنانے تھے... ایک انسان کے لیے پورے توے بھی اس سب کو یوں لگا جیسے روپے رپڑ مکارے ہوں پورے توے اجلکش... ایک آدمی کے لیے... اور زمانہ کھو چکتے ہوئے اور نہ ڈاکٹر کو...

ساختہ ہی کہ رہے ہو کر ایک سو انسانی بناتے تھے دیکھا آپ نے ڈاکٹر ہمسا۔

"ہاں! میں جانتا تھا... اگر میں نے آپ کو نوت اجلکش پڑ کر زبے تو پھر آپ امیر اکوئی لحاظ میں کھانا کر پس لے گے... بھیر آپ کو میر فہمی صورت میں ہے... اسی مطلب کے لفظی فرمی... ڈاکٹر مسلک رایا۔"

گی... لہذا آپ بھے بھی موت کے لھٹکات اتار دیں گے... بھلا میں یہ بات کس طرح پسند کرتا... لہذا میں میں آپ کا ساختہ دے سکتا ہوں... لیکن مجھے نصف

کا حصہ دار بننا ہیں۔

”ایک منٹ... مجھے سوچنے دو۔“

”ایک منٹ نہیں... ایک ماہ سوچنے کے لیے دیتا ہوں... اگر نہ میں جواب ملا تو میرا ممکنا تھماری تاک پڑ لے گا... اور تم سوچے ہی سکتے ہو... اس صورت میں کیا ہو گا... دوسرے الفاظ میں اب تھمارا باس میں ہوں... تم میرے باس نہیں ہو۔“

”نہ... نہیں...“ کمانڈر چلایا... ان کے چون پر غضب کے آثار تھے... وہ بلا کی رفتار سے الجھاوا پوری قوت سے اس پر گرا۔

دونوں کے جسم ٹکرائے... دونوں ادھر اُدھر گرد لیکن پھر اللہ کر گھٹے ہو گئے... ان کے جھوٹ پر کوئی ٹوٹ پھوٹ نظر نہیں آ رہی تھی... ڈاکٹر نے ایک تھقہ لگایا اور بولا:

”آپ نے دیکھا کمانڈر... میرا بال بھی بیکا نہیں رکھ کر کر کہا۔“

”آپ اور بولا:“ ڈاکٹر بولا۔

”ہاں! دیکھا... لیکن ادھر میرا کیا بگڑا ہے...“

کمانڈر نے جھلک کر کہا:

”ابھی میں نے آپ کی تاک پر وار نہیں کیا۔“

”اوہ! کمانڈر نے گھبرا کر کہا۔“

”اور جیسے میں آپ کی تاک پر ہاتھ رسید کر دی گا، آپ کو اسی نیسی چوتھے حسرس ہو گی... جیسی ان لوگوں نے محسوس کی...“ اس نے چوتھے کھا کر گرنے والوں کی طرف اشارہ کیا۔

”نہ... نہیں: کمانڈر چلایا۔“

”تو بھر مجھ سے سودا کر لیں... ان کی چٹی میں بنا روں گا...“ مجھے ان کی طرف سے تاک پر وار ہونے والی فکر نہیں ہو گی۔“

”یکسا سودا ہے۔“

”تفصیل فصیل۔“

”ٹھکارا دماغ چل گیا ہے۔“ کمانڈر نے جھلک کر کہا۔

”نہیں...“ میرا بہت پرانا پروگرام تھا۔ ”اوہ مسلکریا۔“

”یکھ یہ کمانڈر... تم نے اپنے یکے کا انجام: صدر ہوا۔“ ڈاکٹر بولا۔

”میکا مطلب؟“

”تم نے طاقت حاصل کرنے کے بعد مجھے اپنا غلام لیا تھا... حالاں کر میں اس ملک کا صدر ہوں،“

”ابھی میں نے آپ کی تاک پر وار نہیں کیا۔“

”غلام کی نظروں میں میں ہی اب بھی صدر ہوں“

لیکن میں نے تمہاری باتوں میں آکر صرف تھیس طاقت در بخوا دیا... یہ بھول کر کہ اگر تم طاقت درین لگتے تو مجھے کیا صدر رہنے دو گے... لیکن یہ تمہارا بھی باپ نہ لے سکتا! ہاں! اس لیے کہ میں عقل سے پیدا نہیں ہوں۔ آپ بھی عقل سے پیدا نہیں ہوں... لیکن یہ غلطی آپ سے بھی ہو گئی... کہ آپ نے انگلشن اپے آپ کو نہیں لکھا لے۔

میں نے اس پر اعتبار کیا... ورنہ میں تم سے لہنے پڑے۔ اس وقت تک انپکڑ جشید بات چیز کرنے کے قابل بھی انگلشن تیار کرو سکتا تھا... اگرچہ ان پر بہت بڑی صرف ہوئی تھی... لیکن ڈاکٹر... تم نے اپنے دامے انگلشن کو دیا! ایک بات کا خیال رہے کہ یہ دولت کہاں سے حاصل کی:

ان کی رقم ڈبل بتا کر آپ سے وصول کی تھی: ڈاکٹر میری بھی تھیں دھوکا دے گا... جس طرح تم نے صدر سکرا یا۔

اب کیا ہو گا... یعنی کہ ... صدر کمانڈر کی طرف ٹڑا۔ "میں ... یہ دھوکا میں دے سکتا... اس لیے کہ "جھیک" ہے ڈاکٹر... مجھے سودا منظور سے۔" "میں جانتا تھا... آپ سودا منظور کہ میں کے اب ایک طرف ہٹ کر تمہارا بھیں... ہمیری ناک!" "میں اتنا بے وقت نہیں کمانڈر کو بلا وجہ مصیبت دار کرتے ہیں تو کرنے دیں؟" "بہت خوب... لیکن ہم ان لوگوں کو ابھی مت کے والے گا،"

آخر یہ انگلش کے کتے۔

جسم کو فولاد سے زیادہ صعبہ ط بنا دینے والے... لیکن  
و پکھتے ہیں بالکل نرم رہتے ہیں... ان کی فولادی کلیت مرن  
جس سے مکانے سے ابھرتی ہے۔  
اور ان کا اثر کب تک رہے گا۔ انپکٹر جمیڈن  
پڑھپھلا۔

ختم ہو گا، سی نہیں؟

انپکٹر جمیڈن نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔ ان کی  
بچھہ میں کچھ نہیں آ رہا تھا... اس مرتبہ پنج نکلنے کی خواہ  
صورت نہیں رہ گئی تھی... ایسے میں وہ پھر بولے:  
ایکن اگر ہم طیارہ شکن توپ سے آپ پر فائز کیں تو  
”اور تم طیارہ شکن توپ کماں سے لاؤ گے؟“

میں نے تو ایک سوال پوچھا ہے:

”اس صورت میں ہم کئی ٹکروں میں تبدیل ہو جائیں گے  
اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم ناقابل تغیر نہیں ہو  
اگر ہم کسی طرح یہاں سے نکل جائیں تو تمہیں توپوں  
مد سے ضرور ختم کر سکتے ہیں：“

”ااا! یہ ٹھیک ہے... تو پھر ہو جاؤ فرار اور کہ  
تو حاصل طیارہ شکن توپیں ہے کھاناڑ نے کہا۔

”اب کیا پروگرام ہے... ہم وقت کیوں خانع کریں؟“  
”یہاں ایک کھیپ لائی گئی ہے... پہلے اس کھیپ  
سے ان کی ملاقات کراں جائے گی۔“  
یہ کہ اس نے تالی بجائی... خوراً چند فوجی ازد  
داخل ہوئے...“

”بلوری کھیپ کو یہاں لے آؤ“  
”یہ سر...“ قوبیوں نے ایک ساتھ کہا اور باہر  
نکل گئے۔

اور وہ کھیپ کا انتظار کرنے لگے... اچانک انہوں  
نے بے شمار قدموں کی آداز سنی...“

## کیا مطلب

ان کی نظریں دروازے کی طرف اٹھ گئیں۔ انہوں نے نوجوان لڑکیوں اور عورتوں کو اندر داخل ہاتھ دیکھا۔ ان کے ہاتھ کمر پر بندھے ہوئے تھے۔ چہروں میں زنجیریں تھیں۔ ان زنجیروں کے ہوتے ہوئے وہ چل تو سکتی تھیں۔ بھاگ سنبھل سکتی تھیں۔ ان کے چہروں پر رنگ اور غم کے انتہا۔ گرسے آثار تھے کہ وہ کانپ گئے، روئے روئے ان کی آنکھیں بالکل خشک ہو گئی تھیں اور ان میں دیرانیاں ہی دیرانیاں تھیں۔ وہ اندر آئیں۔ ان پر ایک نظر ڈالتی رہیں۔ اور دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑی ہوتی رہیں۔ یہاں تک کہ ہال کی چاروں دیواروں کے ساتھ کوئی خالی چکر نہ رہی۔ یہاں ان کے ساتھ کوئی خالی چکر نہ رہی۔ اور اس طرح اس ہال کی دیواروں کی آمد کا سلسلہ اب بھی جاری رہا۔ چھروں اگے بیچے کھڑی ہونے لگیں۔ اور اس طرح اس ہال کی دیواروں

کے ساتھ پانچ سو کے قریب عورتیں آکھڑی ہوئیں۔  
”تم لوگ دیکھ رہے ہو۔۔۔ یہ ہے نئی کھیپ۔“ مکانڈر  
نے طنزیہ بھے میں کہا۔

”ہاں! دیکھ رہے ہیں۔“ انکھڑ جہشید نے سرد آہ بھری۔  
”یکن شاید ایک بات ابھی تک تم نے نوٹ نہ کی ہو۔“  
”اور وہ کیا؟“

”یہ کہ ان پانچ سو عورتوں میں سے پچاس کے قریب  
خمارے اپنے ملک کی ہیں۔۔۔ باقی عورتیں بھی صرف مسلم  
ملک کی ہیں۔۔۔“

”اوہ! وہ دھک سے رہ گئے۔۔۔ ان کے رنگ اٹ  
تھے۔۔۔ تو کیا تم لوگ صرف مسلمان ملکوں سے عورتوں  
واغوا کھستے ہوئے۔۔۔“  
”ہاں!“ اس سخن کہا۔

”یکن ہم تو اب تک تم لوگوں کو بھی مسلمان خیال  
نہ رہے ہیں۔۔۔“

”خمارے ملک کے بارے میں لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ  
ملک مسلمانوں کا ہے۔۔۔ یکن ہم اسلام کے تو قریب  
نا نہیں جاتے۔۔۔ ہر بات میں اسلام کی نفی کرنا ہمارا  
کھڑی ہونے لگیں۔۔۔“ اور اس طرح اس ہال کی دیواروں

محبوب مشغله سمجھتے ہیں آپ ... جیسے بچھے ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں نا... یا رمحاری ہوئی کیا ہے سو ہماری ہوئی یہ ہے کہ اسلام کی ہر بات میں کافی کی جائے ... یہاں تک کہ عورتوں کی بحارت میں صرف مسلمان علکوں کی خورقی اخوا کی جائے؟

"اُتھا کاک ... اپنکر کامران مرزا کے عنہ سے نکلا تم لوگوں کی گاہیوں کے سامنے اب یہ عورتوں یہاں سے ساحل کی طرف روانہ ہوں گی ... وہاں بھری جہاز بالکل تیار ہٹڑا ہے ... ان کے سوار ہونے کے فرما بعده جہاز روانہ ہو جائے گا... لیکن تم لوگ اس جہاز پر سوار نہیں ہو سکو گے ... اس کا انتظام کر دیا گیا ہے ... نہ صرف اس کا... بلکہ ہم نے کوئی امرکان بھی رد نہیں کیا ... تم نے فرض کیا کہ تم لوگ یہاں سے فرار ہو کر کسی عین وہاں تک پہنچ جلتے ہو... اس صورت میں بھی جہاز چنگا پورہ میں پہنچے گا... اس جہاز کی مشینزی کو اس طرح سیٹ کر دیا گیا ہے کہ تم لوگ کچھ بھی کیوں نہ کرو... جہاز کے انہیں کسی بہت بڑے ہمہر کو بھی بلا لو... تب بھی اس کا رخ تبدیل نہیں ہو سکے گا یہاں تک کہ جہاز چنگا پورہ کے ساحل سے بچالے گا"

چنگا پور کے نام جوئے خالے پڑے ہی بند کر دیے گئے ہیں ... کیوں کہ دہاں تم لوگوں نے جو چال پہلی تھی، وہ چنگا پور حکومت کے لیے بہت نقصان دہ ثابت ہوئی، اخھی کا جوتا اخھی کے سر پر پڑا تھا... لہذا اب تم لوگ وہاں پہنچ کر دولت اکٹھی کر کے ان عورتوں کو خرید نہیں سکو گے ... اگر اس سلسلے میں تم اپنا اور اپنے علاک کی دولت خرچ کرنا چاہی تو بھی مقصد پورا نہیں ہو سکے گا... کیوں کہ اب عورتوں کا زیست اس قدر بڑھا دیا گیا ہے کہ تحصاراً علاک پانی سبھتا نظر آتے گا... یہ تعمیر ساری امکان پاٹیں ... اصل بات یہ ہے کہ تم لوگ وہاں سے ہی اپنی جان نہیں بچا سکتے ... ہے کوئی صورت ... اگر کوئی صورت ہے تو اس کا جائزہ ہے لون... اور لون کو کشش ... تھیں کھل چھٹی ہے ... کما جو در مظہریہ اندازہ میں کتنا چلا گیا.

اخھوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا... کھانڈر کی نالک سے ٹگرا کر کام لکھنے کے ہارے میں اگر اخھوں نے پہلے سوچا تھا ... تو داکٹر کی آمد کے بعد یہ خیال بھی بلا لو... تب بھی اس کا رخ تبدیل نہیں ہو سکے گا یہاں تک کہ جہاز چنگا پور کے ساحل سے بچالے گا

بول اٹھے:

”میں ڈاکٹر سے مقابلہ کروں گا“

بھت خوب... خود رکایا۔ یہیں کوئی اعتراض نہیں:

”اور یہیں مکانہ میں سے کہتا ہوں۔ انپکٹر کارمان مرتضیٰ بولے  
باقی وہ لگئے صدر... وہ بے چارہ سے تو پہنچے ہی بھائی خالی  
بنے۔ بیٹھے ہیں۔ قارونی کی آواز تھی دی۔  
شکر ہے... تم لوگوں کی آواز تو آئے۔“

خان رحمان نے خوش ہو کر کہا۔

”ہم بھی یہی خوبی کر رہے ہیں... کہ دوسری بار دی  
میں آئے ہیں۔ آفتاب پول۔“

”جب کہ یہ نامکن ہے... اس دنیا میں کوئی دوبارہ  
نہیں آ سکتا؟“

”سوال یہ ہے جیشید... کہ تم مقابلہ کس طرح کر دیے؟“

”مرتے کیا تھے کرتے... مقابلہ تو کرنا ہو گا۔“

”اور اگر ہم مقابلہ کر جسی ہیں... ایسی کیا فائدہ... باہر  
فرم لکھن نقدار میں موجود ہے۔“

”اس کا علاج ہم نے صوچ یا ہے۔“ انپکٹر کارمان  
مرزا نے کہا۔

”کیا مطلب ہے؟“ خان رحمان پوچھ کے۔

”یہ بات بتانے کی نہیں... بس دیکھتے جاؤ... اور ہمارے  
لے دعا کرو۔“

”تم نے سا ڈاکٹر... انھوں نے کیا کہا ہے... مطلب یہ  
اگر انھوں نے ہم دونوں کو شکست دے دی تو فوج  
کے نجابت حاصل کر لینا ان کے لیے کوئی مشکل نہیں ہو گا۔“  
”ہاں ہیں جاتا ہوں...“ لوگ اس قسم کے کاموں  
لے باہر ہیں... دوسرے یہ کہ یہ لوگ عجیب و غریب تر کیں  
بیٹھنے کے بھی ناہر ہیں... لہذا مقابلہ کیا... فوجیوں کے عوال  
دیستے ہیں... وہ ان سب کا کام تمام کر دیں... آخر ہم  
بھتھ پیر تھکھائیں۔“

”تھکھ رہے گا۔“ صدر نے فوراً کہا۔

”تم چیلڈر انکار... تم تو اب ہمارے پکے پکے غلام ہو۔“  
”میں یا میں صدر... آپ کی یہ وقت رد گئی ہے،  
آپ اس ملک سے صدر... اور عزت دو کوڑی کی بھی  
لیں لدے گئی... لیکن انکا تھپ چاہیں تو ہم آپ کو چھر  
کھدر کی عزت دلوں کئے ہیں... آپ کو آپ کا مقام  
سے مل سکتا ہے۔“

”وہ... وہ کیسے؟“ صدر نے فوراً کہا۔

”دیکھا... اب انھوں نے صدر کوہ در غلانے کا پروگرام

پناہیا ہے۔ ”ڈاکٹر نے کہا۔

”ہاں میں دیکھ رہا ہوں... لیکن میں یہ بھی دیکھنا پڑے کروں گا... کہ یہ صدر کو نجات کس طرح دلوائے ہیں...“  
کھانڈرہ سینا۔

”اس کی ضرورت ہی کیا ہے؟“ ڈاکٹر نے منہ بنایا۔  
”بھئی ذرا لطف رہے گا۔“

”جیسے آپ کی مرضی... میں تو اس کو وفات کی برباری  
جنماں کرتا ہوں۔“

”نہیں... نہیں... مرا آئے گا... چلو بھئی... تم لوگ  
ذر اصدر کو وہ عزت دلواؤ۔“

”آپ باہر موجود فوج میں سے چند آفیسرز کو بلایں۔“  
”اور بلا کر کیا کھوں۔“

”پہلے بلا قولیں۔“

صدر نے ڈرے ڈرے انداز میں کھانڈرہ اور ڈاکٹر کی طرف  
دیکھا:

”کرلو کوشش بوڑھے صدر...“ کھانڈر نے نفرت زدہ  
انداز میں کہا۔

صدر نے تالی بجائی... دروازے پر موجود فوجی فوراً  
اندر آیا:

”باہر موجود تمام فوجی آفیسرز کو بلا دلو۔“  
”اوکے سر۔“ وہ فوراً چلا گیا۔

”یہ بھی تو دروازے سے لگا ساری بائیں میں رہا ہو  
کہ شوکی یولا۔“

”ہاں! لیکن تمام فوج آخوندرا کے ماتحت ہے:  
جلد ہی پانچ فوجی اندر داخل ہوئے... احفوز نے سلوٹ  
لیا اور ایک نے کہا:

”یہ سر... ہمارے یہے کیا حکم ہے۔“

”طیارہ شکن توپیں بیان موجود ہیں:  
یہ سر۔“

توپوں کا رنج اس محل کی طرف کر دو... اور میرا حکم  
تلے سے چکو... تھیں ان دونوں خداروں کو توپوں سے  
لانا ہے۔

”آپ... آپ ان خداروں کی بات کر رہے ہیں سر۔  
کھانڈر اور ڈاکٹر کی:“

”یہ خدار ہیں سر...“ فوجی آفیسر کے لئے میں بلا کی  
ترست بھی۔

”ہاں! ایکس اڑا دو۔“

”لیکن سر... یہاں تو آپ بھی موجود ہیں؟“

”اے بہر نکل جاتے ہیں... یہ عورتیں بھی اور یہ لوگ بھی تم اس ان دونوں کو نشانہ بناؤ گے۔“

”اوکے سر... آپ لوگ بہر آ جائیں۔“

”بھی تو اصل مشکل ہے آفسر۔“ کمانڈر نے طرز بوج میں کہا۔

”جی... کیا مشکل ہے۔“

”یہ ہماری مرضی کے بغیر یہاں سے باہر نہ جاسکتے۔“

”کیا مطلب ہے؟“

”ڈاکٹر... ایفیس مطلب بتاو۔“

ڈاکٹر آگے رڑھا اور ایک آفیسر کے سر پر ایک ہاتھ رسید کر دیا... اس کے منہ سے دل دوز چیخ نکلی... اور وہ دھپ سے گرا... چند لمحے تڑپتا رہا... چینچا چلاتا رہا... پھر ساکت ہو گیا...“

”یہ کیا ہوا... ایک ہاتھ سے تو یہ مرنے والے نہیں والی عورتوں کا سلسلہ بھی ہے... ہمارے اپنے ملک سے ناچتے۔“ اس کے ایک ساتھی نے کہا۔

”بھی تو مسئلہ ہے؟“ صدر نے منہ پتایا۔

”کیا مسئلہ ہے سر؟“

”ان لوگوں نے کسی دوا کے ذریعے اپنے جسم کو فولاد سے زیادہ مضبوط بنایا ہے۔“

”ہاں! لیکن مقابلے کا یہاں مزا نہیں آئے گا۔“ ان پکڑنے کے ساتھ کسی خیال کے تحت کہا۔

”تو پھر...“ کمانڈر نے کہا۔

”کھلے میدان میں؟“

”یہ ہال اتنا چھوٹا نہیں ہے... کھلے میدان جیسا ہی ہے... اور پھر باہر تو توپیں شروع ہیں... ہم مقابلہ میں کریں گے...“

”ہمیں کوئی اعتراض نہیں...“ انپکٹر کامران مرزا سکرے ”ان عورتوں کو بسر چھین دیا جائے... کہیں کافی ان میں سے زخمی نہ سو جائے؟“ انپکٹر جشید نے کہا۔

”باشكل... زخمی عورت کی قیمت کم لگتی ہے“ تھانے مکاریہ

”اس سے پہلے کہ ہم مقابلہ شروع کریں... چند ایک باتوں کی وضاحت کیوں نہ ہو جائے؟“ انپکٹر جشید اپنے مکن باتوں کی وضاحت کی

”اس بجارت کا پوری دنیا کا مرکزی سرغناہ کون ہے میں...“ کمانڈر نے یعنی پر ہاتھ مار کر کہا۔

”اور صدر صاحب نے تھارا اس کاروبار میں پورا پورا ساختہ دیا ہے؟“

”اصل سریاہ تو خیر صدر صاحب یہی تھے... لیکن جب طاقت کا توازن میری طرف ہو گیا تو سرغناہ اب میں ہوں“

”اوہ... اس کا مطلب ہے... صدر پوری دنیا کا بس ہے، ہال! یہی بات ہے۔“ اس مرتبہ ملکہ بول ایھی۔

”آپ کو معلوم ہے صدر صاحب... آپ کی ملکہ کو کس لے اخوا کیا تھا۔“

”نہ... نہیں... اگر معلوم ہو جاتا تو میں اسے کچا چیا جاتا۔“ صدر نے بھولا کر لے۔

”میں آپ کو بتا سکتا ہوں۔“ انپکٹر کامران مرزا نے درلمائی انداز میں کہا۔

”کیا مطلب؟“

”سب بونک اٹھ...“

## چھاؤں میں فانک

”آپ نے کیا کہا... آپ کو معلوم ہے... بلکہ کس نے اخوا کیا تھا؟“

”ماں! معلوم ہے... بہت اچھی طرح... بلکہ یہ اندازہ جس اسی وقت ہو گیا تھا... جب ہم نے اس ہست کا جائزہ یا تھا... جس سے اخوا کیا گیا تھا... ہست میں چڑیا کا ایک پنجہ بھی تھا... اور اس میں سے ایک چڑیا کم تھی... قالین پر ایک خون کا دھبہ بھی ملا تھا جس کے بارے میں یہ خیال کیا گیا تھا کہ وہ خون بلکہ صاحب کا ہے اور وہ سعوی سی زخمی ہو گئی ہوں گی... میں نے اس خون کے دھبے کو قالین پر سے کاش لیا تھا... آپ کو سو کر جیت ہو گی کہ وہ خون بلکہ کا نہیں ہتا：“

”کیا کہا... وہ خون بلکہ کا نہیں تھا۔“ صدر نے جیلان ہو گئے تھیں... ایسی خود ہست سے نکل کر غائب ہو

”ہاں؛ بالکل نہیں... کیوں ملکہ صاحبہ میں غلط تو نہیں کہ رہا۔“

”نہ... نہیں... حیرت ہے... آپ نے = بات جان لی؟“  
”اس لیے کہ ہم سراغ رسائیں... عام آدمی میں اور سراغ رسائیں میں نہیاں فرق یہی ہوتا ہے... کہ سراغ رسائیں سعوی سے محدودی بات کو بھی بہت زیادہ اہمیت دیتا ہے... جب کہ عام آدمی ان عام چیزوں کو قطعاً کوئی اہمیت نہیں دیتا... سو میں نے خون کے اس دھبے کو حفظ کر دیا اور اپنے علک جا کر جب بھیں موقع ملا، تو اس خون کا بھرپور کرایا... وہ خون بلکہ کا ثابت نہ ہے... بلکہ وہ اس چڑیا کا تھا؟“

”کیا کہا“ صدر اور چند اور لوگ چلتے۔

”اہ! بآپ بلکہ کی طرف دیکھیں... ان کے چہرے پر حیرت بتا رہی تھے کہ یہی بات بالکل درست ہے۔“  
صدر نے اور دوسروں نے علک کی طرف دیکھا... اپنے کاران مرزا کی بات بالکل درست تھی...“

”لیکن = بات کب ہوئی؟“ صدر نے پوچھا۔

”بلکہ کو کسی نے اخوا نہیں کیا تھا... بلکہ یہ خود اخوا ہو گئی تھیں... ایسی خود ہست سے نکل کر غائب ہو

پڑیا کامن قالین پر گرايا... اور وہاں سے انک کر اس جہاز پر پہنچ گئیں... وہاں انھوں نے اس قسم کی ایکٹنک کی ہو گئی... کہ یہ اپنی کسی گم شدہ بہن کی تلاش میں ہیں... جہاز کے عملے نے انھیں بھی پکڑا لیا... کہ چلو ایک اور شکار ہاتھ رکا... بیرون چاہتی ہی یہ تھیں... صدر کو سبق دینے کا یہ انوکھا خیال ان کے ذہن میں آیا تھا کہ ان کی بیوی بھی چنگا پور کی منڈی میں بچے اور کوئی خرید کر انھیں لے جائے... بعد میں یہ صدر کو خط لکھ کر بتایا کہ آج ان کی ملکہ بھی فروخت ہو گئی... اس وقت جو دھپکا صدر کو لگتا تو شاید کاروبار سے باز آ جاتے... لیکن اب ہم حالات بچ رہے ہیں... ملک کے اس اقدام کا بھی کوئی خالدہ نہ ہوتا... کیوں کہ صدر تو خود حکما ہڈ اور ڈاکٹر کے قیفے میں آپکے ہیں... اور اب یہاں راج کریں گے یہ دونوں... عورتوں کی تجارت بھی ان کے قیفے میں آؤ گی... اس میں شکر نہیں کہ ملکہ کی قربانی رہنگی... اور ہم ان کی وجہ سے اس معاملے میں شامل یکے گئے ہیں... لیکن اب صورت حال ہمارے موافق بھی نظر نہیں آ رہی... اگر ہم ان دونوں کے

گئی تھیں:

"لیکن کیوں؟" صدر نے چیلہ کر کہا۔

بالکل سیدھی اور سادھے کی بات ہے... یہ آپ کے اس کاروبار کے سخت خلاف تھیں... اس کاروبار سے حد درجے کی لفڑت کرتی تھیں... اور کیوں نہ کرتیں... آخر یہ خورت بھی ہیں... انسان تو ہیں ایک... ان ہیں احساس بھی بہت زیادہ ہے... پہلے تو یہ آپ کو صرف منج اکبر تھیں... لیکن آپ پر دولت کا محبدت سولہ کھانا... آخر یہ کھل کر آپ کی منادت پر اُتر آئیں، اور شدت سے اس کاروبار کو بند کرنے کا مطالبہ کرنے لیکن صدر صاحب کو نہ مانتا تھا زمانے... آخر انھوں نے آپ کو سبق دینے کے لیے ایک ترکیب سوچی... یہ کہ یہ بھی انہوں ہو جائیں... اور اس جہاز پر پہنچ جائیں، جو عورتوں کو لے کر چنگا پور جاتا رہتا تھا... معلومات تو انھیں سب تھیں ہی... یہ خاموشی سے اپنے بہت پہنچ گئی... صرف صدر کو بتا دیا کہ میں فلاں بہت میں جا رہی ہوں... ان کے ہڈوں کے بارے میں سوائے صدر کے اور کسی کو معلوم نہیں تھا... یہ بہت پر آئیں، وہاں اپنا ملکہ والا بس بدلا... ہلے میں بھی تبدیلی کی، ابھر

”ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔“

”شکر یہ... حاضرین... خیال رہے... اس مقابلے میں ہم اپنے دشمنوں کو چھوپیں گے بھی نہیں۔“ انپکٹر جمشید نے اعلان کیا۔

”تم نہیں چھوپ سکے تو ہم خود چھوپیں گے...“ ڈاکٹر نے غرما کہ کہا۔

”مشکل ہے جناب... آپ تو خیر ہمارے جموں کو ہاتھ بھی نہیں لگا سکیں گے۔“

”شاید تم یہ سمجھ رہے ہو... ہمارے جسم ضرور فولاد سے زیادہ مضبوط ہیں... لیکن تم پھر تینے ہرگز نہیں ہیں...“ تھاری ذبیر دست بھول ہے اور اس بھول کا پتا مکمل ابھی لگ جائے گا۔

”ہاتھ کلنگ کو آرسی کیا... ہو جاتے ہیں ابھی دو دو ہاتھ آفتاب نے خوش ہو کر کہا۔

”بالکل علاج مل کہا ہے تم نے... لیں محاورات لگھیرتے کی سمجونڈی سی وکشش کی ہے۔“ آصفت نے اسے لکھوا۔ ”چھوپ کی تو ہے تم نے تو وہ بھی نہیں کی۔“ ”لگ... کیا کی ہے... اور کیا نہیں کی۔ پروفسر داؤڈ بلے خیالی کے عالم میں بولے۔

مقابلہ میں شکست کھا گئے، تو پھر حالات کی باگ ڈور انھی کے ہاتھ میں ہو گی... صدر اور ملکہ کچھ بھی نہیں رہ جائیں گے۔“

”اور ہم تو مارے جائیں گے ہی... عورتوں کی تجارت بھی جاری رہے گی... یہ احمد جاری رہے گا، ہم سب ان عورتوں کو بھی اپنے وطن نہیں پہنچ سکیں گے۔“

”یا اللہ رحم“ تفصیل بیان ہو چکی... اب ہم اس ڈرائے کو ختم کرنے چاہتے ہیں... لہذا مقابلہ شروع... یہ لوگ ہمارے ایک ایک ہاتھ کی بھی مار نہیں ہیں... مقابلہ کیا کریں گے۔ ”ہم تو تم عورتوں کو ہاتھ بھی نہیں لگائیں گے... اور مقابلہ جیت جائیں گے... ان شاء اللہ۔“

”کیا کہا... مقابلہ جیت جائیں گے... شاید جائے ہیں خواب دیکھنے لگے ہیں۔“

”ابھی ووڑھ کا دورہ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔“ پہلے مقابلہ ایک بیوں نے شروع کیا جائے... یعنی صرف میرا اور انپکٹر کامران مرزا کا۔ ”کھانڈر نے کہا۔ ”نہیں... دونوں مقابلے ایک ساتھ... مرزا رہے گا۔“

بھی... کوشش "فاروق مسکراۓا"

"اوہ ماں امیں بھی کہوں... نہ جانے تم لوگوں کو  
ہو کیا گیا ہے کہ کوشش ہی نہیں کر رہے؟ پروفیسر رافر  
بلے۔"

"اچھا بس... باتیں بہت ہو چکیں... اب ہم "کلینڈر"  
نے بلند آواز میں کہنا شروع کیا۔ کھدا کہ پروفیسر داؤد  
بلے:

"ولیسے جمشید... بہتر ہوتا کہ تم ان درخواستیں بھے  
مقابلہ کر لیئے دیتے؟"

"بھی... انگلی... آپ کیا کہ رہے ہیں... آپ  
لوہے کے ان انسانوں سے مقابلہ کریں گے۔"

"ماں بھٹی... یہ خدا بھی مشکل نہیں... میں تو اب  
تاک پوچھی مزے لے رہا تھا۔"

"بھی... کیا مطلب... مزے لے رہے تھے... لیکن کس  
چیز کے اور ہمیں وہ مزے کیسوں نہیں آئے۔" فاروق  
کے بھی میں حیرت بھی۔

"نہ جانے ان مزتوں کو کیا ہو گیا ہے... آنے ہی میں  
نہیں آتے۔" آفتاب نے منہ بنایا۔

"واہ! کیا بات کہی... آنے ہی میں نہیں آتے..."

لئے آفتاب آج کل شاعری تو نہیں کرنے لے گے؟" خان رحمن

لے لجے میں بات بھی۔

بھی نہیں... اتنے بہت سے تارے کوں لگنے؟" آفتاب  
نے فوراً کہا۔

"کیا مطلب... شاعری کا تارے لگنے سے کیا تعلق ہے؟"  
آپ کو نہیں معلوم انگلی... تارے لگنے رہتے ہیں  
وہ شعر لکھتے رہتے ہیں... جب تک شعر ذہن میں  
میں آجائے گا... تارے لگنے کا عمل جاری رہے گا۔  
کن باتوں میں الجھے لگنے لئے... یہ بے چارے انتظار  
لے سوکھ رہے ہیں..." منور علی خان بول اٹھ۔

"لیجھے... اب خولاد بھی انتظار میں سوکھنے لگا۔"  
صدھو ہو گئی بھئی... بات ہے کہ بات سے نکلتی چلی  
اتی ہے... آخر اس کا دھارا کہیں رکے گا بھی۔" اپنے  
ارزان مرزا نے جھکڑا کر کہا۔

"ان لوگوں کو باتیں کرنے دیں... ہم مقابلہ کریں؟"  
الرنے مشورہ دیا۔

"یہ بہتر رہے گا۔" اپنے کامران مرزا نے خوش ہو  
لما۔

"لیکن آپ کے لیے، ہمارے لیے نہیں۔" آصفہ بول

اٹھا۔

”یہ کیا بات ہوتی؟“

”اُم اگر بتاو میں لے کر رہے تو بڑائی توجیہ سے نہیں دیکھ سکیں گے۔“ محمود نے فوراً کہا۔

”یار تم آنکھوں سے دیکھو گے یا زبان سے؟“

”زبان سے دیکھیں گے... آنکھوں سے بتائیں کریں گے۔“ فرحت نے کہا۔

”چبوٹکر ہے... تمہاری آواز نے بھکانوں میں رس تو گھولा... میں تو سمجھا تھا... آج تم نے منہ میں گھنٹھیاں ڈال رکھی ہیں۔“ محمود نے خوش ہو کر کہا۔

”اپ یہ لوگ استنے بھی سماں نواز نہیں ہیں۔“

”لگ... لکھنے...“ پروفیسر داؤد نے پر ایشان ہو کر با تکمیل میں کھو گئے تھے۔

”کہ گھنٹھیاں کھلا دیتے... لیکن انکل... آپ کیوں پر ایشان ہو گئے۔“

”وہ... وہ گھنٹھیاں۔“

”گھنٹھیاں... کہاں میں گھنٹھیاں۔“ اصفت نے قلنے منہ بنایا۔

حیران ہو کر کہا۔

”ہیں ہی تو نہیں... اور تم نے میری عینہ کا چکارا دیا...“ صدر نے کہا۔

”...اب کیا ہو گا۔“

”ہو گا یہی کہ آپ بڑائی سے بیٹھ بھریں گے۔“

”اور ہماری باتوں کے رعایت سے پہلاں بھی بھائی کے حادثات کی چیزیں اس دعوت کو چارہ چاند لگادے گی۔“ فرخ نے فوراً کہا۔

”میں ہو گیا معلوم... ہم کھڑے کھڑے سوکھ جائیں گے لیکن یاتم ختم نہیں ہوں گی... ہماری تو کوئی بات عادی ہیں ہم تو... لیکن میرڈاکٹر اور میرڈاکٹر دوں کو کیا ہو گیا ہے۔“

”شش... شاید سانپ ہونگا گیا ہے۔“

”کہے نہیں... سانپ بہاں کہاں... ہم بھی دراصل اس با تکمیل میں کھو گئے تھے۔“

”ہماری باتوں میں بہت سی بات بڑی سے کہ ہر کوئی لکھو جانا ہے... اور پھر یہیں تلاش میں نکل پڑتا جیسی طرح ملک صاحب کی تلاش میں نکلے تھے ہم...“

”آپ کو بھی اس کام سے تھے ہم ہی نظر آئے تھے۔“

”اور غلط نظر نہیں آئے تھے... دیکھ لو... فوراً تلاش کریں۔“ صدر نے کہا۔

”فوراً نیں صدر صاحب... کئی دن لگ گئے تھے  
یہ کئی دن ہمارے لیے فوراً کے برابر تھے؛ صدر  
نے کہا۔

”آپ کی حالت ویکھ دیکھ کر ہمیں ترس آ رہا ہے۔ روٹ جائیں گے“  
آپ نے تو کچھی سوچا بھی نہ ہو گا... کہ آپ پر کوئی نہیں... ایسا نہیں ہو گا۔ ”مکانڈر بولا۔  
دن بھی آ سکتے ہیں... آج کے مصہلی ماتحت... آج کا، ایسا کیوں نہیں ہو گا؟“  
تجھے الٹ میں گے۔“

”ہاں! افسوس! اس نے سرد آہ جھڑک  
لیکن جناب... یہ سب کیا دھرا آپ کا اپنا ہے... اس تجارت کو میں نے کھروں کر رکھا ہے۔“  
اشفاق نے منہ کھولا۔  
”میرا... دہ کیسے؟“

”آپ ہورتوں پر اس قدر نلام ڈھاتے... آپ کو دل سکے... اور ایسا شاید ہے بھی پسند نہ کریں۔“  
یہ دن دیکھنا پڑتا... اس دنیا میں کیسے جانے والے ہے، ہرگز نہیں۔ یہ تجارت بُرے زور شور سے باری  
ظلم کا حساب دینا پڑتا ہے۔“

”اگر یہ بات ہے... تو اپنی کیوں حساب نہیں دیتا ہوا خیال ہے... تو ان کا زور اب بکھر کم ہو گیا۔  
رہا،“ صدر نے ڈاکٹر اور حکما نڈر کی طرف اشارہ کیا۔ اب ہو جائے مقابلہ، اپکٹر کامران مرزانے کہا۔  
حساب اپنی اپنی باری پر مرتباً پڑتا ہے... ان کا زور کیوں نہیں... میں ان سب سے درخواست کرتا  
بھی باری آئے گی۔“

”لی، الحال تو پوری عکبرت پر قبضے کی باری پڑنے پڑو ری بات نہ کریں۔“ اپکٹر کامران مرزانے بولے۔  
”اکل ٹھیک،“ اپکٹر جشید بولے۔

پہلے یہ سنی سی... سم اپنی سی کوشش کیں گے۔  
اپنی سی کی بجائے تم ہم بسی کوشش نہیں کریں۔ "مان تو خیر ہم بھی آپ کو کر گئے" ان پکڑ جمیں نے تھرا اور ادا

ان کی ہنسی نکل کئی... اسی وقت گھانڈر نے ان پکڑ کامران مرزا پر اور ڈاکٹر نے ان پکڑ جمیں پر چلا گئے۔ لگانے... کھرے میں یک دم موسم کا عادی طاری پیدا نہیں کیا۔ سبھوں کہ اب انتہائی سُننی خیز رُخاتی شروع ہو۔ جوں! اب درست جعل کے لیے تیار ہو جاؤ! گھانڈر پکی تھی... اس طریقے کی نزاکت کرو وہ بھی کھجھے رکھ لے۔

اور اس قدر باندھ کرنا مقصد بھی ہیں مخفا کہ ان میں میوں کچھ میں کہ تیار ہی ہیں۔

دونوں ساکھیوں کو کچھ اور وقت مل جائے۔ بکری دونوں نے ایکسا نہ ان پر چلا گئے لگائی... ان پکڑ آخر بے سورج ہونے کے بعد ابھی زیادہ وقت تو گزرا ہے اور ان پکڑ کامران مرزا پہلے ہی تیار کھڑے تھے نہیں ملتا۔

ان پکڑ جمیں اور ان پکڑ کامران مرزا پہلے ہی تیار کر لیا شایستہ ہوا تھا۔

تحتے، لیکن اس پہلی چلا گئے نے ہی انھیں بتا دیا کہ اسے تو خطرناک صورت میں حال ہے ابا جان... آپ کب ان کے دشمن کس قدر بھرتیے ہیں... وہ خود کہ ان پہنچیں گے... اور خود آپ وار کرنہ نہیں سکتے۔ مجموع کی پیش میں آنے سے بہت مشکل سے بچا پائے تھے جیرا کر کہا۔

اگر فوراً لڑھک کر ایک طرف نہ کئے تو ان میکن ہم کر ہی کیا سکتے ہیں۔

اس طرح تو پھر آپ دو چار بار اور پنج لکھ کی زد میں آپکے تھے۔  
"بہت خوب! مان کے بھی... گھانڈر نے چین ادا نے مایوسانہ انداز میں کہا۔

متہ پھر تم لوگ ہی کوئی ترکیب بتاؤ، انپکٹر کامران  
مرزا مسکنے نے۔

”بتانے کا کیا فائدہ ہوگا...“ بھی سن لیں گے؟  
”خفیہ زبان میں بتا سکتے ہو۔“  
”اوہ ہاں! لیکن اس کے بیٹے بھی ہمیں فرزانہ اور  
فرحت کی عقولوں کو آراز دینا ہوگی۔“ پرنسپر داؤر  
”ارے تو دے ڈالو تا بھی آواز۔“ پرنسپر داؤر  
نے منہ بتایا۔

”ہم آرہے ہیں... خیروار ہدایا کشیدہ چلتا یا۔“  
دونوں ہوشیار ہی کھڑے رکھتے تھے... اس بار کا جملہ بہت  
شدید تھا... اور بہت رخسار یہے ہوئے تھا... اسی حالت  
سے انپکٹر جنید اور انپکٹر کامران مرزا کو حرکت میں آ  
پڑا... اس مرتبہ انھوں نے ہائی ججپ کا مظاہرہ کیا تھا  
کیوں کہ داییں بائیں پچھے کے لیے اتنی جگہ نہیں تھی۔

کھانڈر اور ڈاکٹر دونوں ہال کے دروازے سے ایک  
ساتھ ڈکلتے... کیوں کہ باتوں باتوں میں انپکٹر جنید  
اور انپکٹر کامران مرزا دروازے کے بالکل سیدھے میں  
آگئے تھے... تین چھلانگوں کے دوران انھوں نے یہی کام  
کیا تھا... دونوں اس سے پہلے دیواروں سے ڈکلتے

رہے تھے... تو ان کا ہال تک بینکا نہیں ہوا تھا... اور اسی  
لیے وہ بے دھڑک چھلانگوں لگا رہے تھے... لیکن اس بار  
جو دروازے سے ڈکلتے تو دروازہ دھڑام سے دوسری طرف  
جا گرا... اور وہ روتوں دروازے کے باہر جا گئے، انھوں  
نے بھی باہر نکلنے میں دیر نہ لگائی... اور ان دونوں سے  
کافی درج کر کھڑے ہو گئے... اب ان کے چہروں پر  
ٹنزیہ مسلکا نہیں تھیں... ان کے سب ساتھیوں، صدر اور  
دوسرے اور گوں نے بھی باہر نکل آنے میں دیر نہ لگائی  
کیوں کہ ہر کوئی یہ دیکھتا چاہتا تھا کہ اب کیا ہو گا...  
اب کیا ہونے والا ہے... ان کے دل بڑی طرح دھڑک  
رہے تھے...“

انپکٹر جنید نے انپکٹر کامران مرزا کی طرف دیکھا... دونوں  
نے ایکس دوسرے سے اشاروں میں بات کی اور پھر مسلکے  
اوھر کمانڈر اور ڈاکٹر اٹھ چکے تھے... ان کے چہروں پر  
بللا کا خصہ تھا... کھانڈر نے سرد آواتر میں کہا:  
”تو یہ باہر نکلنے کی چال تھی۔“

”اُن اُنم میں طاقت ہے... تو ہمیں اندر لے جاؤ...“  
انپکٹر جنید بولے.

”صدر صاحب... فوجیوں کو سکم دیں... ان کے لگر دیکھا

ڈال دیں... اور انھیں پھر ہال میں لے چلیں۔

”میکن کھوں... تم دونوں باہر کھلے میدان میں ان سے مقابلہ کیوں نہیں کر رہتے...“ صدر نے جیران ہو کر پوچھا۔  
”نہیں! ابھی بندہ کمرے میں روکیا گئے۔“

”اور ہم کھلے میدان میں رہنا پسند نہیں ہیں... صدر صاحب... آپ فوراً فیصلہ کریں... آپ بھالا ساختہ دینا پسند کریں گے یا ان کا۔“

”میں... میں... تم لوگوں کا... ان کا ساتھ کس طرح جس سکتا ہوں... یہ تو میری حکومت پر قبضہ کر لینا چاہئے یہیں؟“ صدر صاحب بولے۔

”بہت خوب! تو پھر فوج کو الگ رکھیں... ان سے کہ دیں... دور جائیں کہ یہ اڑاٹی دیکھیں۔“

”ہاں! تسل دیکھیں اور تسل کی دھماڑ دیکھیں۔“ فاروق نے چلا کر کہا۔

”میں... میکن یعنی... یہاں تم تسل کہاں سے لاٹے گے...“ تسل کی دھماڑ کی بات تاریخ میں دیکھنے جلدے گی۔ ”آفتاب نے جیران ہو کر کہا۔

”تسل دیکھنے اور تسل کی دھماڑ دیکھنے کے لیے صرف انہیں کافی ہیں... تسل کا ہوتا ضروری نہیں سمجھتے...“ فاروق نے

سے گھورا۔

”نہیں بھھا: آفتاب نے گرج دار آواز میں کہا۔“ بھی بھاتا ہوں پوچھا۔“ فاروق نے چلا کر کہا اور اس کے پیچے دوڑ پڑا۔

”ارے... ارسے...“ فرحت اور فرزانہ بھی اس کے پیچے دوڑ پڑیں۔

”یہ... یہ تم لوگ کیا کر رہے ہو... آرام اور اطمینان سے لڑائی دیکھو: خان رحمان چلا گئے۔“

میکن انھوں نے ایک نہ سنتی... دوڑتے چلے گئے... ایسے می شوکی نے کہا:

”ایسے انھل انھیں پکڑیں... کہیں دور نہ نکل جائیں!“

”ایک... چھا...“ خان رحمان نے حیرت زدہ انداز میں

اور وہ بھی دوڑتے چھے گئے... پر دیسرا صاحب نے

”کہ ان کا ساتھ دیا جائے...“

”یہ... یہ آپ کے پیچے کیا کر رہے ہیں؟“

”آپ اپنے فوجیوں سے کہ دیں... انھیں نہ روکیں۔ یہ

”تسل مچھوڑ کر فرار نہیں ہو سکتے... ان پر کبھی کبھار اس قسم

”دوڑہ پڑتا ہے۔“

"اوہ اچھا... میں تو تم لوگوں کا ساتھ دینے کا اعلان کرہی چکا ہوں؟"

یہ کہ کر صدر نے فوجیوں کی طرف رخ کیا اور چلا کر بولا:

"ان لوگوں کو نہ روکا جائے۔ جہاں تک جاتے ہیں،

جانے دیں... یہ فرار نہیں ہوں گے۔

فوجیوں نے سمجھ جانے والے انداز میں باٹھ ہلا دیا۔

"ہم وقت ضائع کر رہے ہیں... بلکہ یہ لوگ ہمارا وقت ضائع کر رہے ہیں... اس کام کے مابہر ہیں ڈاکٹر قوچیر آؤ۔ ان کی چیختی بتا دیں۔"

"یاںکل... چلو۔"

دونوں نے ان کی طرف دوڑ لگا دی... اپکٹر جمیش اور اپکٹر کامران مرزا ان سے کافی دور تھے... وہ بھی

دوڑنے لگے... اب وہ ایک دائرے کی صورت میں دوڑ رہے تھے... انھوں نے جلد یہ اندازہ لگایا... کم از کم

دوڑ کے میدان میں وہ ان سے بہتر ہیں... اور ڈاکٹر اور ہمانڈر ہرگز ہرگز ان تک نہیں پہنچ سکتے... کوشش کے باوجود وہ درمیانی فاصلہ کم نہیں کر سکے تھے...

"اب کیا کریں بھئی... دوڑ میں تو ہم ان سے کم ہیں؟"

ڈاکٹر نے پریشان ہو کر کہا۔

"اُسی ہے میں کمرے سے نکل نہیں رہتا۔ لیکن ان

لوگوں نے بھی ہماری کمزوری بھاپ لی... اور رہتے رہتے

رواز سے کی سیدھی میں آگئے... یہ عقل سے کام یتھے رہے اور ہم صرف طاقت سے... لذاعقل جیت گئی۔" ہمانڈر بولا۔

"اب... اب کیا کریں؟" ڈاکٹر نے کہا۔

صدر سے بات کرتے ہیں؟" ہمانڈر نے کہا۔

دونوں نے اپنا رخ صدر کی طرف کیا اور ہمہ آواز میں کہا:

"مُسْٹر صدر... تم اس موقع پر ہمارا ساتھ دو... فوجیوں کو... ان کے گرد لگھرا ڈال دو... ہم وعدہ کرتے ہیں

تلک کے صدر تم ہی رہو گے... اور ہم عورتوں کے کاروبار میں سے بابر کا حصہ دیتے رہیں گے۔"

"میں... اب تم لوگوں کی باتوں میں نہیں آؤں گا۔" صدر نے کہا۔

"یکسے نہیں آؤں گے... بے دوقت صدر۔" ہمانڈر نے چلا کہا اور اس کی طرف دوڑ لگا دی۔

"یہ... یہ کیا؟" صدر نے لگھرا کر کہا۔

"اب آئے گا تھیں مزا۔" ڈاکٹر ہدنا۔

صدر نے بھی دوڑنا چاہا... لیکن کھاناڈ سے تیز تر دوڑا  
سکا... اور پھر صدر اس کے شکنخ میں آگیا...

"اب یا قوم فوج کو حکم دو کرو ان دونوں کو پکڑ  
کر بیاں سے آئیں... ورنہ میں تمہاری گردان دباتا ہوں۔  
یہ کہ کہ اس نے اس کی گردان دیلوچھلی... صدر کا دم  
گھٹھ لگا تو وہ چلا یا :

"ھھرہ... ھھرہ... میں انھیں حکم دیتا ہوں  
کھاناڈ نے ہاتھ گردان پر سے ہٹایا... صدر کا دم  
فوجیوں کو حکم دیا :

"ان دونوں کو پکڑ کر کھاناڈ اور ڈاکٹر کے پاس لے آؤ  
اوکے سر: فوجی ایک ساتھ یوں۔

اور انھیں پکڑنے کے لیے گھوٹے... پھر دھک سے رہ  
گئے ...

"ارے... وہ... وہ کہاں گئے: فوجیوں نے گھبرا  
کر کہا۔

"وہ ان چٹانوں میں کیا ہوں گے... ان کے پاس کوئی  
اسلحہ نہیں ہے... تم... چٹانوں پر چڑھ جاؤ... اور جما  
کہیں بھی وہ میں... والائی سے پکڑ کر میرے پاس لے آؤ"  
کھاناڈ نے تھلاٹے ہوئے انداز میں کہا۔

سیکڑوں فوجی چٹانوں کی طرف دوڑ پڑے... ان پکڑ جمیڈ اور  
ان کی پارٹی کا کوئی ساتھی بھی دور دور تک نظر نہیں آ  
 رہا تھا...

فوجی جو بھی چٹانوں کے نزدیک پہنچے... انھیں ایک اور  
شکل کا سامنا کرنا پڑا... اچانک ان پر پھر تردد کی طرح  
انٹے لگے... ان گنت فوجی ان پھرتوں سے زخمی ہو گئے... کیونکہ  
وہ بے دھڑک پھٹے آرہے تھے... اب جو پھرتوں کی بارش  
کوتے دیکھی تو رک گئے... اور پوزیشن لینے لگے... ساتھ میں  
انھوں نے اسلحے کا استعمال شروع کر دیا... چٹانیں خاروں  
کی آوازوں سے گوئختے لگیں ...

اب کھاناڈ، ڈاکٹر اور صدر کے مٹہ مارے حرمت کے  
لئے لگئے تھے... انھوں میں بھی حرمت ہی حرمت نظر آ  
 رہیں اور وہ سوچ رہے تھے... یہ کیا ہوا...

لی حالست میں یہ جنگ جاری رکھنی چاہیے؟

اس طرح ٹھیک ہے... اگر ہم سب ایک ہمگر جمع ہو تو ان لوگوں کے لیے ہمیں گھیر لئنا آسان کام ہو گا۔

ہوں! تمہارا مشورہ بالکل ٹھیک ہے... اچھا تو پھر بلان کر دو... جو جہاں ہے... دہلی جم کہ رہے... نزدیک نے کی کوشش نہ کرے؟

خان رحمان نے بلند آواز میں یہ اعلان دُہرا دیا۔... "تم نے یہ اعلان سنایا، فاروق نے آفتاب سے کہا کامران مرزا سے کہا۔... دو قوں قریب قریب موجود تھے اور مسلسل پتھر برسا رہے تھے... جبکہ اپنیں اپنے دوسرے ساتھی نظر نہیں آ رہے تھے۔...

یہ مشورہ خان رحمان سے لینا چاہیے۔

"تم لے یہ بخش سنی؟"

ہاں! مجبوری ہے: فاروق نے منہ بتایا، اور اس بھی ایک پتھر دے مارا۔...

ایکسی مجبوری ہے:

"چ کہ میکہ بھی بہرا نہیں ہوں؟ فاروق مسکرا۔... حدد ہو گئی یعنی کہ... ارے میاں ہزاروں فوجوں سے آئی۔

"عام جنگ شروع ہو چکی ہے... اور مجھ ان پہاڑیوں میں ٹھہرے ہوئے ہیں... ہمارے لیے اسی طرح لڑنا مناسب رہے گا... ما ایک جگہ جمع ہو کر۔" اسپکٹر جمیش نے ان کامران مرزا سے کہا۔... دو قوں قریب قریب موجود تھے اور مسلسل پتھر برسا رہے تھے... جبکہ اپنیں اپنے دوسرے ساتھی نظر نہیں آ رہے تھے۔...

"یہ مشورہ خان رحمان سے لینا چاہیے۔" خان رحمان تم کہاں ہو... کیا اس بوزیش میں ہو کر ہمیں مشورہ دے سکو... اسپکٹر کامران مرزا نے بلند آواز میں پیکارا۔

"یکوں نہیں...!" خان رحمان کی آواز کہیں دور سے آئی۔

"جس ایک جگہ جمع ہو جانا چاہیے... یا اسی طرح بھی

## چارٹر میں جائے

وایس طرف دیکھو... پورے دس فوجی چلے آ رہے ہیں،  
ہمارے پاس پھر کم رہ گئے ہیں... ضرورت ہے اس  
کی کہ ہم یہ جگہ بدل دایں اور پھر وہ والی کسی جگہ  
چاہیں... درستہ اللہ یہ بھاری تکا بوی کر دیں گے?  
ابھی لو...” فاروق نے ٹھبرا کر کہا اور جلدی جلدی  
رسانے لگا...

عن منٹ میں دونوں نے ان دس کے دس کو دوسرا  
بھٹا دیا... اور پھر خود وہ جگہ چھوڑ کر ایک اور  
میں پڑھنے لگے...

لارے کہاں چلے آ رہے ہو... یہاں ہمارا قبضہ ہے:  
دیکھو بھائی... مجھے باتوں میں نہ لگاؤ... میں دشمن  
کی تکا بوی کر دینا چاہتا ہوں؛ آفتاب نے تسلیتے ہوئے  
انداز میں کہا۔

”تکا بوی تو پھر چاقو اور چھری کے بغیر ملن نہیں  
اور ہمارے پاس صرف پھر ہیں؛ فاروق ہنسا۔  
جاڑ اور ناجاڑ لیکھا ایک ہی کھی... کہیں بھی نکل  
سے۔“ فاروق نے فروٹ کا

لکھ کیا۔ ”اصفت بولا۔

جاڑ اور ناجاڑ۔“

دونوں کا دماغ چل گیا ہے... ہزاروں فوجی بھاری

جنگ رہنی ہے... اگر ہم باقی بھارتے رہے تو ٹھی جا  
چکی یہ جنگ۔“

یکن اگر ہم نے خاموش رہ کر یہ جنگ جاری رکھی  
 تو بھی یہ جنگ نہیں ٹھی جا سکے گی۔“ فاروق نے جل  
کر کہا۔

”وہ کیسے؟“ آفتاب نے اسے چھڑا۔  
”ایسے کہ پھر ہم بہت جلد تک جائیں گے۔“ فاروق  
نے کہا۔

”تمہارا مطلب ہے... ہماری بائیں ہیں ملکنے کے پاکی  
ہیں۔ آفتاب نے آنکھیں نکالیں۔

”اوہ بھی بہت سے کام کرتی ہیں۔“ فاروق مکارا  
”دیکھو بھائی... مجھے باتوں میں نہ لگاؤ... میں دشمن  
بانکل جائز قبضہ ہے۔“ فاروق نے تسلیتے ہوئے  
انداز میں کہا۔

”تکا بوی تو پھر چاقو اور چھری کے بغیر ملن نہیں  
اور ہمارے پاس صرف پھر ہیں؛ فاروق ہنسا۔

”تمہاری عقل پر بھی شاید پھر پڑ گئے ہیں۔ آفتاب  
کو اس پر غصہ آ گیا۔

”کیوں، کیوں... خیر تو ہے۔“ فاروق ٹھبرا گیا۔

طرف بڑھ رہے ہیں اور تم پاپیں کر رہے ہو۔ ”آصف نے  
چلا کر کہا۔

”تم نے سنا نہیں... تکوار کا ذخیرہ سمجھ جاتا ہے... زبان  
کا ذخیرہ نہیں سمجھتا۔“

”ارے مگر زبان کے ذخیرہ تو تم مجھے لگا رہے ہو...“

جب کہ زخموں کی ضرورت دشمنوں کو مجھے

ہائیں... تو کیا انہوں نے اس قسم طبقاً  
اعلان کیا ہے؟ فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

آفتاب کے لمحہ میں بلا کی حرمت تھی۔

”مگر... کس بات کا؟“ آصف نے بھی حیران ہو کر کہا۔

”ذخیرہ کی ضرورت کا؟“

”تو یہ ہے تم دونوں سے... نہ موقع دیکھتے ہو... ایسا اب تک تو ہم دشمنوں کو ہاتھ دکھاتے ہی رہے  
نہ مل...“

”اچھا یہ بات ہے... ہم متحصل ایسا موقع اور مل بنا کہ اب وہ تمام زندگی ہاتھ دیکھنے دکھانے کی بات  
دیکھ کر دکھائیں گے... کریاں ہی کرو گے... آؤ آفتاب! میں کریں گے۔“

”میرا خیال ہے... تم دونوں کیمیں اور ہی چلے جاؤ،  
آصف سے ذرا فاصلے پر... کیوں کہ انشک خان رجھانی تھی سی دیر میں ہی میرا دماغ کی چوپیں لئے ہی ہیں  
کا اعلان ہے کہ انگ انگ رہ کر لڑنا ہے:“

”تم کیمیں ایک آدم کھٹا میرے پاس ھٹر گئے تو پھر  
لیکن میں بالکل تنہا ہوں... تم میرے ساتھ ٹھہر لے گیا کام ہے:“

”لائیں... تو کیا تم ابھی باقی ہو کام سے؟ آفتاب  
سلکتے ہو۔“ آصف نے کھبرا کر کہا۔

”بھتی سوچ رہا... کیمیں تھوڑی دریہ بعد کہ ڈالو... چلے  
جاوہ میرے پاس سے... اس وقت اگر ہم جانے کی پوزیشن  
میں نہ ہوئے تو چ؟“

”نہیں کھوں گا... تم ذرا زبان کی نسبت ہاتھ زیادہ  
چلا گا“ آصف نے کہا۔

”فکر نہ کرو... وہ ہاتھ دکھائیں گے کہ ہمارے دشمن  
ہائیں...“

”میں ہاتھ دکھانے کی نہیں... چلانے کی بات کر  
آفتاب کے لمحہ میں بلا کی حرمت تھی۔

”مگر... کس بات کا؟“ آصف نے بھی حیران ہو کر کہا۔

”ذخیرہ کی ضرورت کا؟“

”تو یہ ہے تم دونوں سے... نہ موقع دیکھتے ہو... ایسا اب تک تو ہم دشمنوں کو ہاتھ دکھاتے ہی رہے  
نہ مل...“

”اچھا یہ بات ہے... ہم متحصل ایسا موقع اور مل بنا کہ اب وہ تمام زندگی ہاتھ دیکھنے دکھانے کی بات  
دیکھ کر دکھائیں گے... کریاں ہی کرو گے... آؤ آفتاب! میں کریں گے۔“

”میرا خیال ہے... تم دونوں کیمیں اور ہی چلے جاؤ،  
آصف سے ذرا فاصلے پر... کیوں کہ انشک خان رجھانی تھی سی دیر میں ہی میرا دماغ کی چوپیں لئے ہی ہیں  
کا اعلان ہے کہ انگ انگ رہ کر لڑنا ہے:“

”تم کیمیں ایک آدم کھٹا میرے پاس ھٹر گئے تو پھر  
لیکن میں بالکل تنہا ہوں... تم میرے ساتھ ٹھہر لے گیا کام ہے:“

”لائیں... تو کیا تم ابھی باقی ہو کام سے؟ آفتاب  
سلکتے ہو۔“ آصف نے کھبرا کر کہا۔

کے لئے میں حیرت رکھی۔

پھر ماری گئی... لیکن اب وہ اوٹ میں ہو چکے تھے...  
اٹ سے ہی اخنوں نے پھر اچھاتا شروع کر دیا  
چنانوں میں پھر بے تکاشہ بھرے ہوئے تھے اور  
لماڑ سے یہ جگہ ان کے لیے ایک بہت بڑی نعمت  
تھی تھی...

لیے میں اچانک ایک سرو آواز ان کے کاؤن سے  
لے:

لماڑہ اور پر اٹھا دو... بہت ہاتھ چلا لیے تم نے  
ان کے اوپر کے سانس اور پر اپنے کے پیچے  
میکر رہے ہو... آواز بلند نہ کر و... دشمن نہ جاندی  
کس کس سمت سے اس طرف آنے لگ جائے گا؟  
نے وہ لکھ طرف سے آگئے تھے...

لماڑہ اور پر اٹھا کر کیا کر دے گے... ہمارے ہاتھوں میں  
لیا بندوقیں کھیل میں نہیں۔ فاروق نے نہ بنا دیا  
تم نے سنا نہیں بلکہ ان میں سے ایک غراید  
لکھی بھی... تم نے شاہے۔

ال سنا ہے... لیکن ہاتھ اور اٹھانے کا آخر کی  
ان میں صرف پھر ہیں:

کوئی چلا رہے ہیں۔ "دوسرा بولا  
اس وقت تین عدد چینیں فنا میں الجری اور

"اُن مالک... وہ دیکھو... وہ لفڑیں آگئیں  
اور یہ سب تھا ری باقتوں میں لگا دینے کی وجہ سے ہوا  
آصف نے گھیرا کر کہا۔

آفت اور فاروق نے پھر چپک کر اس سمت میں  
دیکھا... اور پھر اخنوں نے بھی بے عکس پھر بر سانا  
شروع کر دیے... اور کچھ اس تیزی سے پھر بر سانے  
کہ دشمن کی پیش قدمی رک گئی ...

"وہ مارا..." فاروق نے بلند آواز میں کہا۔  
"میکا کر رہے ہو... آواز بلند نہ کر و... دشمن نہ جاندی  
کس کس سمت سے اس طرف آنے لگ جائے گا؟  
آصف نے جھلک کر کہا۔

اچانک فاروق کی سٹی گم ہو گئی... اس کی نظریں دیکھیں  
طرف اٹھ گئی تھیں... ان کے دائیں طرف ایک چٹان  
منہ اٹھائے کھڑی تھی... اور فاروق کو اس کے پیچے  
ایک رالفل کی نال نظر آگئی تھی... اچانک اس نے  
آفت اور آصف کو دھکا دے دیا... ساکھ میں وہ  
خود بھی گزر گیا... گویا ان کے سرول پر سے گزد  
لیں... وہ رڑھکتے چلے گئے... گولیوں کی باریہ ایک

”یہ تو کھا جائیں گے میرے کان۔“

”اور کھانے کے لیے یہاں رکھا اسی کیا ہے۔“

”ٹھیک ہے... تم میرے ساتھ آ جاؤ۔“

دونوں دہائی سے آگے بڑھے... ابھی کچھ دور ہی پہنچے ہوں

”انھیں پتھر ہو گئے ہیں۔ وہ بھی میرے؟ انھوں کے درمیان لگھری نظر  
نے محمد کی آواز سنی۔“

”واہ... ڈا بھائی ہو تو تم جیسا۔“ طارق نے خوش بیس کے پلکاتار گولیاں بسارے تھے۔

”یار... ان کا بھی کچھ کرنا ہی ہو گا...“ محمود نے

”اب جلدی سے ان کی رانفلیں اٹھا لو۔“ کوئیاں بھی سرگوشی کی۔

”ہاں! بجھوری ہے۔“ اصفت نے کندھے اچکائے۔

انھوں نے فوجیوں کے پیچے بھی پتھراو شروع کر دیا،

وہ بھلا کئے... ابھی تک تو انھیں صرف ایک طرف سے

آنے والے پتھروں کا سامنا تھا... اب پیچے سے بھی پتھر

آئے لیچے تھے۔ وہ بھلاکتے نہ تو کیا کرتے... اور یہ

”یہ انکل خان رحمان کے حکم کی خلاف درزی ہو بھلاہٹ ہی انھیں لے کر بیٹھ گئی... ایک کے سر کی

بشت پر جو پتھر لکھا تو وہ رُنگتا برا ان کے پیروں میں

اکٹرا... محمود نے فوراً اس کی رانفل اٹھائی اور فائر

”تب پتھر یہاں روکافی ہیں... میں تھارے ساتھ چلتاک کرنے لیئے لگا...“ اصفت بدستور پتھر پھینک رہا تھا

ایلانک ایک گولی... محمود کے کان کی لوکو چھوٹی سوئی

”یکوں یکوں...“ تم اس قدر لگھر کے ہوئے کیوں ہو

دہ گز کر ترپنے لئے۔

”ارے ارے... بھی... کیا ہو گیا ہے تھیں؟“ فاروق

نے حیران ہو کر کہا۔

”انھیں پتھر ہو گئے ہیں۔ وہ بھی میرے؟ انھوں کے درمیان لگھری نظر

نے محمد کی آواز سنی۔“

”واہ... ڈا بھائی ہو تو تم جیسا۔“ طارق نے خوش بیس کے پلکاتار گولیاں بسارے تھے۔

”ہو کر کہا۔“

”اب جلدی سے ان کی رانفلیں اٹھا لو۔“ کوئیاں بھی سرگوشی کی۔

”بھی ہیں کہ لو، اور شروع ہو جاؤ... لیکن تھاری ایسے کہا

بھی ضائع نہ جائے۔“

”ان شاء اللہ! ایسا ہی ہو گا۔“

”میں دوسرا طرف جا رہا ہوں۔“ محمود نے کہا۔

”تو تم بھی یہیں کیوں نہیں ڈٹ جاتے؟“

”یہ انکل خان رحمان کے حکم کی خلاف درزی ہو بھلاہٹ برا ان کے پیروں میں

جائے گا۔“

”ادہ ہاں! یہ تو ہے۔“

”تب پتھر یہاں روکافی ہیں... میں تھارے ساتھ چلتاک کرنے لیئے لگا...“ اصفت بدستور پتھر پھینک رہا تھا

”کوں؟“ اصفت نے لگھرا کر کہا۔

”یکوں یکوں...“ اس قدر لگھر کے ہوئے کیوں ہو

گزد گھنے... اسے اس جگہ شدید آپنے اور بلن کا احساس رہا  
لو کو ٹاکہ لکایا تو ماتھ خون سے تر ہو گیا...  
بیمار میرے کان کی لوڑخی ہو گئی ہے۔  
”عد ہو گئی... زخمی بھی لو کھو ہوتا تھا۔“ اصفت نے  
چھلا کر کہا۔

”ہمیں... تو قم کیا جائے سو... میرا جل زخمی ہو باتا،  
دماش میں سوراخ ہو جائز۔“  
”عن... نہیں تو... سچے سمجھے بغیر ایک باشندہ سے  
نکل گئی۔“  
”خیر... بھاؤ میں بات نہ... جنگ جاری رکھنے... خون  
ہباتے ہے تو بننے دو۔“

”میکن اب ہیں سیاں بھاؤ کہاں سے لا اؤں: اصفت  
ہے چارگی کے عالم میں بولا۔

ایسے ہیں ایک فوجی لڑکتا ہوا ان کے پاس آگرا اس  
کے سر سے خون یہ رہا تھا...“

”متحار راشکریہ دوست“ یہ کہ مخدود نے اس کی افضل  
تحام لی... اور تاک تاک کر فائز کرنے لگا... جلد ہی میدان  
صفت تھا... اس رٹاٹی میں صرف مخدود کے کان کی دو  
زخمی ہوئی تھی اور ایس... دشمن تمام دھیر رہے... اور

۴۱۵  
اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ میں فوجی ان کے دریان آ  
گئے تھے...“

”شکریہ مخدود... اصفت“ فرزانہ اور فرحت ایک ساتھ  
بولیں۔

”اس میں شکریہ کی کیا بات ہے بھتھ؟“  
”اب یہاں سے آگے چلتے ہیں... جہاں کہیں ہمارے  
ساتھی الجھے نظر آئیں گے... تم ان کی مدد کریں گے؟“  
”وہ آگے بڑھے اور پھر ابھیں ہنسی روکنا مشکل ہو گیا،  
شوکی برادر ز ایک چٹاں کی اوٹ سے دشمنوں پر خوب پھر  
برسا رہے تھے... ان کے کچھ پھر نشانے پر لگ رہے  
تھے اور کچھ فانی بھی جا رہے تھے... ان کی ہنسی کی آذان  
سن کر شوکی برادر ز نے اپنے چہرے ان کی طرف گھلانے:

”یہ بیجے کیا... آپ لوگ کس بات پر بہش رہے ہیں؟“  
”آپ لڑکے کے پھر برسانے کے انداز پر“

”بھتھی اب بھی بھی پھر برسانے آتے ہیں... برسا تو  
رہے ہیں تا۔“ شوکی کے ہمراہ بنایا۔

”ہاں! وہ تو خیر ہے... خیر ہم بھی آپ کی مدد کرتے  
ہیں.“ اصفت بولا۔

”یہ ہم نے کیا آپ آپ شروع کر دی... ہمارے ہاں

یہاں سے نکل نہیں سکتا، تو داخل کیسے ہو گیا تھا۔  
ایسا ہوتا ہے انگل... ہم بعض اوقات کوئی تنگ انگوٹھی  
پہن لیتے ہیں... وہ پھنس تو جاتی ہے... لیکن نکلنے کا...  
نہیں لیتی... خیر ہم کوشش کرتے ہیں؟

انھوں نے چنان کا جائزہ لیا... پھر کا ایک بڑا سالکروں  
الگ ہی تھا... اور کسی یور کے ذریعے اسے اٹھایا جا سکتا  
تھا... ان درنوں کے زدر لگانے سے تو وہ اور انھیں  
سلتا تھا... رائل کی نال بھی مڑ جاتی... رائل الگ سدا تھ  
تو قی... انھوں نے پہلے خود زور لگا کر دیکھا... پھر رادھر  
اوھر کسی یور کی تلاش شروع کی... آخر ایک بیس سائز  
کھلا سا پھر اٹھا لائے... اسے خلا میں پھتنا کہ جو  
زور لگایا تو پھر دریا کے دوست گیا...  
”اوہ ہم جسم بہ بھی بے کار گیا...“ اصفت نے مایوسا زانہ از  
مل کردا.

”اب بھیں سہماں مدد ہی لانا ہو گی۔“ محمود بولا.  
”لیکن بھی... وہ سب لوگ مصروف ہیں... جسے تو جیز  
کیم جو چک کیسے پہنچ گئے؟“

”کم دراصل امدادی ہم ہیں... جس پاری یا فرد کو  
لات حسوس ہوتی ہے... ہم اس کی مدد کر کے آگے روانہ

آپس میں تکلف نہیں چلتا،“ محمود نے بڑا سامنہ بنایا.  
اب انھوں نے مل کر پھر بازی شروع کر دی... اس  
جنگ میں ان کی جیت یہ تھی کہ وہ چٹاؤں کے ادپ ولے  
حسوں میں پہلے پہنچ گئے تھے... جب کہ دشمن فوجی پہنچے  
تھے... لہذا وہ آسانی سے پھر پہنچ گئے تھے... اور اور پہ  
ہونے کی وجہ سے دشمن کو دیکھ بھی سکتے تھے... لہذا ان کی  
گولیوں سے بچاڑا بھی ہو رہا تھا... جب لہی مورپھ کے  
زیادہ تر فوجی ختم ہو گئے تو اصفت اور محمود آگے پڑھتے  
شوکی برادرز کو وہیں جسے رہنے کی بہایت کی...  
پھر دور پہلے ہوں گے کہ ان کی سُنگ ہو گئی... پروردیکر  
راوید ایک چنان کے پہنچنے ہوئے تھے... غالباً وہ  
دشمنوں کی گولیوں سے بچنے کے لیے چنان کے پہنچے پناہ لینے  
کے پکر میں تھے... کہ پھنس گئے... اور اب صورت یہ تھی  
چنان کے پہنچے ایک تنگ سے خلا میں وہ پھنسنے ہوئے تھے  
وہ اس میں نہ جانے داخل کس طرح ہو گئے تھے...

”انگل ہم آگئے ہیں... آپ خلر نہ کریں؟“

”اوہ محمود... شکریہ... بہت وقت پر آئے...“

”آپ اس خلا میں نگھس کیسے گئے؟“

”اسی بات پر میں حیران ہو رہا ہوں... کہ جب میں

اگر جاتے ہیں۔"

"میں تو یہی کھو دی گا... تم دشمنوں سے نہیں... میرا خیال  
چھوڑ دو... بعد میں نکال لیتا۔"

لیکن آپ کی طبیعت تو گھبرا جائے گی۔"

"کوئی ایسی ناسی ٹھیکراہٹ نہیں تھیں تھیں کر رہا۔ اگر تم  
ساختوں کو بھاول لاو گے تو فوجی سور پسخانی پا کر اوپر  
پڑھ آئیں گے... اور یہ زیادہ خطرناک بات نہیں گی۔"

"ماں انگل... یہ تو آپ ٹھیک کہتے ہیں... تیرہم آپ  
کے اس پاس ہی رہیں گے۔"

وہ آگے بڑھے... منور علی خان اپنی نظر آئے۔ ان  
کے ہاتھ بھلی کا سی تیزی سے چل رہے تھے۔ پھر وہ کا  
ایک تار سا بندھا ہوا تھا۔ یوں لگتا تھا۔ جیسے کہیں میشن  
پھر پھینک رہی ہے ...

"بہت خوب انگل... آپ تو دشمنوں کی خوب خیرے رہے  
ہیں۔" مجموعہ بولا۔

"اوہ... تم... تم کیسے آگئے... اپنا سورچ کیوں چھوڑا۔"  
ہمارے سورپسے پر ساٹھ کے قریب دشمن تھے۔ ہم ان  
کا صفائیا کر بچکے ہیں... لہذا امدادی حجم پر نکل کھڑے ہوئے۔  
"واہ! مزا آگیا... بھاں بھی مزا آ رہا ہے... اُو تم بھی

میرا ساٹھ دو۔"

"ٹھیک ہے... اگر یہ دشمن صاف ہو جائیں تو ہم آپ کو  
پر دفیر صاحب تک لے چلیں گے۔"

"اپنیں کیا ہوا ہے؟" منور علی خان فرما بدلے۔

وہ ایک چنان کے نیچے پھنس گئے ہیں... چنان ہٹانے  
کے لیے کسی بیور کی ضرورت ہے... یا پھر آپ ہم اور چند  
اور ساکھی مل کر شاید اسے لڑھکا سکیں؟

"اور لڑھکانے سے پر دفیر صاحب کو کوئی نقصان نہیں  
ہٹھنے گا۔"

"جی نہیں... وہ پچھے اسی طرح ٹکرائی ہوتی ہے۔"

"ایک بھی بات ہے... تم میری مدد کرو... پھر اوہر چلیں  
کہ منور علی خان بولے۔"

اب وہ بھی ان کے ساٹھ مل کر انتہائی تیزی سے پھر  
ہٹانے لے کر ادھر سے بھی ٹھیکوں کی بوچھاڑ میں اضافہ  
کوئی گیا... اپنیں پھر کے لیے رکنا پڑگیا... پھر جو شخص بوچھاڑ  
لکی... اخنوں نے چیزوں کی بارش کر دی...  
چٹانوں سے چیزوں کا بازار گرم ہو گیا... اور پھر پندرہ

ترنٹ بعد دوسری طرف خاموشی چھاگئی...  
اب آؤ... پر دفیر صاحب کی طرف چلیں؟" منور علی

خان بولے۔

”پہلے یہ تو دیکھ میں کہ ان میں سے کچھ زندہ تو نہیں ہیں؟“  
”اگر کچھ ہوں گے بھی تو کیا ہے... وہ اور آنے کی  
جرأت نہیں کر سکتے۔“

وہ پھر اس چٹان کی طرف آئے۔ اب تینوں تے ہل کر  
چٹان پر زور لگایا۔۔۔ یہاں وہ لس سے مس ہوئی۔۔۔  
”یہاں باقی سب لوگ آکر زور لگائیں گے تو تباہ یہ چٹان  
لٹھک جائے۔۔۔ ورنہ یور ہی تیار کرنا ہو گا۔“  
”لیکن یہاں یور کہاں... اود... انکل یور اس عمارت  
سے مل سکتا ہے؟“ آصف نے چونک کر کہا۔

”لیکن اس وقت ہم عمارت تک نہیں جا سکتے۔۔۔ عمارت  
کے سامنے کھاناڑ اور ڈاکٹر صدر کو قابو یکے لھڑے ہیں؟“  
”میر... اب جنگ کے اختتام تک صبر کرنا ہو گا انکل۔“  
”لگ... کوئی بات نہیں۔۔۔ پروفسر داؤڈ ہمکلائے۔  
”ماجھ اور اٹھا دو۔“

چیچھے سے اچانک لیک آواز سنائی دی۔۔۔ وہ بوکھڑا لمحہ۔۔۔

”ایہ تم لوگوں کے میرے چکر میں پڑنے کی وجہ سے  
اپروفسر داؤڈ نے سجدہ کر کہا۔۔۔  
”لماں... یہ آواز تو چٹان کے نیچے سے آئی ہے؛ اید  
مانے حیران ہو کر کہا۔۔۔

”ہاں! ہم چنان کے نیچے بھی موجود ہیں؟ آصف ملک اپنے یا اور لاٹھی کی طرح استعمال کرنے لگے... ادھر وہ چاروں خبردار... تم بھی ہاتھ اور پر اٹھا دو۔ فوجی نے بھرا کر پتے انداز میں انھیں جھٹکی کا دودھ یاد دلا رہے تھے پر و فیر راوند سے کہا۔

”ان کے یہ ہاتھ اور پر اٹھا دو کے الفاظ بولو بڑھ لی گئے دن ایک فوجی کے بازوؤں کی پیٹ میں اُنکی اور بھائی؎ محمود نے منہ بنایا۔  
”اوہ... یہ تو چھپا ہوا نہیں... چھپا ہوا ہے۔

”ہاں! یہی بات ہے... ذرا انھیں بیکار سے تکالئے کے لیے ہماری مرد کرنا، منور علی خان بولے  
”دماغ تو نہیں پل گیا... چلو نیچے اتر دو...“

”ہم نے ایک پارٹی پر تو قابو پایا۔“

اچانک چند پھر فوجیوں کے سروں پر لگے... ان کی چھین نکل گئیں... ادھر محمود، آصف اور منور علی خان اپنے بیٹے کی بات ہے... تو پھر یہ لوں یہ کہ کر فاروق ان پر بوٹ پوٹے...  
”بھیرائے گا نہیں... ہم آ رہے ہیں؛ فاروق کی آواز کے اس کی نال کھے گرا گیا... فوجی کے منہ سے ایک سالی دی۔

جلد ہی فاروق اور اکتاب وہاں پہنچ گئے... اور انھیں فاروق نے اسے لاقوں اور مکوں پر رکھ لیا... ایسے نے بھی بیڑی سے ہاتھ چلانا شروع کر دیے... ایسے ایک دوسرے فوجی نے فاروق پر چھلانگ لگائی... لیکن میں منور علی خان کے ہاتھ میں ایک رائل گل کی تیکلہ وہ فقا میں تھا کہ محمود اچھل کر اس کے جسم سے ٹلا بھر کیا تھا... انھوں نے اسے نال کی طرف سے پکڑا... دونوں نیچے گرے اور فاروق بال بال بجا...“

"شکر سے محمود...". فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

ساختہ ہی ایک تیسرے فوجی کامکا اس کی طرف بڑھا۔ وہ یک دم بیٹھ گیا... دوسری طرف سے ایک اور فوجی دوڑا چلا آ رہا تھا... وہ مُکتا اس کی پیشانی پر لگانا اسی وقت چند فارز ہوئے... اور چاہی فوجی گروں کے ترپتے لگائیں نے پوزیشن لے لی ہے... اب تم سب ہاتھ اور انہا دو... ورنہ بھون کر رکھ دوں گا۔" تقدیر علی خان کی گنج دار آواز سنائی دی۔

فوجیوں کے ہاتھ اور پاٹھ گئے... کیوں کہ چار کامکاں دیکھ ہی پکے تھے... اور پھر ان سے پہلے بھی کئی فوجی زخمی تو ہو پکے تھے... انھوں نے ان کی رانفلوں پر قبضہ کر لیا اور فوجیوں کو بازہ دریا... فوجیوں کے پاس باندھنے کا سامان موجود تھا...۔

اب یہ قابل آگے بڑھا... قیدی فوجیوں کو بھی وہ اپنے آگے بڑھا رہے تھے...۔

"ان کے آگے بڑھتے کا فائدہ یہ ہے کہ آنے والی انہیں آپ کو سمجھول کر بیان سے روانہ ہو گئے جائیں گے اور ہمیں بچائیں گے۔ لیکن... کوئی بات نہیں... آخر میں لوگوں کو یاد فاروق نے مسکرا کر کہا۔

"پتا نہیں آبا جان اور انکل کیاں ہوں گے۔" اور اس چیان کو

نہ کیا مشکل ہے... میں ابھی آؤ کی آواز نکالی کر معلوم لیتا ہوں۔"

"مارے ٹائیں اودہ۔" محمود کے منز سے نکلا۔ "خیر تو ہے۔"

"تم پروفیسر انگل کو تو سمجھوں ہی گئے۔"

"دھست تیرے کی؟" فاروق نے جھلکا کر محمود کی ران پر مارا۔

"یہ کیا کیا۔" محمود نے تمثلا کہہ کہا۔

بھماں ہے... تم خود بھی تو بھی کرتے ہو... دیکھ ہی پکے تھے... اور پھر ان سے پہلے بھی کئی فوجی زخمی تو ہو پکے تھے... انھوں نے ان کی رانفلوں پر قبضہ کر لیا اور فوجیوں کو بازہ دریا... فوجیوں کے پاس باندھنے کا سامان موجود تھا...۔

اوہ انکل... ان سب فوجیوں سے زور لگاتے ہیں، اس پیمانے کر چنان کے پاس والپس آئے... اسی میں معاف کر دیجیے انگل؛

لک... کس بات کی معافی؟ وہ ہمکاری۔

ان کے آگے بڑھتے کا فائدہ یہ ہے کہ آنے والی گولیاں یہ اپنے سینفوں پر کھائیں گے اور ہمیں بچائیں گے۔ لیکن... کوئی بات نہیں... آخر میں لوگوں کو یاد فاروق نے مسکرا کر کہا۔

پلو بھئی... سب مل کر زور لگاؤ... اور اس چیان کو

گہاڑ... غبردار... اگر تم پیشان کون نہ گرا سکے تو تم لوگوں کو  
گولی مار دی جائے گی۔ منور علی خان نے گرج دار آواز  
پیش کیا۔

وہ لکھرا گئے اور پھر زور مل گئے لئے... پورا زور...  
اچانک چنان اپنی جگہ سے سرک لکھی اور نیچے لڑھکنے لیا  
چنان کے لڑھکنے سے آزاد پیدا ہوئی۔ وہ اور نیچے موجود  
فوجی خوف زدہ ہیو کر ادھر ادھر بھاگنے شروع... اور چنان  
زیر دست گردگرد اہمیت کی آواز کے ساتھ ان گفت و چیزوں  
پر جا گئی... چیخیں بلند ہوئیں... پھاڑوں نے لالا  
چیخوں کو دھرا یا... عجیب سی بیسبت طاری ہو گئی...  
ادھر پھر انہیں اسپیکٹر جمیشید وغیرہ نظر آگئے... وہ سب  
ایک بار پھر ایک جگہ جمع ہو گئے... اسلی ان کے پاس  
اب موجود تھا... لہذا انہوں نے بوکھلائے ہوئے فوجوں  
کو اپنے نشانے پر رکھ لیا... تڑا تڑا گولیاں برنسے لیکن  
صرف آدمی گھسنے میں فوجی دھیر بوجے گئے... جو باقی نیچے  
انہوں نے ہاتھ اٹھا دیے... وہ نیچے اترنے شروع ہیا  
تک کر ڈاکٹر اور ہمانڈر کے سامنے پہنچ گئے:

”اب تم دونوں کیا کہتے ہو؟“

”تم فون کو شکست دے سکتے ہو... ہمیں سنیں؟“

”میں ایک تحفہ تم میں سے ایک کے بیٹے کر آیا  
ہو۔“ ایسے میں اسپیکٹر جمیشید نے مسکا کر کیا۔  
”تحفہ... کیا تحفہ؟“

”یہ دیکھو...“ انہوں نے تکر کے پیچے سے ہاتھ اٹک  
 دیا۔

انہوں نے دیکھا... ان کے ہاتھ میں ایک نوکیسا  
 تھا...○

”یہ کیا ہے۔“ ہمانڈر نے جیران ہو کر کیا۔  
”ایسے کو دو گرام... اسپیکٹر جمیشید نے کہا۔  
”ایک پڑا گرام... کیا مطلب؟“  
”مطلب = کمر... میں نے ایک پروگرام سوچا ہے۔“  
”اور وہ کیا؟... ہمانڈر نے جیران ہو کر کہا۔  
”یہ پتھر میں تھماری ناک پر ماروں گا۔“  
”کیا!“ وہ چلا یا۔

”ہاں جانتے ہو... پھر کیا ہو گا؟“  
”تم مجھے بھول گئے ہو... میری ناک کا تم اس پتھر

کے بھی بچھ نہیں پہنچا سکو گے؟"

"ایسی یہے میں نے پروردگارم کا لفظ بولا سمجھا... اور اب میں وقت ضائع کیے بغیر اپنا یہ پھر چلاتا ہوں؟  
یہ کہ کہ انھوں نے پھر والا ہاتھ گھما یا... اور اس انداز سے حرکت کی جیسے پھر کھینچ کر مل رہے ہوں... کمانڈر اس وقت تک صدر کو چھوڑ چکا ہے... اس نے خود کو بیان کے لیے چھلانگ لگائی اور اپنا ہاتھ بھی ناک پر لکھ ریا... لیکن اسپرٹر جمیش نے تو پھر کھینچ کر ہی نہیں تھا جونکی وہ چھلانگ لکھ کر بچے آیا... اس کا ہاتھ ناک پر سے بہت لگا اور ساٹھ ہی اسپرٹر جمیش نے پھر دے چھلانگ لگائی اور اس سے آگے دوڑنے لئے... اب دونوں دل دوز پیچنگی نکلی اور وہ زمین پر گزر تراپنے لگا... دیکھنے لیکن ایک دوست کہتے ہو گیا..."

ہر طرف سنا اٹاری مو گیا... وہ سوچ بھی نہیں سکتے کہ کمانڈر اس قدر آسانی سے اور ایک ہی پھر کی چوتھ سے ملیا لیٹ جائے گا:

"لیکن ابھی میں باقی ہوں... اور تم میری ناک پر پھر مار کر یہ نیجہ حاصل نہیں کر سکتے؟" ڈاکٹر نے گرج دار آواز میں کہا۔

"تالی! میں جانتا ہوں۔" اسپرٹر جمیش بولے۔

"تب پھر تم میرے ہاتھ سے کس طرح پنج سکرے گے؟ ڈاکٹر مسکرا یا۔"

"بہت آسانی سے... میں سوچ چکا ہوں؟"

"کیا...؟" ڈاکٹر کی پیشافتہ پر بُل پڑ گئے۔

"آؤ اور جھپڑے حملہ کر کے جان لو کہ میں نے کیا سوچا ہے۔" انھوں نے کہا۔

"اچھا! اس کے لمحے میں جیرت سمجھی اور پھر وہ ان

کی طرف دوڑ پڑا... اسپرٹر جمیش نے بھی اپنی جگہ سے

چھلانگ لگائی اور اس سے آگے دوڑنے لئے... اب دونوں

دل دوز پیچنگی نکلی اور وہ زمین پر گزر تراپنے لگا... دیکھنے

لیکن دیکھنے وہ ساکھتے ہو گیا...

ڈاکٹر کے ہیول کیا کہ اس نے انھیں اب پکڑا کہ اب

پڑتا... لیکن پھر اچھانک فاصلہ پڑھ گیا... اسپرٹر جمیش

کا رخ بھی قدر تبدیل ہو گیا... باقی سب لوگ جیرت

فدوہ انداز میں اس مقابلے کو دیکھ رہے تھے... آج اسپرٹر

پھر مار کر یہ نیجہ حاصل نہیں کر سکتے؟" ڈاکٹر نے گرج دار

آواز میں کہا۔ اس یہے کہ وہ ملک کر تو اس کا مقابلہ کر

سکتے ہیں... اس یہے کہ وہ بھی ڈاکٹر کا پکھ بیگڑانے

کو ہلاک کر دے گا... لہذا اپنی طیارہ شکن توپوں کا رخ  
اس کی طرف کر دو... بھومن ڈالو اسے... ٹکڑے اڑا دو  
اس کے۔

اس کی جی آواز فوجیوں نے بخوبی سن لی... البتہ... ڈاکٹر  
اور انپکٹر جمیش چونکہ اس وقت بہت قاسطہ پر پینچ پچھے  
تھے... اس لیے شاید وہ نہ سُن سکے... فوجی فوراً توپوں  
کی طرف رخ کرنے لگے... انپکٹر کامران مرزا مگر اگر،  
انھوں نے فوراً صدر سے کہا:

”لیکن میر صدر... خیال رہے... کہیں اس طرح انپکٹر  
جمیش توپوں کی زد میں نہ آ جائیں۔“  
”آئتے ہیں تو آ جائیں... تم بھی تو میرے دوست ہیں  
اور اس نے بھتنا کر کہا۔

”اوہ! اچھا... یہ بات ہے۔“

ان الفاظ کے ساتھ ہی انھوں نے ایک چھلانگ لگانی  
اور اس سے پہلے کہ اس کا فوجی درمیان میں آ سکتا، انھوں  
نے اس کی گردن پر گرد بازو کس دیا... اور بولے:

”اپنے فوجیوں پر یہ بات واضح کر دو کہ اگر کسی توپ  
کے گولے نے انپکٹر جمیش کا ذرا بھی بال بیکا کیا... تو  
اپ کی گردن کی ہڑی ہلکی سی آواز کے ساتھ فوٹ جائے

کی پوزیشن میں نہیں تھے... ماں فوجی صور طیارہ شکن توپوں  
سے اسے اڑا سکتے تھے... اور یہ خیال سب سے پہلے  
انپکٹر کامران مرزا کو آیا:

”میر صدر... اب جب کہ یہ بات طے ہو چکی ہے کہ یہ  
لوگ آپ کے دشمن ہیں، اور آپ کے ساتھ کوئی بھالاں  
نہیں کریں گے... تو کیوں آپ اپھیں ختم کرنے میں ہمارا  
ساتھ نہیں دیتے... آپ اپنے فوجیوں کو کامیابی کرو  
طیارہ شکن توپوں کے ذریعے اسے ختم کر جیں۔“

”میں... میں سوچ رہا ہوں۔“

”لیکن آپ کیا سوچ کر فارغ ہوں گے... پھر یہ بھی  
تو سوچیں کہ اس طرح ہم وقت مناخ کر رہے ہیں؛  
انھوں نے جلدی جلدی کہا۔

”ہو! ! ٹھیک ہے... تم لوگوں سے بعد میں طے کی  
جا سکتا ہے۔“ صدر نے ان کی بات مان کر کہا۔ ... پھر  
اپنے فوجیوں کی طرف رخ کر کے بولا۔

”میرے دلیرد... ہم اس دشمن سے... یہ جو انپکٹر  
جمیش کے پیچے دوڑ رہا ہے... صرف اور صرف طیارہ  
شکن توپوں کے ذریعے بجات حاصل کر سکتے ہیں... اگر  
تم نے اس وقت اسے ختم نہ کر دیا تو پھر یہ ہم سب

گی اور پھر نہیں جوڑ سکے گی۔

”من... نہیں“ اس نے لگھرا کر کہا۔

”تو پھر انھیں حکم دو نا۔“

”میرے دلیرو... تم صرف اور صرف اس غدار کو نشانہ  
ہنادگے... اپکٹر جمیشید کو نہیں۔“

”او کے سر“ کئی قوچی ایک ساتھ بول کر

”اب تو میری گردی چھپوڑ دیں۔“

”ابھی نہیں... پہلے میں ڈاکٹر کو توپوں کے ذریعہ لے آتا ہوا  
دیکھ لیوں۔“ وہ سکرائے۔

اچانک توپ چلنے کی آواز گھر جی... لوگوں نے اس سخت

میں دیکھا... جس سخت یہی ڈاکٹر تھا... اور اس وقت یہ

حقیقت ان پر کھلی کہ ڈاکٹران کی امیدوں سے کہیں بڑھ

کر پھر تیلا شایستہ ہوا تھا... وہ بجلی کی سی تیزی سے اچھلا

تھا اور ایک طرف ہٹ گیا تھا... توپ کا وار خالی

لگا تھا...“

”یہ کیا ہوا جھنی۔“ صدر کے لجھے میں حیرت تھی۔

”نکر نہ کریں سر... آخر یہ کب تک پچے گا؟“ ایک

قوچی نے کہا اور پھر توپ داغی کئی... لیکن اس مرتبہ

بھی ڈاکٹر مسافت پڑ گیا...“

”یہ کیا ہو رہا ہے؟“ صدر غرما یا۔

توپوں پر کام کرنے والے فوجیوں کے رنگ اڑ گئے...  
انھوں نے پے در پے توپیں چلائیں... لیکن ایک کاشنا

بھی ٹھیک نہ پہنچا...“

”ایک بار توپ مجھے بھی چلانے کا موقع دیا جائے۔“  
اپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

”صفر کیوں نہیں... دلیرو... ایک توپ پر انھیں بیٹھنے  
دو، صدر نے حکم دیا۔“

ایک توپ پر سے قوچی ہٹ گئے... اپکٹر کامران مرزا  
نے ان کی جگہ لے لی:

”توپ نہ داغیں کامران مرزا۔“ اپکٹر جمیشید چلا آئے۔  
”میں کیون کیوں... آپ میرے تھانے کی زندگی میں نہیں  
ایسیں تھے،“ اپکٹر کامران مرزا نے بلند آواز میں کہا۔  
”یہ باہمیں۔“ وہ بڑے۔

”تو پھر کیا یاد ہے؟“

”میں ڈاکٹر کو اپنے پروگرام کے مطابق مارنا چاہتا  
ہوں؟“

”اچھی بات ہے... اگر آپ کا پروگرام اس کا کچھ نہ باگاڑ  
سکا... تو پھر میں اس پر توپ چلاوں گا۔“

"میرا خیال ہے... یہ توب سے بھی نہیں مرے گا۔" اپنکے  
جھشید بولے۔

"اوہر... اچھا... کتنی آوازیں ابھریں۔

"ہاہاہا... ڈاکٹر نے قعقرہ لکایا اور پھر چلا کر بولا:

"یہ طیارہ شکن توب میرا کچھ نہیں بھاندھ سکتی...  
لو تجربہ کر لو... میں اس کے بالکل سامنے کھڑا ہو رہا ہوں۔"

یہ کہ کر وہ واقعی توب کے سامنے آگئے۔  
"کیا خیال ہے... یہ تجربہ بھی کر جی یا جائے؟" اپنکا

کامران مرزا نے کہا۔

"اچھی بات ہے... یوں ہی کی:

انسپکٹر کامران مرزا نے نشانہ لیا اور توب داغ دی۔

ان سب نے ڈاکٹر کو اچھتے دیکھا... بہت اوپنچا... اور پھر  
ذینک بدگستہ دیکھا... یہ دیکھ کر ان کی سٹی گم ہو گئی کہ وہ  
بالکل صحیح سلامت تھا...

"یہی... کر لیجئے ترپوں کی بات... توب بے چاری تو ان  
حضرت کا بال تک پہنچ کر سکتی۔" فاروق نے بڑا سامنہ بنایا  
"اس میں توب کا کیا قصور؟ آختاب نے اسے گھورا۔

قصور کو انکل کامران مرزا کا بھی نہیں... انہوں نے  
بالکل مٹھیک نشانہ لیا ہے۔" محمود مسکرا لیا۔

"آخر ہم قصور کے پیچے کیوں پڑ گئے ہیں... میں تو کہتا ہوں  
قصور کا بھی یہاں تو کوئی قصور نہیں۔" مکھن بولا۔

"یہ ایک ہی رہی۔"

"لیکن فیصلہ ہو گیا... انسپکٹر جھشید نے فیصلہ کن انداز میں

ادراس کے بعد انپکٹر کامران مزرا دوڑنا شروع ہے۔  
جسے... پھر منور علی خان، پھر خان رحمان... آخر تم کہ  
نہیں تھکو گے۔ انپکٹر جمیلہ بولے۔

”اگر میں درستے درستے تک لیا تو پھر... تم کیا کر  
وگے میرا۔“

”میرے ذہن میں ایک پروگرام ہے... اور میں وقت کے  
پروگرام نہیں بتاؤں گا... داکٹر کی فوج اس وقت تھکرا  
ساختہ نہیں دے سکتی... کماں تر پہلے ہی بے کار ہو پکا  
ہے... لہذا اس بھرے میدان میں تم تنوارہ لگھے ہو۔“

”اور میں تنہا تم سب پر بھار کی برسی۔“  
”الا! لیکن تھارا بھاری پن جلدی ختم ہو بائیتے گا تاریخ  
برداختہ بایا۔“

”تم ایک کر قویڈ پیکیڈز میں اڑا دری گا۔  
اسی لیے... پھر بجانا بھول سکتے ہیں۔ مکھن بولا  
”چیلی بجانا بھول سکتے ہیں تو کیا ہوا... تم پیکیاں پھر  
رکزارا کر لیں گے۔“

”اپنیں تو ادیگا مکارات کا بخار... مشر و داکٹر... آپ  
ست دو دو ہاتھ کر لیں... اور ذرا جلدی سے اکابر  
مارے پاس وقت زیادہ نہیں... بھیں اپنے وطن کا بھی رخ  
انداز میں کما۔“

”ٹھیک ہے ابا جان بہ فرزانہ بولی۔  
کیا ٹھیک ہے؟ انپکٹر جمیلہ نے فوراً کہا۔  
”یہ کہ فیصلہ ہو گیا ہے... ظاہر ہے جس ہو گیا ہے  
 تو ٹھیک ہی ہوا ہو گا... تم کو تھرتے ہیں... اعتراض  
کرنے والے؟“

”یعنی تو پہچھو کہ کیا ہو گیا ہے۔“  
”یہ کہ... داکٹر کو ابا جان اپنے پروگرام متعالیٰ ہی  
ٹھکانے لگائی گے۔“  
”ہوں تو پ توجہے اڑا نہیں سکی... انپکٹر جمیلہ  
کیا مجال ہے۔“ داکٹر نے منہ بنایا۔

”اچھا تو پھر ہو جائیں درود ہاتھ...“ انپکٹر جمیلہ نے کہا  
داکٹر پھر ان کی طرف دریا... انپکٹر جمیلہ نے پھر در  
لکا دی...“

”آخر کب تک دوڑو گے... تم شاید یہ سمجھتے ہو کہ میں  
تھک، جاؤں گا... حالاں کہ ایس نہیں ہے... میں تو نہیں  
تھکوں گا... اور جب تم تھک جاؤ گے... بے حد ہو جاؤ  
گے تو پھر میں تم تک پہنچ جاؤں گا... پھر جو ہو گا، وہ  
یہ سب لوگ دیکھیں گے۔ داکٹر نے اعلان کرنے والے  
انداز میں کہا۔“

گونا ہے۔

"وہ تم جاؤ گے... لیکن مردہ حالت میں... تھاری لاشوں کو تابوتوں میں بند کر کے ہنا یہ عزت اور احترام سے روانہ کیا جائے گا... فکر نہ کرو... انہیں اپنے اب سیرا حکم پلے گا... صدر بھے چارہ تو میرے اسکے پاس بھرتا نظر آئے گا" ڈاکٹر نے ہنس کر کہا۔

"ٹھا ہے آپ نے... ہے آپ کی کریزوں کا بھل۔ اسکے کامران مرازا نے صدر کی طرف دیکھا۔

اسی وقت ڈاکٹر نے اسپکٹر جمشید پر چلانگ لگانی... وہ بڑک کر بھاگے... اور اس سے دور نکل گئے... اچانک سب لوگوں نے دیکھا... وہ بے سوش کھاناڈر کے پاس پہنچ گئے... اس کے نزدیک پہنچ کر وہ یک دم روک لے، اور اپنا ایک یادی اٹھا کر اس طرح ناچھنے لے... جیسے انہیں ٹھوکر لگ گئی ہو۔

"شاید... تم نے کھاناڈر کے جسم سے ٹھوکر کر کھاتا ہے..."  
ہلاہا... اب ائے گا مرا... اب تم نیلیں بھاگ سکو گے..."  
لیکن... ہم نے...؟" اصفت نے پکھ کتنا چاہا... لیکن فوت نے فوراً اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا... اور سرگوشی میں بولی:

لکھر سے اور پہ اٹھتے چلے گئے... اب کہاں، ا

"خبردار... خوش رہو۔

"میں بھلا کیا کتنا چاہتا تھا۔" اصفت نے جیان ہو کر اس طرف دیکھا۔

"یہ کہ تم نے انکل کو ٹھوکر کھاتے نہیں دیکھا۔"  
"ماں! یہی بات ہے۔"

"اس بات کا احساس ڈاکٹر کو نہ دلا... یہ انکل کی چال

فرحت بالکل ٹھیک کہ رہی ہے۔" فرزانہ نے دبی آواز

"اوہ! ان کے منہ سے نکلا۔

سب لوگوں کو سائب سونٹھ گیا ہے... اب یہ لوگ جان دیں... اسپکٹر جمشید کا بڑا وقت آچکا ہے... یہ اب سے ٹھوکوں مارنے جائیں گے... مرا آگیا۔"

وہ قہقہے لگاتا ان کی وجہ دوڑتا چلا گیا... اسپکٹر جمشید جب دیکھا کہ وہ بالکل سیدھے میں ان کی طرف آ رہا ہے اور اپنے پیچے گیا ہے... اور اب وہ دوڑتے دوڑتے رکنے لایا تو فوری طور پر نہیں رک سکے گا... تو وہ یک دم اور کھاناڈر کو دونوں ٹھوکوں پر اٹھا لیا... پھر ان

”اس صورت میں کہیں پھر نہ ٹوٹ جائے۔“ انپکٹر جمیش  
لے لے۔

”پہلے تجربہ تو کر لیں... ورنہ کمانڈر کی ناک پر ایک پھر  
اور مار کر ایک بار پھر اسے اٹھا کر ڈاکٹر پر دے ماریں  
گے... اور اس دران کچھ سوچ ہی میں گے:  
اوکے تہ دہ بولے۔

الخنوں نے بڑے بڑے پھر اٹھائے اور ڈاکٹر کے سر  
دے مارے... اس کا سر کئی حصوں میں تقسیم ہو گیا...  
وکی برادر نے تو آنکھیں بند کر لیں... کئی فوجیوں نے بھی  
حصوں پر ٹاکٹا رکھ لیے...“

”کھا خیال ہے... اب اس کا بھی کام تمام کر دینا چاہیے،  
دل صدر صاحب۔“

”ہاں بالکل“ اس نے کہا۔

دو پھر کمانڈر کے سر پر بھی رسید کے گئے... اور اس  
کی ان در بالاؤں سے نکات حاصل کی گئی... فارغ ہونے  
بعد انپکٹر جمیش نے صدر کی طرف قدم بڑھائے اور  
اک اسے گردن سے پکڑ لیا...“

”تب پھر چنان کے نیچے جانے سے بھی کچھ نہیں ہو گا  
یہ چنان کو بھی اپنے اوپر سے الٹ دے گا۔ بھاری پھر یہ... یہ کیا؟“

”اس کا سر چھوڑتا بہتر رہے گا۔“

کے دوفوں ٹاکھوں پر ٹھنا اور دوفوں ٹاکھے پوری طرح اٹھا ہوئے  
تھے... اور ان کا رخ باکل ڈاکٹر کی طرف ٹھنا... اور ڈاکٹر  
سیدھا ان کی طرف چلا آ رہا تھا... اپنکے ڈاکٹر سمجھ گیا  
کہ وہ لیا کرنا چاہتے ہیں... وہ ٹھکا، رکا اور چاہتا تھا  
کہ کسی طرف چھلانگ لگا کر خود کو بچائے... کہ انپکٹر جمیش  
نے کمانڈر کو اس پر دے مارا... وہ فولادی جسم پرے  
زور سے ایک دوسرے سے ٹکرائے... ایک دوبار آواز  
پیدا ہوئی... اس سے بھی بلند وہ چیخ سمجھی جو ڈاکٹر کے ہلن  
سے نکلی... اور کمانڈر تو بے ہوش تھا... وہ تو چیخ کا  
تھا سکا... فوجیوں نے اور صدر نے اور ان سب نے  
دیکھا... ڈاکٹر کا جسم بڑی طرح تڑپ رہا تھا... سچھی  
پھٹی آنکھوں سے وہ اس منتظر کو دیکھتے رہے...“

”اس سے پہلے کہ یہ سنبھل سکے... ہیں وہ چنان اس پر  
گرانی ہے۔“ انپکٹر جمیش نے بلند آواز میں کہا۔

”تو آپ کے خیال میں ابھی یہ سنبھلے گا بھی۔“

”ہاں! اس نے ابھی صرف چوتھا ٹکھائی ہے۔“

”تب پھر چنان کے نیچے جانے سے بھی کچھ نہیں ہو گا  
یہ چنان کو بھی اپنے اوپر سے الٹ دے گا... بھاری پھر یہ... یہ کیا؟“

گردن تو گئی... فوج سے ہم بعد میں نبٹتے رہیں گے۔"

"بھتیجا پھینک دو، صدر چلایا۔"

سب نے بھتیجا گرا دیئے... ان کو جمع کر لیا گیا... ان کے تمام ساتھیوں نے رالقلیں اٹھائیں... اور فوج کی طرف تاں کر ٹھہرے ہو گئے...

"مشیر صدر! متعاری مکہ متحابیے انجام کا سبب بن گئی، اس خورت نے مجمال کر دیا... تمام دینی عورتوں کا دکھ اس نے اپنا دکھ بنا لیا... اور خود کو قدم خٹ مل کرانے پر تیار ہو گئی... اگر یہ ایسا نہ کر تھی تو انہیں کبھی نہ ہلاتے اور کہیں نہ سوتپتی، اور سمجھیں اس کیس کے تمام باؤں کا پتا نہ چلنا... اب تم ہمارے ملک چلے گے... یہ قام خورتیں بھی ہمارے ساتھ جائیں گی... اور فوجی بھی... ہم سب بھری جہاز سے جائیں گے... صدر صاحب آپ ساحل پر موجود لوگوں کو بتائیں گے کہ آپ انتہائی غلطت والے بھی... منور علی خان کا رہے تھے سمندر کی سیر کے لیے جا رہے ہیں... اور لیں... آپ اور جی یاں بعض لگل گرد کی ناچ رنگ پر لئے ہیں... وقت ہماری زد پر ہوں گے... اگر ذرا بھی آپ نے تیز بوزوں کی طرح اپنے درسے کو دیکھ کر رنگ گزبر کرنے کی کوشش کی تو آپ اپنی جان سے جائیں گے... دیکھنے کے ساتھ الفاظ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ

بلک رے انسان تیری کون کی کل سیدھی "محمد بولا، صدر کا جنم ڈھیلا پڑ گیا... اس نے کاپنی آداز غلط... یہ ضربہ المثل صرف اونٹ کے لیے ہے؛ فاروق

”اب تم ترکیبیں کے ساتھ ساتھ طریقہ بھی بتانے لگیں،  
کچھ تو خیال کر دے... بے چاری فرحت کیا خیال کرے گی۔“  
آصفہ بولا۔

”فرحت کے خیال کرنے کی بھی ایک ہی کمی... بھی خیال  
کرنے کا کیا ہے... کچھ بھی خیال کیا جا سکتا ہے... آیا  
خیال شرط نہیں۔“ فاروق نے جلدی جلدی کہا۔  
”آپ نے دیکھا... انکلز... ایک ہی جسے میں لفظ خیال کو  
کتنی بار لکھیں ڈیا۔“ آنٹاب نے جل کر کہا۔

”دیکھا تو نہیں... اب تہ سنا ضرور ہے۔“ پروفیسر داؤڈ  
مکراتے۔

”خاموش! وہ دیکھو... سامنے ساصل آگیا؟ انکھر جمیش  
نے خداوند میں کہا۔“

اوہ! یہ یک لمحت اس طرح خاموش ہو گئے... جیسے  
ساصل نہیں کوئی جتن سامنے آگیا ہو...“



نے کہا۔

”یعنی بھی... آج کے دور میں انسان کے کاموں نے اے  
اونٹ کی ہی صفت میں لاکھڑا کیا ہے؟“ آصفہ بولا۔

”بلاکر میں تو کہتا ہوں... لہلان اونٹ سے بھی دو  
ماہہ آگے نکل گیا ہے۔“ آنٹاب

”بھی نکلنے کو تو یہ چاند سے بھی آگے نکل چکا ہے  
۔۔۔۔۔ اونٹ سے چاند تک جا پہنچ۔۔۔۔۔ اونٹ نے برا  
سماں بنایا۔

”چاند تک، نہیں... چاند سے آگے...“ شوکی فوراً پیدا  
”لبیں ایس... میں کچھ یگا۔۔۔ تم لوگوں کا پروگرام ادھر  
اُدھر کی نارنے کا ہے... یعنی یہ تو سوچو... ابھی ہم  
بھری جہاز پر سوار نہیں ہوئے۔“

”یعنی اب آجان... کیا ہم سوچنے سے بھری جہاز پر سوار ہو  
جائیں گے...“ فاروق کے لہجے میں حیرت بھی۔

”خبردار جمیش... تم بھی ان کی پیٹ میں آ جاؤ گے؛  
۔۔۔۔۔ واقعی... جب کہ میں بال بال بچنا چاہتا ہوں۔“

”اس کا صرف ایک ہی طریقہ ہے اب آجان۔“ فندزانہ  
نے کہا۔

”اور وہ یکا۔“ مکھن نے جیان ہو کر کہا۔